یہ کتاب چوہدری بشیر حسین ضیائی مرحوم (ایم۔ اے علیگ۔) کے اس
ذخیرہ کتب کی ہے جو اس کتب خانے کو عطیہ کیا گیا ہے۔ قارئین
سے درخواست ہے کہ مرحوم کیلئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ شکریہ

نیرنگ خیال — عید نمبر

نیرنگِ خیال ہندوستان بھر کے علمی ادبی رسائل میں سب سے زیادہ مستقل خریدار رکھتا ہے

(اس لئے ہمیشہ نیرنگِ خیال میں اشتہار دو)

عید مبارک

نیرنگِ خیال کے ہزارہا مستقل خریداروں اور لاکھوں ناظرین کی خدمت میں

ایڈیٹر نیرنگِ خیال ہدیہ عید مبارک

"نیرنگِ خیال عید نمبر"

پیش کرتا ہے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

عید نمبر ۱۹۳ء

جلد ۱ فروری و مارچ سنہ ۱۹۳ء **نمبر**

چیف ایڈیٹر .... حکیم محمد یوسف حسن

قیمت فی کاپی ایک روپیہ (عہ) .... ویلیو پے ایبل

چندہ سالانہ تین روپیہ چار آنہ (سہ) مع محصولڈاک للعہ

کریمی پریس لاہور میں باہتمام میر قدرت اللہ پرنٹر چھپا۔ اور حکیم محمد یوسف حسن پبلشر نے دفتر نیرنگ خیال سے شائع کیا

اشفاق احمد خوشنویس بریلوی

فہرست مضامین

فروری و مارچ ۱۹۳۰ء

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

...رت } چیف ایڈیٹر — چیف ایڈیٹر
۴
۷
...اد — ایک نظم — از جناب مولانا عبدالمجید صاحب سالک بی اے - ایڈیٹر انقلاب
۸
...ے صدی خواتوں کی شاعری — از جناب مولانا عبدالمجید صاحب سالک بی اے۔ " "
۹
...انے والی راتیں — یمنی کشانی
۱۳
...دگی — از جناب ل ۔ احمد صاحب
۱۴
...ت — از جناب حامد حسن صاحب قادری
۱۵
...میں — از جناب شمیم
۱۶
...ایک نظم) — از جناب عابد بیگم صاحبہ رعنا
۱۷
...رسی نظم) — از جناب محترمہ بلقیس جمال صاحبہ بریلوی
۱۸
...م) — از جناب اختر امام صاحب انصاری
۱۹
از جناب حامد حسن صاحب قادری
...تصویر کے دو رُخ — از جناب ریاض حسین صاحب بی اے
۲۰
از محترمہ سکینہ قیصری بیگم صاحبہ
۲۱
...افسانہ — از جناب پروفیسر محمد دین صاحب تاثیر - ایم اے
۲۲
...الہ — از جناب میر ولی اللہ صاحب بی اے ایل ایل بی
۲۵
از م - رضا - لکھنؤ
۳۲
از جناب پروفیسر محمد حبیب اللہ صاحب بی اے آکسن علی گڑھ کے افسانہ کا ترجمہ
از جناب محمد عطاء الرحیم - ایم اے - ایل ایل بی علیگ
۳۳
از جناب سید اظہار الحسن صاحب ایم اے ایل ایل بی وکیل
۵۰
از جناب محمد عبداللہ صاحب غزنوی - منشی فاضل
۵۵
...ب چودھری سراج الدین احمد صاحب
۵۶
عبداللہ صاحب غزنوی
۶۰
...الرؤف صاحب عشرت لکھنوی

IQBAL ACADEMY PAKISTAN
LIBRARY
Acc. No: 39576

گرما و سرما (مطائبات) حضرت ادیب اے آبادی کے قلم سے
غزل از راؤ بہادر حاجی محمد عبد المجید خاں منظر با عزت
سلطان ٹیپو شہید (ایک تاریخی مقالہ) از جناب ڈاکٹر اعظم کریوی
خواب راحت (نظم) از جناب شبیر احمد صاحب گورکھپور
قاسم پاشا (ایک ترکی ڈرامہ) خانصاحب حاجی محمد غلام حسن خانصاحب ایم آر اے - ایس ایف بی ای ای لندن
غزل از جناب سید نصیر الدین اصغر عابدی
موت کا سفر (افسانہ) از جناب انیس الدین احمد صاحب رضوی ایم اے - امروہہ
بھول جا ادب لطیف از جناب سلطان محمد صاحب
اُف نوہ (مزاحیہ مضمون) از جناب مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب دہلوی
لیلےٰ کے خطوط (ایک عشقی اصلاحی مضمون) از جناب قاضی عبد الغفار خاں صاحب چیرمین میونسپل بورڈ مراد آباد
ہدیۂ دل از جناب عزیز احمد صاحب عثمان آباد
کچھ کا کچھ (مزاحیہ مضمون) از جناب رشید احمد صاحب صدیقی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
حقیقت عریاں از جناب اشک خلیلی
عرب شاہ سوار - ایک تصویر اظہار خیال از جناب حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی
نوائے حزیں - (نظم) از جناب شیخ افتخار علی فلک
شملہ میں عید از جناب آغا حمید حسن صاحب دہلوی - ایم - آر - اے - ایس لندن
ہاکی ٹکل (مزاحیہ مضمون) از جناب سید احمد شاہ بخاری ایم اے - پطرس
انار کلی (ڈرامہ کا ایک باب منظر) از جناب سید امتیاز علی صاحب تاج - بی اے
حکیم الملت حضرت اکال الکل - مزاحیہ مضمون از جناب نظامی قدوسی صاحب ایم اے
منظومات - وغیرہ

فروری کا نیرنگ خیال

جنوری کے نیرنگ خیال میں ہم نے صاف اور واضح الفاظ میں لکھ دیا تھا کہ عید نمبر فروری اور مارچ کا مشترکہ ہوگا - اس اعلان کے بعد بھی کم از کم دو سو درخواستیں دفتر میں فروری نمبر کے لئے ہوئیں - جنہیں ہم نے آخری دنوں میں موصول ہوئیں ان کا جواب نہ دیا جا سکا - اس لئے یہاں پھر واضح کیا جاتا ہے - نیرنگ خیال شائع کرتا ہے - اور وہ عید نمبر ہوتا ہے - یہ فروری اور مارچ کا رسالہ ہے جس کی قیمت ہر ماہوار کے چندہ کے حساب سے دو ماہ کی قیمت ہے - سلطان ٹیپو اور اس میں ایک ادبیہ کا رسالہ پیش کرتے ہیں اور ناظرین کو ہر کا فائدہ رہتا ہے - اس کے بعد یکم اپریل کو نیرنگ خیال شائع ہوگا - انشاء

(ایڈیٹر)

ناول ثریا

ناول ثریا - جو نیرنگ خیال بک ڈپو سے شائع ہوا تھا - اس کے ٹائیٹل پر جو یہ لکھا ہے کہ ہم نے اسے نیرنگ عید میں - وہ غلط ہے - بلکہ جملہ حقوق بحق مصنفہ محفوظ پڑھنا چاہیے۔

(ایڈیٹر)

شذرات

ہر اچھی کتاب کا دیباچہ لکھنا ضروری ہے - تو کوئی وجہ نہیں کہ رسائل کے ہر خاص نمبر پر بھی ابتدائی اوراق میں کچھ ذکر نہ کیا جائے - نیرنگ خیال کے خاص نمبر
اور پسندیدہ کتابوں کی طرح مقبول و معروف ہیں جس طرح سے شائقین اچھی کتابوں کو سنبھال کر رکھتے ہیں اسی طرح سے ان خاص نمبروں کو حفاظت سے رکھتا ہے
باعث وہ مضامین ہوتے ہیں - جو مختلف اہل قلم کے سوچ بچار اور تحقیق و جستجو کا نتیجہ ہوتے ہیں - درحقیقت یہ مضامین بڑی بڑی کتابوں سے
اور وقیع ہیں - سالنامہ نیرنگ خیال ۱۹۳۰ء جو دسمبر ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا تھا - گذشتہ سال کے سالنامہ سے بقدر ایک ہزار کے
تھا - لیکن حالت یہ ہے کہ کم از کم سال کے بقیہ سات مہینوں کے لئے ہمارے پاس کوئی کاپی پبلک کی مانگ کو پورا کرنے کے لئے باقی نہ رہ سکی
یہ ہے کہ ڈیڑھ روپیہ جیسی قلیل رقم میں ایسی مصور کتاب کہاں سے مل سکتی ہے؟ سالنامہ نیرنگ خیال تو گویا درجنوں کتابوں کا کام دیتا ہے
ذوق و شوق سے خریدتے ہیں - گذشتہ سال ہم نے عید نمبر بھی ایک ہزار زائد چھاپا تھا - لیکن امسال مطبع والوں نے غلطی سے
چھاپ دیا ہے - جس تعداد میں معمولی نمبر شائع ہوتا ہے - اس لئے عید نمبر ۱۹۳۰ء کے جلدی نایاب ہو جانے کا پورا پورا امکان ہے
عید نمبر کے لئے جس قسم کے مضامین مہیا کئے گئے ہیں - وہ واقعی عدیم النظیر ہیں - اس عید نمبر میں مولینا عبدالمجید صاحب سالک
لے عرب کے حدی خوانوں کی شاعری کے عنوان سے سات دلچسپ گیتوں کا ترجمہ کیا ہے - دراصل یہ ترجمہ نہیں ایک مستقل تصنیف معلوم
خواہ کتنے ہی مصروف کیوں نہ ہوں - پھر بھی بقول مولینا سالک "نیرنگ خیال اپنا خراج ضرور وصول کر لیتا ہے" ہم اس فقرہ کو
کل کرتے ہیں - جو نیرنگِ خیال اور مولینا سالک کے درمیان چھ سالوں سے قائم ہیں - اور انشاء اللہ ہمیشہ قائم رہیں گے ؁
لاوہ مولینا سالک صاحب کی ایک مقبول نظم نعرۂ جہاد کے عنوان کی تحت میں درج کی گئی ہے - مولینا سالک کی یہ نظم بہت
آج اسے اس لئے بھی شائع کرنے کی ضرورت تھی - کہ ہم ایک تصویر نعرۂ جہاد بھی شائع کر رہے ہیں - آج اس نظم کے ساتھ
ا ہے ؁

اے - ایل - ایل - بی - نیرنگ خیال کے اُن قلمی معاونین میں سے ہیں - جن پر نیرنگ خیال فخر کر سکتا ہے - آپ نے
- بلند پایہ علمی مضامین اور ..... بہت کچھ لکھا ہے - اس عید نمبر میں بھی اُنھوں نے نیرنگِ خیال کے علم دوست طبقہ
یے بلند پایہ علمی مقالہ لکھا ہے ؁

درج ہیں - جو یقیناً ایک پورے ناول کے برابر ہیں - ایک تو ملک بہزبہ الدین ہے جسے انگریزی میں پروفیسر محمد
نے لکھا تھا - اور جناب محمد عطاء الرحیم صاحب ایم اے ایل ایل بی نے اسے اردو کا جامہ پہنایا ہے - معلوم ہے
صوفت کے تمام افسانوں کا ترجمہ کتابی صورت میں شائع کر رہے ہیں - دوسرا افسانہ موت کا سفر ہے - یہ
ایم اے نے لکھا ہے - قیصر ولیم کی باجبروت شخصیت جب سلطنت کی باگ ڈور چھوڑتی ہے - تو بجھتی ہوئی شمع کی طرح
ہتی ہے - اس افسانہ میں بھی قیصر ولیم کی آخری کوشش کا ذکر کیا گیا ہے - ہمارے خیال میں یہ افسانہ بے حد دلچسپ ہے ؁
ب کے مشہور انشا پرداز ہیں - ہم جناب سید اظہار الحق صاحب ایم اے - ایل ایل بی وکیل کے ممنون ہیں کہ انھوں نے

سجاد حیدر صاحب پرایک مقالہ عیدنمبر کے لئے لکھا ؁

مزاحیہ مضامین نیرنگ کا طغرائے امتیاز رہے ہیں ۔ چنانچہ یہ عیدنمبر بھی مزاحیہ مضامین سے لبریز ہے ؁ ایسے کو تیسا ۔ جناب چودھری سراج الدین صاحب نے لکھا ہے ۔ یہ ایک مزاحیہ لطیفہ ہے ۔ جن اشخاص کو کسی فوجی کی رعونت اور اکھڑپن کا تختہ مشق بننا پڑا ہوگا ۔ وہ اسے مزے لے لے کر پڑھینگے لیکن تمام فوجی ایسے نہیں ہوتے ۔ ان میں حلیم اور بردبار بھی ہوتے ہیں ۔ تنک مزاج اور گنوار بھی ؁

اُوتھ ۔ مرزا فرحت اللہ بیگ صاحت دہلوی نے لکھا ہے ۔ گو یہ مضمون آپ کا کوئی تازہ مضمون نہیں ۔ لیکن ناظرین نیرنگ خیال یقیناً ایک نئی چیز ہے ۔ فرحت صاحب کے مضامین اس وقت ملک میں بے حد مقبول ہیں ۔ کچھ کا کچھ ایک مزاحیہ مضمون ہے ۔ جو جناب صدیقی پروفیسر مسلم یونیورسٹی کی قلمی ایجاد ہے ۔ اگر آپ ٹھوسیات اور فرحیات کو پہلو بہ پہلو دیکھنے کے خواہشمند ہوں تو پروفیسر صاحب کے مضامین بغور مطالعہ فرمایا کریں ۔ ہمیں امید ہے کہ کچھ دن بعد اقلیدس ۔ الجبرا ۔ فلسفہ ۔ اور ادب لطیف کے ملاپ سے جو لٹریچر پیدا ہوگا وہ صرات لازوال کوششوں کا ہی نتیجہ ہوگا ۔ شکم الملت حضرت اکال الکل ۔ ایک بہت بڑے پیٹو کی سچی داستان ہے ۔ جسے جناب نظامی قدوسی نے لکھا ہے ۔ ہم صرف اسقدر لکھنا چاہتے ہیں ۔ کہ اس مضمون کے راوی جناب نظامی قدوسی صاحب بھی حضرت اکال الکل کے بڑے بھائی ضرور ہیں ؁ گرما دسرما ۔ ایک لاجواب مزاحیہ مضمون ہے ۔ جو نیرنگ خیال کے مشہور قلمی معاون جناب ادیب ملیح آبادی کے قلم "ادیب" کے مضامین بہت مقبول ہیں ۔ اور اکثر اصحاب مندکرتے ہیں ۔ کہ آپ کے چہرہ سے نقاب اٹھا دیا جائے ۔ لیکن جو معشوق میں ہے ۔ اس کا لطف پس پردہ ہی خوب ہے ۔ بلاشبہ ادیب صاحب کا یہ مضمون مزاحیہ مضامین میں اول نمبر پر آتا ہے ؁

بالکل ۔ جناب پطرس صاحب کا مزاحیہ شاہکار ہے ۔ پطرس فطرت نگاری میں ہندوستانی پی کاک ہے ۔ پطرس امید ہے کہ ملک میں بے حد مقبول ہوگا ۔ ناظرین یہ سنکر خوش ہوں گے ۔ کہ پطرس کے تمام مضامین کا مجموعہ کتابی صورت میں خریدنے کو پیسے تیار رکھئے تفصیل کسی دوسری جگہ ملاحظہ ہو ؁

صرف ایک نمبر میں چھ مزاحیہ مضامین شائع کرنا صرف نیرنگ خیال کی خصوصیت ہے ۔ بھائی شوکت تھانوی شاید سودیشی ریل کا بدل تجویز کر رہے ہیں ۔ ورنہ وہ عیدنمبر میں ضرور جلوہ فروز ہوتے ۔ جناب ملا رموزی صاحب بھی لے آئے ہیں ۔ جب عیدنمبر کی کتابت قریب الاختتام ہے ۔ کوشش کروں گا کہ یہ مضمون بھی درج ہو جائے ورنہ دوسرے نمبر کی

خواجہ عبدالرؤف صاحب عشرت کا مضمون "شاہی پہلوان" ایک تمدنی مقالہ ہے ۔ جس میں قدیم اودھ کے شاہی خاندان او تعلقات پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔ اس قسم کے مضامین رسائل کی جان ہوتے ہیں ۔ لیکن ایک بات میں ہمیں عشرت صاحب سے اختلاف ہے کہ پنجابی پہلوان وہاں کشتی لڑنے گیا تھا ۔ حقیقت یہ ہے کہ پنجاب کے ادنٰے درجہ کے اور گمنام پہلوان جنھیں یہاں ناموری حاصل نہیں ہوتی وہ میں جاکر کافی شہرت حاصل کر لیتے ہیں ۔ ورنہ پنجاب میں اس نام کا کوئی نامور پہلوان نہیں سُنا گیا ۔ جس کا عشرت صاحب نے گیا ہے ؁

ڈاکٹر اعظم کریوی صاحب کا مضمون سلطان ٹیپو شہید ایک تاریخی مقالہ ہے ۔ جو مفید معلومات سے لبریز ہے ۔ اور سلطان ٹیپو زاویہ سے روشنی ڈالتا ہے ؁

(ایڈیٹر)

قاسم پاشا ایک ترکی ڈرامہ ہے ۔ ہم جناب خان صاحب حاجی محمد غلام حسن خان صاحب کے ممنون ہیں کہ انھوں نے اسے نیرنگ خیال کے لئے مرتب فرمایا ۔ اس میں میدان جنگ کے خونریز مناظر کے ساتھ حسن و عشق کی داستان رزم میں بزم کا نقشہ دکھاتی ہے ؁

لیلےٰ کے خطوط - ہندوستان کے نامور ادیب جناب قاضی عبد الغفار خاں صاحب جو اس سے پیشتر کہکشاں اور نقیب میں لکھا کرتے تھے - کا لاجواب
ادبی شاہکار ہے - قاضی صاحب چھ سات سال سے چپ چاپ گوشۂ تنہائی میں پڑے تھے - انھیں دوبارہ بزم ادب میں جلوہ افروز کرانے کا فخر
نیرنگ خیال کو حاصل ہوا ہے - لیلیٰ کے خطوط کیا ہیں - عبرت و موعظت کے باب ہیں - ملک کی تمدنی اور معاشرتی خرابیوں کو اگر ان الفاظ میں بے نقاب
کیا جائے - تو ملک میں اصلاح کا دور جلد شروع ہوسکتا ہے - اس قسم کی جرأت ہاؤ ٹو ماٹائم نیوز مین سنگ اندیا میں دکھاتے ہیں - جہاں وہ گھناؤنی گھناؤنی
کمزوریوں کو بے نقاب کرتے ہیں - یا قاضی عبد الغفار صاحب نے بلند ترین ادبی معیار کو مدنظر رکھتے ہوئے نیرنگ خیال کے عید نمبر میں ان خطوط
کے ذریعہ سے کی ہے - جسے امید ہے کہ ملک اسی نقطۂ نظر سے مطالعہ کرے گا - جس نیت سے وہ لکھے گئے ہیں - یقین ہے کہ قاضی صاحب اس سلسلہ کو
قائم رکھیں گے ۔

حضرت خواجہ حسن نظامی مدظلہ العالی کو نیرنگ خیال سے جو انس ہے - یہ اس کا نتیجہ ہے کہ ہر خاص نمبر کے لئے ہمیں ان سے ایک مضمون
ملتا ہے - عرب شاہ سوار ایک تصویر پر اظہار خیال ہے - تصویر بھی دیکھئے اور مضمون بھی - خطوط اور الفاظ کے نقوش کا یکساں لطف
لیجئے

دلی کی نسوانی زبان کے یکتا ماہر جناب آغا حیدر حسن صاحب نے شملہ میں عید کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے - یہ نادر مضمون ایک
سلسلہ کی ایک قسط ہے - دیکھئے آغا صاحب نیرنگ خیال میں اس سلسلہ کو مکمل کرتے ہیں یا کوئی دوسرا سلسلہ عنایت فرماتے ہیں ہم عنقریب
ہی ایک مضمون کو مصور شائع کریں گے ۔

انارکلی کے چند باب اس سے قبل نیرنگ خیال کے صفحات پر نمایاں ہوکر ملک سے تحسین و آفرین کا خراج وصول کر چکے ہیں - ہمارے
پاس کئی استفسارات انارکلی کے ڈرامہ کے متعلق دفتر نیرنگ خیال میں موصول ہوتے تھے - شاید آج تک اور کسی کتاب کے لئے موصول
نہ ہوئے ہوں گے - (ہم نہیں کہہ سکتے کہ لٹریچر کے مضامین کے متعلق آرڈروں کی رفتار شاید انارکلی سے کبھی بڑھ جائے) ناظرین یہ سنکر مسرور
ہوں گے کہ انارکلی کا مسودہ کتابت کے لئے دیدیا گیا ہے - اور ایک دو ماہ میں اس کا شاندار ایڈیشن آپ کو پیش کرسکیں گے - انارکلی کیا
چیز ہے - سنیے پڑھیے اور دیکھئے کہ مغلیہ خاندان کا شہزادہ عشق و محبت کی دیوانگی میں کیا کچھ کر بیٹھتا ہے - باپ شفقت پدری اور فرائض
جہانبانی کی کشمکش میں مبتلا ہے - ماں شفقت مادری اور شوہر پرستی کے درمیان اپنے پیارے بیٹے کی آرزوؤں کو بر لانے کے لئے کیا
تجویز کرتی ہے - دلآرام اپنی ناکام محبت کا کیسا خوفناک انجام دیکھتی ہے - یہ ڈرامہ انسانی الفاظ میں نہیں جذبات کی مصوری میں لکھا گیا ہے
جناب نظامی قدوسی ایم اے نے شکم الملت حضرت اکمل الکل کی داستان لکھ کر ملک کے کثرت نوری کے عادی پیچو حضرات پر احسان عظیم
کیا ہے - اس مضمون کا حقیقی لطف تو شاید وہ چند معدودے اصحاب اٹھا سکیں گے - جو حضرت اکمل الکل کی شخصیت سے ذاتی طور پر متعارف ہیں -
ہم ناظرین کو اس حقیقت سے آشنا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں - کہ اس مضمون کے راوی حضرت نظامی قدوسی ایم اے بھی اس جماعت سے
ہیں جو زیارت خوبی کو مرض الفقر سے معتبر بنا رہی ہے ۔

محمد دین صاحب تاثیر ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کا افسانہ دوہری شرط لاجواب ہے - تاثیر صاحب کا ترجمہ مصنف کے حقیقی
جذبات کا آئینہ بن رہا ہے - تاثیر صاحب اب نیرنگ خیال کے لئے متعدد مضامین اور کتابیں لکھ رہے ہیں - جنہیں ہم وقتاً فوقتاً پیش کرتے رہیں گے ۔
دیگر ادارت کی طرف سے نیرنگ خیال میں کچھ درج نہیں - جناب حنیف ہاشمی صاحب نے "اسلام کا شاندار مستقبل" کے عنوان سے ایک مضمون
بھی لکھا تھا - لیکن وہ اس قدر ضخیم تھا - کہ ہم نے اسے ایک کتابی صورت میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے - جونہی کہ حنیف صاحب نظر ثانی کے بعد بھیج دیں گے

ہم اسے کتابی صورت میں شائع کر دیں گے۔ حفیظ ہاشمی صاحب دہلی میں ایک انگریزی اخبار کے ایڈیٹوریل سٹاف میں تشریف لے گئے ہیں۔ چونکہ انھیں یہاں سے دوگنا تنخواہ مل گئی تھی۔ اس لئے ہم نے انھیں روک کر اُن کا نقصان پسند نہیں کیا۔

ہم نے نیرنگِ خیال کے لئے پانچ افسانے لکھے تھے۔ مختصر افسانے۔ لیکن جگہ کی قلت کی وجہ سے شاید کوئی افسانہ بھی عید نمبر میں شائع نہ ہو سکے یا زیادہ سے زیادہ ایک افسانہ درج ہوگا۔ اس لئے ہم نے ایک افسانہ رسالہ ادیب کو بھیج دیا ہے۔ کیونکہ اُن کے تقاضے سوہانِ روح ہو رہے تھے۔ دوسرا افسانہ اسلامیہ کالج کے سالنامہ کریسنٹ کے لئے دے دیا ہے۔ تیسرا افسانہ روزنامہ انقلاب کے خاص نمبر کے لئے بھیج دیا ہے۔

البتہ ناظرین نیرنگ خیال کی تفننِ طبع کے لئے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ نیرنگ خیال کا جولائی نمبر بھی خاص نمبر ہوگا جس کا نام ایڈیٹر نمبر ہوگا۔ اس میں تمام مضامین ایڈیٹر کے قلم سے ہوں گے۔ یہ نمبر از سر تا پا مصور ہوگا۔ انشاء اللہ یہ نمبر کیا بلحاظ تصاویر اور کیا بلحاظ مضامین کے تنوع کے آپ پسند فرمائیں گے اس نمبر میں ہم اردو اخبار نویسی کا ایک نیا کارنامہ پیش کریں گے۔ اس نمبر کی قیمت آٹھ آنہ ہوگی۔ لیکن نیرنگِ خیال کے خریداروں کو جولائی نمبر کے معاوضہ میں مفت ملے گا۔

مضامین پطرس

جناب پطرس کی ظرافت نگاری کی سب سے بڑی شہادت وہ مضمون ہے۔ جو نیرنگِ خیال کے عید نمبر کی زینت ہے ہم یہ خوش خبری سناتے ہیں۔ کہ عنقریب یہ مضمون اور حضرت پطرس کے تمام وہ مضامین جو مختلف رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ ایک کتابی صورت میں شائع ہوں گے۔ اس کتاب میں مطبوعہ مضامین کے علاوہ غیر مطبوعہ مضامین بھی شامل کئے گئے ہیں۔ یقیناً یہ کتاب اردو ادب میں ایک شاندار اضافہ ہوگی۔ کتاب اس وقت پریس میں ہے انشاء اللہ آئندہ نمبر کی اشاعت کے ساتھ ہم اسکے شائع ہو جانیکا اعلان کرینگے۔

پطرس کی ظرافت پر نیرنگ خیال کے آئندہ نمبر میں حضرت تاثیر کا ایک اعلیٰ تنقیدی مضمون شائع ہوگا۔ جس کے مطالعہ سے آپ ہندوستان کے اس ای کاک کے کمالاتِ فن سے بخوبی آگاہ ہو سکیں گے۔ پطرس کی ظرافت اور تاثیر کا تنقیدی مقالہ ایک نادر امتزاج ہوگا جو اپریل نمبر کی جان ہے۔

اپریل نمبر میں تاثیر صاحب کے اس تنقیدی مقالہ کے علاوہ جناب سلطان احمد کا ایک افسانہ شائع ہوگا۔ جو اس قدر دلچسپ ہے کہ بغیر ختم کئے چھوڑنا محال ہے۔ حضرت شہاب برنی نے برزو اور رستم کے نام سے ایک ڈرامہ لکھا ہے۔ جس کے دو منظر اپریل نمبر میں شائع ہوں گے جن لوگوں نے حضرت آغا حشر کے ڈرامہ رستم کا ایک منظر سالنامہ میں دیکھا تھا وہ حضرت شہاب برنی کے ڈرامہ رستم کا خوب لطف اٹھائیں گے۔ بدر الاسلام فضل بی اے کا ایک افسانہ انتقام بھی اپنی نوعیت کی پہلی چیز ہے۔ مرزا عظیم بیگ صاحب چغتائی بی اے ایل ایل بی کا افسانہ "ہماری کورٹ شپ" ایک مزاحی افسانہ ہے جس کا لطف پڑھنے سے حاصل ہوگا۔ مرزا محمد جعفر حسین بی اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ لکھنؤ کا ایک مضمون معیارِ تنقید بھی۔ لاجواب ہے۔ اس کے علاوہ متعدد مضامین نظم و نثر اپریل نمبر کی زینت ہیں۔

(ایڈیٹر)

نعرۂ جہاد

مجاہدین و شہدا

(از جناب مولانا عبد المجید صاحب سالک بی اے)

تمھیں سے اے مجاہدو! جہان کا ثبات ہے　　شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
تمھاری مشعلِ وفا فروغِ شش جہات ہے　　تمھاری ضو سے پُرضیا جبینِ کائنات ہے
کواکبِ بقا ہو تم جہاں اندھیری رات ہے

[بتـ]ـے بے نظیر ہے معارف و نکات میں　　کہ فرق ہے تمھاری اور عوام کی حمات میں
[یہ] امتیاز ہے دوام میں ثبات میں　　جدا ہو کائنات سے تو محو اس کی ذات میں
بقا ہے جس کی ذات کو وہ اک خدا کی ذات ہے

مجاہدوں کے بازوِ فلک فگن عجیب ہیں　　بہادروں کے پنجہ ہائے تیغزن عجیب ہیں
یہ جسم ہائے خونچکان و بے کفن عجیب ہیں　　مجاہد و شہید کے یہ بانکپن عجیب ہیں
حیات بھی حیات ہے تو موت بھی حیات ہے

زکوٰۃ دے اگر کوئی زیادہ ہو تونگری　　بکھیر دے اناج اگر تو فصل ہو ہری بھری
چھٹیں جو چند ڈالیاں نمو ہو نخلِ تاک کی　　کٹیں جو چند گردنیں تو قوم کی ہو زندگی
لہو جو ہے شہید کا وہ قوم کی زکات ہے

بلائیں جن کی قوم لے تمھیں وہ شہ سوار ہو　　تمھیں وہ سرفروش ہو تمھیں وہ جاں سپار ہو
تمھیں دفاعِ و احترامِ دین کے ذمہ دار ہو　　جو تم نہ ہو۔ تو امن کی بنا نہ استوار ہو
تمھاری تیغ ضامنِ نظامِ کائنات ہے

سالکؔ

دُرِ شاہوار

عرب کے حدی خوانوں کی شاعری

صحرائے عشق کے ہنگامہ خیز جذبات

(از جناب مولانا عبد المجید صاحب سالک بی اے مدیر روزنامۂ انقلاب)

عرب کے ہر بدو اور ہر حمال کو حدی کے چند ولولہ انگیز گیت ضرور یاد ہوتے ہیں۔ جب قافلہ صحرا کی بے پایاں وسعت کو طے کرتا چلا جاتا ہے۔ اور اونٹوں کی رفتار میں کسیقدر سستی آجاتی ہے اور محمل گراں ہونے لگتے ہیں تو ریگستان کے یہ عشق آموز فرزند حدی کے گیت گانے لگتے ہیں۔ شرکائے کارواں کے قلوب میں ان گیتوں سے نئے نئے ارمانوں کی اُمنگیں برانگیختہ ہوجاتی ہیں۔ اور عرب کے سخن فہم حیوان بھی ان کو سُنتے ہی سبک گام اور تیز خرام ہوجاتے ہیں۔ ذیل میں ان چند گیتوں کا آزاد ترجمہ درج کیا جاتا ہے :-

موسمِ گرما کا قمرِ عُریاں

جب تو ایک تاریک خلوت خانے میں اپنے اُترے ہوئے اور بکھرے ہوئے ریشمین لباس میں سے اُٹھتی ہے۔ اے میری رات کی ملکہ! جب تو اُٹھتی ہے اس حال میں کہ تیرے مرمریں جسم پر کنگن اور مالا کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ تو موسمِ گرما کے اس عریاں اور سبک خرام چاند کے مانند ہوتی ہے جس کی درخشانی ساری کائنات پر تنہا حکمرانی کرتی ہے!

پیغام

صبح تیرے لئے مبارک ہو! اے آتشیں رکاب ... کے سوار! تیرا سفر کامیاب ہو!

اگر اس حسین، پری چہرہ کے قبیلے کے پاس تیرا گذر ہو، تو میرے آقا! اس کی ابروئے خمدار کا حال ضرور پوچھنا! آہ !! اسے ::

میرے لئے آہیں نہیں بھرتی!

اس کی فراموش کاری ایک سنگِ مزار ہے۔ جو میری آرزوؤں کی نعش پر نصب کر دیا گیا ہے! اے سوار! اس سے التجا کرنا کہ وہ مجھے اس قیدِ مرقد سے رہا کر دے!

اُس سے کہنا۔ کہ میں غزل سرا ہوں ——

اُس کے جسم کا جو آبِ رواں میں شاخِ نیلوفر کی طرح جھک جاتا ہے!

اُس کے رخسارِ آتشیں کا، جو پیغمِ ارغوانی کی طرح شوخ رنگ ہے!

اُس کے ہلالِ ابرو کا، جس پر کاجل کی تحریر عقل و دانش کو مسحور کر دیتی ہے!

خدارا اُس سے کہنا۔ کہ میں گیت گاتا ہوں ——

اُس کے پیارے لبوں کی شان میں، جو ایسے سرخ ہیں جیسے کسی شمع کے شعلے کا عکس شمد پر لوح رہا ہو

یا شرابِ لالہ رنگ کی صراحی آگ کی روشنی میں جھلک جھلک کر دل کو مدہوش بنا رہی ہو!

اُس سے کہنا۔ کہ میں توصیف کرتا ہوں ——

اُس کی گردنِ بلوریں کی جس کے گرد نکہت پاش پھولوں کے ہار پڑے ہوں!

غزالہ

جب تو اپنے مخطط ریشمیں نقاب میں سے میری طرف دُزدیدہ نگاہیں اُٹھاتی ہے اے غزالہ! تیری چھاتیاں لرزنے لگتی ہیں!

جب میں تجھ سے ملتا ہوں۔ تو ایک صحرا کی غزالہ کی مانند دہشت زدہ ہو جاتی ہے!

کیا آتشِ عشق کی وہ بھٹی جو میرے سینے میں روشن ہے تیری نزاکت و ملائمت کو جھلسا دیتی ہے؟

محبت کا وہ بے پایاں سمندر جو میرے دل میں ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور تیرے نرم و نازک پاؤں کے تلے پہنچ کر خشک ہو جانا چاہتا ہے، کیا وہ اس قدر خوفناک ہے۔ تو اُس میں اپنے پاؤں دھونے کی جرأت بھی نہیں کر سکتی؟

کیا تو نے معلوم کر لیا ہے، کہ اللہ نے جذبۂ عشق کو ایک دہکتی ہوئی بھٹی اور ایک گرجتے ہوئے مواج سمندر سے بنایا ہے؟

میری آرزو کی موج اور میری تمنا کا شعلہ دونوں تیرے گوہریں جسم اور صدف نما دل کے گرد رقص کر رہے ہیں!

یہی وجہ ہے کہ جب تو اپنے مخطط ریشمیں نقاب میں سے میری طرف دُزدیدہ نگاہیں اُٹھاتی ہے اے غزالہ! تو تیری چھاتیاں لرزنے لگتی ہیں!

کیوں؟

کیوں اے غزالہ!

میں تیرے قدموں پر کیوں گرا جاتا ہوں

تیرے سپاہیوں کی جانسوز تلواریں کیوں بدستور درخشاں ہیں۔ اگرچہ تو باوفا ہے ؟
میرا عشق ایک ٹوٹی ہوئی چھری کے مانند کیوں ہے ؟
تیرا حسن انسانوں کی عقل کو کیوں پریشان کر رہا ہے ؟
اور تیرا پرشکن ابرو انہیں زنجیروں میں کیوں جکڑے ہوئے ہے ؟
میرا باغ کیوں ویران ہے ؟
میری شاخوں کے زرد و خشک پتے زمین کی پنہائی پر کیوں بکھر پڑے ہیں ؟
تیرا مرغزار جس میں معطر گلبنوں کی شمیم کھیل رہی ہے۔ میرے ہی لئے کیوں بند ہے ؟
تیرا جسم میری بے پناہ آرزوؤں کا مرکز کیوں بنا ہوا ہے ؟ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے مجھے شراب کی مانند کیوں پاتے ہیں ؟

پیغام قمر

چاند نے تیرا نیلے حریر کا نقاب مستعار لے لیا۔ اور مجھے ایک پیغام پہنچایا !
میں نے اپنے سفید گھوڑے کو قتل کر دیا۔ اور رات کے خرمن میں آگ لگادی۔ تاکہ تیری آغوش میں پہنچ جاؤں !
تو میرا انتظار کرتی رہی۔ جس طرح سوسن کی ایک کیاری سایہ دار قالین پر پڑی ہو !
میرے ہونٹ تیری گردن کے لذیذ بوسوں سے شیریں اور تیرے پاؤں کی حنا سے تلخ ہو رہے ہیں !

ساحری

اے ریگستان کی کیلی ! میں سعید کے عشق میں تجھے جلاتی۔ وہ چیتے کے بازو کی طرح سبک اور قوی ہے !
اے نیلوفر کی جڑ ! مجھے تجھے کیلی کے ساتھ ملاتی ہوں۔ تاکہ سعید میری آرزو میں دیوانہ ہو جائے !
اے عقاب کے پودے ! اپنی شاخیں لے کر آ۔ اور آگ کا ایک شعلہ بلند کر۔ تاکہ میرے جال کا تصور اس خیال کے آئینے میں پائدار ہو جائے !
اے آتشیں سیب ! اگر دنیا جہان کی عورتیں مل بھی جائیں۔ تو اسے مجھ سے جدا کرنے پر قادر نہ ہو سکیں !
اے ریحان ! میرا محبوب میرے ہونٹوں پر اس طرح گر جائے جیسے شکستہ پر عقاب گر جاتا ہے۔ اور پھر اٹھ نہیں سکتا !
اے بنفشئی انجیر ! میرا شوہر بہت بوڑھا ہے۔ ماشاءاللہ اس پر خواب غفلت طاری کر دے !
اے دنیا جہان کے پودو ! ایک کمسن سال اور غیور آدمی کی عقل و خرد پر مہر لگادو۔ اور مجھے سعید کی آغوش کے حوالے کر دو جو چیتے کے بازو کی طرح سبک اور قوی ہے !

عیش میں طیش

ایک دن میں نے تجھے بہت ناراض کر دیا!

تو اپنے دریا نما گیسوؤں کو لئے ہوئے غصّے میں آگ ہو کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ تو نے اپنے لباس کی پیاری آستینیں چڑھالیں! تیری اُنگلی پر انگشتری کے نگینے آنکھوں کی طرح چمکنے لگے۔ اور تو نے میرا مقابلہ کیا!

تیرے پاؤں شگوفوں سے بندھے ہوئے تھے۔ تیری ایڑیوں میں پھولوں کے گجرے اُلجھ گئے تھے۔ تو کانپ رہی تھی۔ اور ایسی خوبصورت نظر آتی تھی۔ جیسے چاندی کی تلوار!

لیکن مجھے تیرے غصّے کو فرو کرنے کا افسوس یاد تھا۔ میں نے زیرِ لب وہ افسوں پڑھا۔ پیارے غزال! تیری آنکھیں ایک تاریک دریا میں تاروں کی طرح چمکنے لگیں اور تیرا چہرہ رات کی جھیل میں ڈوبا ہوا چاند بن کر رہ گیا!

نوحہ

میرا دل شعلوں کی لپیٹ میں آگیا!

وہ نازک و نازنین عزیزہ کے مزار میں مدفون ہے!

کھجور کا نخلِ نورس کٹ کر گر پڑا!

انگورِ زرّیں کی بیل پامال ہوگئی!!

عزیزہ کی صہبائے حیات بہ کر خاک میں مل گئی!!!

میں بہت شجاع و بہادر ہوں۔ لیکن موت نے میری شجاعت کا بھرم کھول دیا!

کھجور کا نخلِ نورس کٹ کر گر پڑا!

انگورِ زرّیں کی بیل پامال ہوگئی!!!

عزیزہ کی صہبائے حیات بہ کر خاک میں مل گئی!!!

اُس کی دونوں چھاتیاں ایک وحشی غزالہ کے بچّوں کی مانند تھیں!

میں اُن کو سیب سے تشبیہ دیتا تھا! میرے ہاتھ اُن کے مس سے کبھی نہ تھکتے تھے!

وہ میری مادیاں ہیں۔ کوئی اَور سوار اُس پر قابو نہ پاسکتا تھا!

کھجور کا نخلِ نورس کٹ کر گر پڑا!

انگورِ زرّیں کی بیل پامال ہوگئی!!

عزیزہ کی صہبائے حیات بہ کر خاک میں مل گئی!!!

اخاص

سالک

نہ بھولنے والی راتیں

میری گذشتہ رات آنکھ جھپکے بغیر گذری +

جہاں تک میری یاد کام کرتی ہے، میری زندگی میں سات راتیں یوں بے خوابی سے گزری ہیں۔ میری عمر بھر پھولوں کے بستر پر بسر ہوئی۔ عیش کی بے خوابی والی راتیں بے تعداد گزری ہیں، لیکن یاد کھٹکنے والے کانٹے ہی رہتے ہیں۔ یہ راتیں سب کی سب آج میری آنکھوں کے سامنے پرچھائیں کی طرح پہلو بہ پہلو کھڑی ہیں۔ جیسے کسی مہیب ڈائن نے چاند کی ٹکیا کو دونوں ہاتھوں کی پھیلی ہوئی انگلیوں کے اوک میں لے لیا ہو +

پہلی رات وہ تھی جب عین آغاز شباب میں، جب آرزوؤں کی شراب امیدوں کے ساغر سے باہر چھلک رہی تھی، جب یہ وسیع دنیا، یہ بیکراں تاریکیوں کا سمندر میرے سنہری محلوں کا ایک چمکتا ہوا گنبد معلوم ہوتی تھی۔ ایک گیند تھی جسے میں چمپئی رہوار کا سوار شہزادہ دائیں بائیں ٹھکرا رہا تھا۔ عین آغاز شباب میں میری سالگرہ کے دن میری دایا روتی روتی میرے قدموں پر لیٹ گئی اور سسکیوں اور آہوں سے رک رک کر بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگی کہ میں چمپئی رہوار کا شہزادہ شہزادہ نہیں ہوں نہیں نہیں افسانوں کی طرح اس دائی کا لڑکا بھی نہیں ہوں جسے شہزادے کی جگہ نزع رسیدہ ملکہ کے پہلو میں ڈال دیا گیا ہو۔ بلکہ ایک لاوارث یتیم ہوں جس کی گزری ہوئی زندگی آنے والی زندگی سے کہیں زیادہ چمکدار تھی +

یہ پہلی رات تھی جب میں غم کے بھیانک چہرے کو پتھرائی ہوئی آنکھوں سے تک رہا تھا +

اور پھر دوسری رات آئی اور تیسری اور یونہی ہوتے ہوتے وہ رات بھی آئی! اور کئی عیش کی بے خوابی والی راتیں بھی آئیں جب نغموں کی گونج اور رنگوں اور شرابوں کے خمار آنکھوں کے ڈوروں کو سنہری زنجیریں بنا دیتے ہیں اور تھکی ہوئی پلکیں رات بھر بند ہونے سے محروم رہتی ہیں +

اب چوتھی اور پانچویں اور چھٹی غم کی راتیں آئیں جو بھیانک اور ڈراؤنی ضرور تھیں۔ مگر نہ اس رات کی طرح جب میں پہلے پہل غم کے روبرو ہوا۔ جب میں یوں بے حس پڑا تھا جیسے کسی کو مسلنے والی چکی کے پاؤں نے چکنا چور کر دیا ہو +

ایک ایک کر کے میری غم کی راتیں گذر گئیں۔ اس لاوارث معصوم کی طرح جو رات بھر چاند کی طرف بانہیں پھیلا پھیلا کر بلکتا رہے اور صبح کی گود میں اپنی آہوں کی تھپکیوں سے خاموش ہو کر سو رہے +

پھر وہ رات بھی آئی جب میرا دل خوشیوں کی ساری شراب چھلکا تھا اور تم نے اپنی مخمور نگاہوں سے اس تہی جام کو دیکھا اور یہ لبریز تھا۔ اور پھر بہت سی راتیں بھی آئیں۔ اور ان عیش کی بے خوابی والی راتوں میں وہ رات بھی آئی جب تم نے مجھے رات بھر نہ دیکھا۔ اور وہ رات بھی جب تم مجھے دیکھتے تھے اور میری نگاہیں پلٹ پلٹ جاتی تھیں +

اور ان راتوں میں وہ راتیں بھی آئیں جب میں پھر چمپئی رہوار کا شہزادہ تھا اور تم چمپئی رہوار کی شہزادی۔ اور ہم دونوں اپنے مرمری محلوں کے قرمزی فصیلوں والے باغوں میں گھومتے گھومتے رات کو صبح اور صبح کو رات کر دیتے +

آخر وہ رات آئی جسے میں غم کی آخری رات سمجھا کہ وہ غم کی پہلی رات کی طرح تاریک تھی۔ اور میں اُس کے بھیانک چہرے کو پتھرائی ہوئی آنکھوں سے تک رہا تھا۔ مگر تم پھر چھپی رہوار پر سوار ہو کر آ گئے اور ہم پھر سیاہ مست بافوں میں صبح کو رات اور رات کو صبح کرنے لگے +

لیکن آج رات کا شمار نہ بھول جانے والی خوشیوں کی راتوں میں اور نہ یاد رہنے والی غم کی راتوں میں ہے۔ ہم دونوں چھپی رہوار پر سوار قرمزی فصیلوں والے مرمری محلوں میں گھوم رہے ہیں لیکن میرا خوشیوں کی شرابیں لٹانے والا دل تہی جام ہے اور تم اسے اپنی مخمور نگاہوں سے بدستور دیکھ رہے ہو!

کیا یاد رہنے والی غم کی راتوں اور خوشیوں کی بھول جانے والی راتوں کی طرح یہ رات بھی گذر جائیگی؟!——

یمنی کشافی

کمال آسودگی

مطربہ حیا انداز کے گلے کو پہلی حرکت ہوئی۔ اُس نے اپنا پہلا گیت الاپا۔ اُس کے گانے میں کچھ نہ تھا مگر عشق کی بہجت آفرینیاں۔ اُس کے بول کچھ نہ تھے مگر مسرات محبت کی بارش —— وہ اثر آسودگی جو فیر ارادی تبسم کا موجب بن جاتا ہے اور وہ تبسم کچھ نہیں ہوتا۔ مگر ایک راز!

اس کا نغمہ نغزۂ بہار بنا —— اس موسم کا گیت تھا جس میں اُٹھتے ہوئے سورج کی شعاعیں کائنات کو اپنے لباس منور کے خندہ بہجت میں ملبوس کر دیتی ہیں، جب شام کی ابتدائی گھڑیوں میں بلند ہوتے ہوئے چاند کی کرنیں عالم کو اپنی مہتابی چادر کے متبسم مسرت کا جامہ پہنا دیتی ہیں!

ہاں، محبت کی پہلی مسرت اس کی اس غزل سرائی میں متشکل تھی۔ عشق کی شیریں لذتوں نے اُس کے بولوں کی صورت اختیار کر لی تھی! یہ گھڑی وہ گھڑی تھی جب ایک معمولی انسان فرشتہ بن جاتا ہے۔ اور اُس کے قدموں میں پر لگ جاتے ہیں۔ اُس کا گیت اس حالت کا آئینہ تھا کہ محبت اوّلاً ایک خواہش مسرور سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی!

کہا جاتا ہے کہ جہاں کہیں اور جب کبھی فضائے بسیط کا بار اس قسم کے زمزمے ہو جاتے ہیں تو موسیقی محبت کا اُستاد کامل وہیں کہیں چھپا ہوتا ہے۔ چنانچہ جس وقت اور جہاں یہ طرب سازی محبت ہوا کی موجوں کو ذی روح بنا رہی تھی "اُستاد کامل" ایک کنج میں پوشیدہ سُن رہا تھا۔ گانے کے آخری بول ابھی فضا میں گونج ہی رہے تھے کہ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی اور پھر فوراً ہی، اعتراف حالت میں، سرِ تسلیم خم کرتا نظر آیا۔ وہ یہی راگ اس سے قبل بھی صدہا بار سُن چکا تھا +

بہار جا چکی تھی اور اب خزاں کا موسم تھا۔ اُستاد کامل اپنے حلقے کے نوواردوں کو کبھی فراموش نہیں کرتا۔ موسم کے تغیر کے ساتھ اسے اپنے اس نئے شاگرد کی تلاش میں نکلنا لازمی تھا۔ اس کا تجربہ تھا اور وہی اب بھی دیکھا کہ اب اس مغنیہ دوشیزہ

کے لب خود بخود کشادہ نہیں ہو جاتے، اور اُس کے برقِ تبسّم کی جگہ اب اُس کی آنکھوں کے نرگسی پھول موسمِ بے شبنم آلود ہو جاتے ہیں۔ "مایوس نہ ہو کہ تیرا نغمہ کامل نہ ہوا، تیرے گیت دفن ہو گئے۔ موسیقیٔ محبت کا "اُستادِ کامل" تجھے حکم دیتا ہے کہ پھر گانے لگ تیرا نغمہ اب مکمل ہے ـــــ کیونکہ نغمۂ محبت کا اُستادِ کامل تو "غم" ہے"!

وہ مغنیہ پھر لحن طراز ہوئی، مگر اس کے اس دوسرے گیت میں کچھ تھا۔ مگر محبت کی مایوسیاں اور ناکامیاں ـــــــ آنکھوں میں چھلک رہی تھی اور ہونٹوں پر اس کا دل تڑپ رہا تھا! "اُستادِ کامل" قریب تر ہو گیا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ گانے کی کوئی ہلکی سے ہلکی گٹکری اور خاموش سے خاموش مرکی بھی اُس کے سننے سے رہ جائے۔ آخری تان کے ساتھ گانے والی کے چہرے پر طمانیت کی لہر دوڑ گئی۔ "اُستادِ کامل" بھی مطمئن ہوا کہ ارتقائے محبت کی "مسرت" تو اس کا "غم" ہے!

نغمۂ عشق کا اُستاد جب رخصت ہونے لگا تو اس سے کہا "جو محبت غم میں لذت نہ پائے وہ تو گہوارہ ہی میں مر چکی ہوتی ہے، دھوکے میں اس کی پرورش کرتے رہنا حماقت ہے۔ عشق کی قربانگاہ پر صرف دلوں کے چڑھاوے چڑھتے ہیں، اور یہی اس کی کامرانی ہے"!

وہ مطربہ اب بھی گاتی ہے، وہ مغنیہ اب بھی الاپتی ہے، لیکن اب اس کا نغمہ نغمۂ مسرت نہیں، اب اس کا ترانہ سوگواری نہیں، وہ تو اب محبت کے گیت محبت ہی کو سناتی ہے ـــــ کہ اب اُسے اپنے دل کا علم ہے جو نہ مسرت کا مرادف ہے نہ غم کا ہم معنی، بلکہ ایک کیفیت ہے جس کا کوئی نام نہیں!

ل۔ احمد

عورت

(ٹیگور کے جذبات میں)

(۱)

اے عورت! تو صرف خدا ہی کی صنعت نہیں، بلکہ انسان کی صنعت بھی ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے دلوں سے تجھے حسن بخشتے رہتے ہیں، شاعر تیرے لئے تخیل زریں کے تاروں سے نقاب بنتے رہتے ہیں۔ مصور تیرے پیکر کو بقائے تازہ دیتے رہتے ہیں۔ سمندر اپنے موتی دیتا ہے، کانیں اپنا سونا، باغ اپنے پھول۔ تجھے آراستہ کرنے کے لئے، تجھے پہنانے کے لئے، تجھے زیادہ قیمتی بنانے کے لئے۔

انسانوں کے دل کی آرزو نے اپنے جلوے سے تیرے شباب کو منور کر دیا ہے۔ تو نصف عورت ہے اور نصف خواب۔

---

(۲)

اے حسین عورت! تو ایک نظر سے اُن نغموں کی تمام دولت کو جو شاعروں کی بانسریوں سے نکلتے ہیں تباہ کر سکتی ہے۔

لیکن تو ان کی تعریفوں پر کان نہیں دھرتی۔ اس لئے میں تیری تعریف کرتا ہوں۔ تو مغرور سروں کو اپنے قدموں پر جھکا سکتی ہے
لیکن جن کو تو پرستش کے لئے منتخب کرتی ہے وہ تیرے بے نیاز شہرت محبوب ہیں۔ اس لئے میں تیری پرستش کرتا ہوں +
تیرے ہاتھوں میں یہ کمال ہے کہ تو ان کے اشارے سے شاہانہ شان و شوکت میں جاہ و جلال کا اضافہ کر سکتی ہے +
لیکن تو ان سے گرد جھاڑنے اور اپنے چھوٹے سے گھر کو صاف کرنے کا کام لیتی ہے۔ اس لئے تیرا رعب مجھ پر چھایا ہوا ہے +

---

(۳)

پیاری! اپنی حلاوتِ حُسن کی زنجیروں سے مجھے آزاد کردے +
میں تیری لطف و محبت کے غلافوں میں لپٹا ہوا تجھ میں گم ہوگیا ہوں +
اپنے سحر سے مجھے آزاد کردے اور میری محبت مجھے واپس دے کہ اپنا آزاد دل تجھے نذر کرسکوں +

حامد حسن قادری (لکچرر جانسن کالج آگرہ)

کسی کی یاد میں

جب ہم آنکھیں جھکا کر غور کرتے ہیں تو ہمارا خیال ایامِ رفتہ کی یاد تازہ کردیتا ہے۔ گویا ایک پریشان خواب دیکھ رہے۔ جو ہو بہو کسی کی تصویرِ نہاں سے مشابہ ہے +

اہ دگرد کے شور سے ان تعجب خیز خیالات میں کچھ بھی انتشار نہیں پیدا ہوتا بلکہ دھندلی تصویر اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے ہم بیتاب ہوکر آہ بھرتے ہیں اور کہتے ہیں..................

'یہ تو سب پہلے ہی دیکھ چکے ہیں۔ یہ سب ماضیات میں سے ہے۔ مگر علم نہیں کب اور کہاں دیکھا ہے'

پیاری!...... جب میں نے تیرے چہرے کو پہلی بار دیکھا تھا۔ ہمارے خیالات بھی ایک دوسرے کے لئے ایسے ہی تھے جیسے دو آئینے آمنے سامنے دھرے ہوں اور ایک کا دوسرے میں عکس پڑ رہا ہو۔ اگرچہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ کب اور کہاں ایسا ہوا +

مجھے معلوم ہو رہا ہے کہ میں تجھ سے بار بار ملا ہوں۔ اور ہم دونوں ایک دوسرے کے دل میں صرف پنہاں ہی نہیں، بلکہ بول چال میں بھی شریک رہے ہیں ———

(ٹینی سن)

شمیم صمدی

عید کا چاند

VICTORIA PRESS
Railway Road, LAHORE

ہلالِ عید

"ہلالِ عید" ہے جلوہ فروش گردوں پر
"ہلال" ہے یا گلستانِ چرخ کی مالن
لگا کے "کشتیٔ زر" میں سرود و عیش کے پھول
یا۔ سطحِ بحرِ فلک پہ ہے "آرزو کا صدف"
یا۔ بحرِ عیش میں قسمت کی "کشتیٔ سیمیں"
یا۔ وا ہوا درِ خمخانۂ نشاط و سرور
یا۔ دست "ساقیٔ گردوں" پہ ہے چھلکتا جام
یا۔ چرخ پر ہے نمایاں خوشی کا گہوارہ
یا۔ دست "مانی" قدرت کا شاہکار ہے یہ
یا۔ ہے "نہالِ تمنّا" کی تازہ تر کونپل
یا۔ انبساط و مسرّت کی اک نظر ہے یہ
یا۔ ظلمتِ شبِ غم میں ہے چشمۂ حیواں
یا۔ ہے سرور کے پرچم کا فتح خیز ہلال
یا۔ ہے یہ عشرتِ فردا کی مختصر تمہید

نشاط ریز ہوا انجمِ وہمہ واشوں پر
پہن کے نیلگوں ساری بہ نازِ صبر شکن
جو کر رہی ہے زمانہ کو پیشِ بہرِ قبول
یا۔ "مارِ چرخ" نے "من" رکھ دیا ہے غرب طرف
رواں ہے "منزلِ مقصد" کی سمت بانکیں
یا۔ "بابِ راحت" فردوسِ انبساط و سرور
یا۔ کوئی حور شمائل کھڑی بر لبِ بام
یا۔ "نورِ حسن کا" پرواز میں ہے طیّارہ
یا۔ "بوستانِ مسرّت" کی نو بہار ہے یہ
یا۔ "نازنینِ مسرّت" کے پیر کی چھاگل
یا۔ درد و غم کی "کن انکھی" پہ ہے جگر ہے یہ
یا۔ خرّمی کے گلِ تر پہ "تیتلی" ہے عیاں
جو بہرِ تیرہ نصیباں ہے موجبِ اقبال
دلوں میں کرتی ہے پیدا جو جوششِ امید

دعا گذار ہے رعنا بہ پیشِ ربِّ مجید
"ہلالِ عید" ہو مسعود بہرِ ملک و وطن
ہوں کامیاب مقاصد میں لیڈرانِ قوم
ہمارے ملک کو حاصل ہو کامل آزادی
ہوں اہلِ ہند امینِ گنجِ رستگاری کے

"ہلالِ عید" ہمیں دے مسرّتوں کی نوید
شگفتہ غنچۂ آزادی ہو بہ باغِ زمن
مثالِ مہرِ درخشاں ہوں اخترانِ قوم
ہو پیدا سازِ شکستہ سے نغمۂ شادی
درِ مراد ملے اشکِ حزن کے بدلے

جہانِ قلب کی یارب ہوا اس سے آبادی
کہ بزمِ ہند میں روشن ہو "شمعِ آزادی"

عابدہ بیگم رعنا

ہلالِ عید

مخلوق عالم منتظر بود — پریشاں بر فلک تا ہر نظر بود
بپا شد شور تبریک و مسرت — کہ حسن ماہ عالم جلوہ گر بود

عجب حیراں تحیّر خیز گشتم — کہ چوں من روئے ماہ عید دیدم
نہ یابم در رخش تاب مسرت — نگاہش ساکن و خاموش بینم

بہ گفتم "چوں دلت من خستہ دیدم؟ — چرا بائت بہ حسرت بستہ دیدم
نہ داری در نظر تاب مسرت؟ — بہ غم ابروئے تو پیوستہ دیدم؟"

بحسرت گفت با من ماہ عالم — "وفور عیش در عالم نہ یابم
بہ مسلم جلوہ پنہاں نہ بینم — جلالِ ملتِ بیضا نہ دیدم

بہ ہر چشمے چراغِ نور جویم — بہ ہر روئے سرور عید جستم
نہ می یابم بہ عالم رازدانے — نہ با کس حال قلب زار گفتم

نہاں در سینہ ام رازِ نہانے — نہ دارم حاجتِ شرح و بیانے
طپم مثل چراغ شعلہ در بر — نہ می آید بہ لب آہ و فغانے

اگر در سینہ نیش درد داری — بیا سوئے دلم با آہ و زاری
ببیں در چشم من تمہید حسرت — بجو از من وفورِ بے قراری

بہ درد قلب غمگیں رازداں شو — مثال آہ سوزاں سپہرگراں شو
اگر در سینہ روح قلب داری — بیا با من ہم آہنگ فغاں شو

بلقیس جمال
بریلوی

ہلالِ عید

فریب خوردہ ہماری طرح نہیں کوئی　نہ ہوگا ہم سا خرابِ وفا کہیں کوئی
سرابِ دہر کی زرکاریوں نے لوٹ لیا　ہمیں زمانے کی عیاریوں نے لوٹ لیا
شکوہ و جاہ، زر و بخت دولت و اقبال　دیا نہ ساتھ کسی نے، کمال ہو کہ جمال
عروسِ تیغ و قلم سے نباہ ہو نہ سکا　کہ تخت و تاجِ جہاں اہلِ شاہ ہو نہ سکا
بہارِ علم و ہنر نے کہاں فروغ دیا؟　ہماری گود میں پل کر ہمیں کو داغ دیا
یہ انقلاب! کہ بیگانہ ہو گئے اپنے　نصیب ہی یہ ستم ہے کہ سو گئے اپنے
خدا نے پھیر لیں آنکھیں، وفا کہیں نہ رہی　فلک فلک نہ رہا اور زمیں زمیں نہ رہی
ہلالِ عید پرانی روش پہ قائم ہے　وفا شعار ہے یہ، اس کا لطف دائم ہے

مزا شرابِ کہن کا چکھا ہی جاتی ہے
ہم اہل ہوں کہ نہوں عید آ ہی جاتی ہے

اختر انصاری دہلوی

حسرتِ عید

(از مولوی محمد فاروق صاحب دیوآنہ ایم۔ ایس۔ سی پروفیسر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)

حسرتِ دید رہی جاتی ہے　دل کی اُمید رہی جاتی ہے
اُن کو انکار گلے ملنے سے　اور مری عید رہی جاتی ہے

(مرسلہ حامد حسن قادری)

عید کے دن ایک تصویر کے دو رُخ

منم کہ یافتہ ام ذوقِ صحبتِ غم را
بہ صبحِ عید دہم وعدہ شامِ ماتم را

آج عید ہے۔ جس کو نازک خیالوں نے "سیلابِ نشاط" اور "طوفانِ مسرّت" کے کیف پرور نام دے رکھے ہیں دنیا کے ہر گوشہ میں فرزندانِ اسلام خوشیاں منا رہے ہیں۔ در و دیوار سے مسرّت و بہجت کی صدائیں آ رہی ہیں۔ بچّے بوڑھے، عورت، مرد سب کے سب سرور و شادمانی کے نشہ سے مخمور ہیں۔ مگر میرے کم بخت دل کی حسرت پرستیاں ملاحظہ ہوں۔ کہ اس مسرّت بخش تقریب پر بھی کتابِ ماضی کی ورق گردانی کر کے درسِ عبرت لے رہا ہے۔ اور "قصہ ہائے پارینہ" کی "یادوں سے" "داغہائے سینہ" کو تازہ کر رہا ہے

سب سے پہلے چشمِ تصور کے سامنے مغل شاہنشاہ کا با عظمت دربار آتا ہے۔ عید کا دن ہے۔ بادشاہ تختِ زرنگار پر جلوہ افروز ہے۔ امراء زرق برق لباس میں اپنی اپنی جگہ مؤدب بیٹھے ہیں۔ تمام دربار پر انوارِ نشاط و شادمانی محیط ہیں۔ کہ ملک الشعراء اُٹھتا ہے۔ مجرا عرض کرتا ہے۔ اور ایک پُرجوش آواز میں تہنیتِ عید کا قصیدہ پڑھنے لگتا ہے۔ جس کا کیف انگیز مطلع ہے

صباحِ عید کہ در تکیہ گاہِ ناز و نعیم
گدا کلاہِ نمد کج نہاد و شہ دیہیم

یہ مطلع کس قدر خوبی کے ساتھ بتا رہا ہے۔ کہ بادشاہ سے لیکر گدا تک سب ایک ہی نشہ میں سرشار ہیں ٭

پردہ اُٹھتا ہے۔ وہ شان و شوکت رخصت ہو جاتی ہے۔ نہ دہلی ہے نہ تختِ زرنگار۔ رنگون کا ایک گوشہ ہے اور شام کا وقت۔ ایک مصلّے پر خاندانِ مغلیہ کی آخری یادگار ابو ظفر بہادر شاہ نمازِ مغرب میں مصروف ہیں۔ نماز سے فارغ ہوتے ہیں تو ایک خواجہ سرا خدمت میں حاضر ہو کر مجرا بجا لاتا ہے۔ اور مبارکباد عرض کرتا ہے۔ ظلِّ سبحانی اُس سے دریافت فرماتے ہیں۔ کیسی مبارکباد؟ وہ عرض کرتا ہے۔ جہاں پناہ عید کا چاند نکلا ہے۔ یہ سنکر گردشِ فلک کے ستائے ہوئے بادشاہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ اور وہ ایک حسرت آمیز حیرت کے ساتھ پوچھتا ہے۔ "ہیں، کیا مغلیہ سلطنت کی تباہی کے بعد بھی عید کا چاند نکلتا ہے" اس ذرا سے جملے میں درد و حسرت کے طوفان پنہاں ہیں ٭

ان دونوں واقعات کا تقابل کسقدر حسرت خیز ہے۔ سچ ہے خوشی کا دارومدار دل پر ہے۔ کئی ایسی حرماں نصیب ہستیاں ہیں جن کو ہلال عید پیغام مسرت نہیں دیتا۔ بلکہ

سامانِ صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

اور عہد ماضی کی یاد سے ان کے زخموں پر نمکپاشی کرتا ہے۔ اور وہ علامہ اقبال کے لفظوں میں ایک حسرت کے ساتھ کہہ اٹھتے ہیں ؎

پیام عیش و مسرت ہمیں سناتا ہے
ہلالِ عید ہماری ہنسی اڑاتا ہے

یا بعض سوختہ ساماں اس طرح اظہار درد کرتے ہیں ؎

ہمارے غمکدۂ عشق میں خوشی کیسی
یہ تیری چھیڑ مہ عید ناگوار ہے آج

ریاض ۔ بی اے

عید کا چاند

کل شام کے وقت اپنے کمرے میں بیٹھی مطالعہ کر رہی تھی کہ کہیں سے "نظر آگیا! نظر آگیا" کی آوازیں سنیں دل میں سوچا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے ان بچوں کو کیا نظر آیا جو اس قدر خوشی سے آوازیں نکال رہے ہیں۔ باہر نکل کر دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا۔ دل میں سوچا کہ شاید ایسی خوشی میری قسمت میں نہیں ہے۔ پھر بھی اُن بچوں کی طرح کوٹھے پر چڑھی اور سارے آسمان پر نظریں دوڑانی شروع کیں۔ پھر بھی کچھ نہ دیکھا۔ پھر خیال کیا کہ شاید میرے ساتھ کوئی ڈھونڈنے والا نہیں اس لئے مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔ خیر اب تو اچھی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کیا۔ اہا! اب مجھے بھی نظر آگیا۔ وہ نیا چاند اُن اونچے اونچے درختوں کی چوٹیوں پر سے مسکراتا ہوا نظر آتا ہے۔ چاند کو دیکھتے ہی دل میں ایک قسم کی روشنی سی پیدا ہوئی اور دل کو مسرت حاصل ہوئی اور اقبال کے مندرجہ ذیل شعر گاتی ہوئی کوٹھے پر سے نیچے اتر آئی ؎

غرۂ شوال! اے نورِ نگاہِ روزہ دار
آ کہ تھے تیرے لئے مسلم سراپا انتظار
تیری پیشانی پہ تحریر پیام عید ہے
یعنی تیری شام صبح عیش کی تمہید ہے

سکینہ

دُوہری شرط

(افسانہ)

(از جناب محمد دین صاحب تاثیر۔ ایم۔ اے)

چھوٹے چھوٹے عذابوں میں سے سب سے بڑا عذاب نرگسی ایسے شک کا دل میں بیٹھ جانا ہے۔ جو کبھی رفع نہ ہو سکے نہ جسے کوئی تحقیق جھوٹا یا سچا ثابت نہ کر سکے۔ بالخصوص اگر...

... لیکن خیر۔ گڑے مردے اکھاڑنے کا کیا فائدہ؟ —

پھر ان دنوں تو فیشن ہی اور ہے۔ پچھلے دنوں میں شرابی ارذل الخلائق سمجھا جاتا تھا۔ جوارے سے کوئی بات نہ کرتا تھا۔ مگر اب یہ عیب عیب نہیں۔ تہذیب کی نشانی ہے۔ اچھے ٹھاٹ صاحب پیتے ہیں، بڑے لاٹ صاحب ریس پہ شرطیں بدتے ہیں۔ سب نقطۂ نظر کی بات ہے +

ہم بھی ٹھہرے نئی روشنی کے آدمی۔ گھر والی کے خوف سے کچھ کر تو سکتے نہیں۔ ہاں گفتگو میں ضرور گھڑدوڑ کا چرچا رہتا ہے۔ اس سے پوچھ، اُس سے سوال کر بالکل اپٹوڈیٹ رہتے ہیں۔ "کیوں بھئی مروان جیتا نا؟"۔ "کہو۔ قنبر پہ لگی تھی کہ ڈوٹس پہ؟"۔ "آج بڑے بشاش پھر رہے ہو کسی باہر والے پہ رقم لگائی ہوگی!" —— گو جیتتے کسی کو نہیں سنا لیکن سب نے کچھ نہ کچھ بدا ہوتا ہے +

پھر بھی پانچوں انگلیاں ایک سی نہیں ہوتیں۔ ہزاروں میں سے ایک سہی۔ مگر ہمارا نائی اس عیب سے بری تھا +

"نا۔ صاحب۔ میں نے کسی پہ رقم نہیں لگائی میری توبہ۔ جوا ہے جوا۔ آخر سؤر کے گوشت اور جوئے میں کیا فرق ہے؟ دونوں حرام۔ دونوں کی ایک جا ممانعت آئی ہے۔ اور پھر میری تو اس ریس کے ہاتھوں زندگی تلخ ہو چکی ہے"

"زندگی! تلخ؟"

"ہاں صاحب۔ ایسی ریس کی ٹھیس لگی ہے کہ زندگی تلخ ہو چکی ہے! یوں ہوا کہ ایک گاہک آئے۔ بڑے شریف آدمی! آپ کی طرح بھرے بھرے گال۔ اُسترا یوں چلے جیسے ٹھنڈی سڑک پہ گھوڑا۔ ہاں صاحب! دُبلی پتلی گالوں کو تو کھینچ کھینچ کر ہاتھ رہ جاتے ہیں۔ میں بڑی پریت سے خط بناتا رہا۔ جب کام ختم ہوا تو ایک جیب میں ہاتھ ڈال دوسری میں اندر دیکھ باہر نکال۔ کہنے لگے کہ میاں نیتا۔ یاں تو دونوں ہاتھ خالی ہیں۔ ہاں ایک ریس کی رمز بتائے دیتے ہیں۔ خاص اندر کی پتے کی بات ہے۔ کل ہی دوہری شرط۔ چمپا اور سڈنی تیتنی ہیں! — آپ تو دوہری شرط جانتے ہیں ایک کی بجائے دونوں کو جیتنا ہوتا ہے۔ ایک رہ جائے تو خاک سیاہ نہیں تو چاندی +

مجھے تو گھڑدوڑ کی کچھ خبر نہ تھی۔ ایک برادری کے آدمی کے پاس گیا۔ وہ نزدیک سے بھائی ہی تھا۔ اور بے تکلف دوست۔ اسے ان سب باتوں کا شوق تھا۔ گوروں کا کام بناتا تھا۔ یہ بھی خاص ہی لوگوں کا وصف ہے۔ یہ گورے! خوش ہوں تو انعام نہیں تو ڈیم۔ فول۔ سوائین! تو کہیں نہیں گیا۔ ہمیں تو یہی دیسیوں بھائیوں کی روکھی سوکھی ہی بہتر

آپ کی طفیل سب عزت کرتے ہیں۔ نائی نہیں۔ آدمی سمجھتے ہیں ہاں۔ تو میں نے ایک دس روپے کا نوٹ اُن کے ہاتھ پر رکھا اور کہا کہ چمپا اور سٹّہ بازی پر لگا دے۔ ہاں صاحب۔ ایک دو کا کیا لگانا۔ آئے تو معقول رقم آئے۔ تاکید کر دی۔ وعدہ لے لیا۔ اور آ کر بستر پر پڑ رہے +

لیکن نیند کیسے؟ رات بھر اور پھر صبح کو۔ انہی دو گھوڑوں کا تصور جما ہوا تھا۔ اس توجہ سے "تصورِ شیخ" کرتا تو کچھ پا لیتا۔ اس یک خیالی میں ایک گاہک کے ٹیڑھا ہاتھ لگ گیا۔ تھی تو پھنسی جو پھٹی۔ لیکن لہو تو نکلا۔ ایک کے بال اُلٹے تھے۔ مانگ نکال دی۔ اور شیخ رحیم بخش۔ وہ بڑے فیشن ایبل رہتے ہیں۔ پہلے سیدھے سادے پھرا کرتے تھے کوئی کہہ نہ سکتا تھا کہ کوئی امتحان پاس ہیں۔ اُن کی داڑھی تراش رہا تھا۔ مونچھیں بھی چٹ ہو گئیں۔ ہیں وضعدار آدمی۔ اُنہوں نے اُسی دن سے ہیٹ لگا لی۔ سوٹ پہن لیا۔ میں منٹ منٹ پر باہر جھانکتا۔ ذرا اخبار والے کی آواز آئی اور لپکا۔ بڑی معرکے کی ریس تھی۔ سب روزنامون نے دو دو ضمیمے نکالے تھے۔ آخر خبر آئی چمپا جیت گیا۔ اور شرط آٹھ پر ایک تھی۔ دوسری کا آدھا آ گیا +

آخر نجانے کیسے دوپہر گذری اور دوسری کا نتیجہ نکلا۔ اخبار میرے ہاتھ میں تھا اور میں ورق اُلٹنے کی جرأت نکرتا تھا! سٹّی ہی جیتا! اور میں ایک پر۔ سو سمجھئے ذرا اٹھ ایک اور میں ایک کتنے سو کی رقم بنتی ہے۔؟ ہا ہا——

بس میرے دل کی حالت میں ہی جانتا ہوں۔ بالکل بچوں کی طرح ایک سانس ہنستا اور چلّاتا تھا۔ دیوانوں کی طرح اُچھلتا کودتا تھا +

اسی دوران میں وہ ہمارے دوست بھی آ پہنچے۔ اور ایک دس روپے کا نوٹ میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔ کہنے لگے "بھئی بڑا افسوس ہے۔ میرے دماغ ہی سے بات نکل گئی۔ تمہارے نام کی شرط لگانی یاد ہی نہ رہی!"

کیا پوچھتے ہو صاحب۔ بس میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ ایسے ایک اور صدمے سے دل کی حرکت بند ہو جاتی +

ہوش آیا تو پوچھا "تو کیا بھول گئے؟"۔ "ہاں بھئی بڑا افسوس ہے یاد ہی نہ رہا" +

آج تک مجھے یقین نہیں آتا کہ اُسے یاد رہا یا نہیں رہا! کہئے زندگی تلخ ہوئی یا نہ ہوئی؟ — جب کبھی اُس سے ملتا ہوں عجب عجب خیالات گزرتے ہیں۔ گھور گھور کر کن انکھیوں سے پھر پھر کے اسے دیکھتا ہوں۔ دل کی گہرائیوں تک نظر نہیں جا سکتی کبھی اطمینان نہیں ہو سکتا۔ دوست ہے کہ بدنیت؟ یہ نیا بوٹ اس نے جو پہن رکھا؟ کوٹ تو پرانا ہی ہے؟ غرض سچ جھوٹ کبھی نہیں کھلے گا! زندگی اور کس طرح تلخ ہوتی ہے؟ ——————

(ماخوذ)

تاثیر (ایم۔ اے)

تصاویر

تصویر آج کتابوں، اخباروں اور رسالوں کا جزو بن گئی ہے - اور اس بدعت حسنہ کو ہندوستان میں پورے زور کے ساتھ شروع کرنے کا بار ہماری گردن پر ہے اس لئے اگر نیرنگ خیال اس باب میں ترقی کی تمام منزلیں جلد جلد طے کرتا جائے تو چنداں تعجب خیز نہ ہوگا - اب تصاویر ہر رسالہ کی زینت ہوتی ہیں - تعداد میں ابھی اب کوئی رسالہ پیچھے رہنا نہیں چاہتا - فرق کوئی باقی ہے تو صرف ذوق صحیح کا ۔

زیر نظر عید نمبر کی تصاویر بھی اپنی جگہ خوب ہیں - عید نمبر کی خصوصیت سے بلاد اسلامیہ کے متعلق تصاویر کی تعداد زیادہ ہے - ترکی کے ہیرو لعزیز لیڈر غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا وہ مجسمہ جو فن مجسمہ سازی کا ایک لاجواب نمونہ ہے - عید نمبر کی زینت ہے - یہ مجسمہ اٹلی کے ماہرین نے ترکی کی زمین پر تیار کیا ہے - اس مجسمہ میں ترکی لیڈروں کا وہ گروہ نمایاں کیا گیا ہے جن کی شبانہ روز جانفشانیوں سے ایک قوم اور ملک نے آزادی کا منہ دیکھا ہے - وسط میں غازی مصطفےٰ کمال پاشا کھڑے ہیں - داہنی طرف غازی عصمت پاشا اور بائیں طرف فیضی پاشا سپہ سالار ہیں - مجسمہ کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی جنات کی جماعت ہے - جو کارنامے اس جماعت نے سرانجام دیئے ہیں - وہ شاید جنات سے بھی نہ ہو سکتے ۔

ایک تصویر شاہ ایران کی ہے - جس میں وہ فوجی طلبا کو سندیں تقسیم کر رہے ہیں - ایران بھی ترکی کے نقش قدم پر ترقی کی طرف تیزی سے قدم اٹھائے جا رہا ہے - انشاءاللہ یہ دونوں قومیں دس بیس سال میں ہر طرح سے مضبوط و محفوظ ہو جائیں گی ۔

ترکوں کے متعلق یورپ کی خبر رساں انجمنیں آئے دن یہ پروپیگنڈا کرتی رہتی ہیں - کہ وہ بے دین ہو رہے ہیں - حالانکہ یہ باتیں بالکل بے سروپا ہیں - ترک نہ صرف اپنے دین پر قائم ہیں - بلکہ اس کے شیدائی ہیں - حال ہی میں رسالہ ایشیا کا ایک نمائندہ ترکی کی سیر سے واپس آیا ہے - اس نے ایک مبسوط مضمون کے ذریعہ سے ترکی کے حالات پر روشنی ڈالی ہے - اس نے لکھا ہے کہ ظاہر کی آنکھ سے دیکھیں تو ترک یکسر تبدیل ہو چکے ہیں - لباس - چال ڈھال میں وہ بالکل اجنبی معلوم ہوتے ہیں - لیکن ان کی اندرونی زندگی ابھی تک دینی ہے - ترک ابھی تک سادہ - مہمان نواز - شراب سے متنفر اور نمازی ہے - نامہ نگار لکھتا ہے کہ مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوتی ہیں - ہم ایک تصویر شائع کر رہے ہیں - جس میں عرشہ جہاز پر ترک غازی نماز پڑھ رہے ہیں اور انہوں نے انگریزی ٹوپیاں پہن لی ہیں - انگریزی طرز کی ٹوپی نے ترکوں کی نماز پر مطلق اثر نہیں ڈالا - جس طرح سے ہندوستانی مسلمان پتلون پہن کر نماز نہیں پڑھ سکتے - ترکوں میں یہ بات نہیں - وہ پتلون اور انگریزی ٹوپی پہن کر بھی پکے نمازی ہیں ۔

ایک عرب شتر سوار - عربوں کی موجودہ صحرائی زندگی اور ان کے تمدن کی شارح ہے - قبلہ خواجہ حسن نظامی صاحب کا مضمون اس کی تشریح کے لئے کافی ہے ۔

دنیا کا پہلا انسانی جوڑا - انکی ندامت - یہ رنگین مرصع جوڑا واقعی مصوری کا لاجواب کمال ہے - انسان کے بہشت سے نکالے جانے اور ممنوعہ شجر کا پھل کھانے کے بعد اس پر جو برہنگی اور ندامت کا رنگ چڑھتا ہے - یہ اس کی مظہر ہے اس موضوع پر آج تک جسقدر تصاویر شائع ہو چکی ہیں یہ ان سب سے بہتر ہے ۔

نعرۂ جہاد - جہاد اسلامی زندگی کا ایک روشن پہلو ہے - جہاد صرف مظلوموں کی حفاظت اور دین کی آزادی کے لئے جائز ہوتا تھا - اس تصویر میں دکھایا گیا ہے کہ اعلان جہاد کے وقت مسلمان کسقدر مسرور اور جوش میں ہوتے ہیں - عورتیں - بچے - بوڑھے - جوان - مصافی اور غیر مصافی تمام کے تمام ایک ہی رنگ میں رنگے ہوتے ہیں - اس تصویر کے ساتھ سالک صاحب کی نظم سونے پر سہاگہ ہے - یہ تصویر عید نمبر کی جان ہے ۔

مریم زمانی - دہلی کے ایک سفر میں عجائبات فروخت کرنے والی ایک دوکان پر ہمیں یہ تصویر ہاتھی دانت پر نقش شدہ دستیاب ہوئی - ہم نے اسے خرید لیا - اور آج اسے ناظرین نیرنگ خیال کے سامنے پیش کر رہے ہیں - بالکل اسی سائز پر یہ تصویر ہے - دیکھئے کس قدر باریک کام ہے - اور اندازہ لگائیے کہ کس مشکل سے کیا گیا ہوگا ۔

مصرع بسملہ

ایک علمی مقالہ

(از جناب میر ولی اللہ صاحب بی-اے ایل-ایل-بی)

شیخ نظام الدین ابو محمد الیاس یوسف بن موید (مطرزیؒ) یعنی شیخ نظامی گنجوی بہت باکمال شاعر تھے۔ اصل میں تفرش علاقہ قم کے تھے۔ لیکن آپ کے والد بزرگوار گنجہ علاقہ آذربائیجان میں آکر سکونت پذیر ہوئے تھے۔ آپ کا خمسہ عوام و خواص میں مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے خمسہ کے علاوہ بھی آپ نے قریب بیس ہزار اشعار لکھے ہیں اتابک قزل ارسلان کو آپ کے ساتھ بہت عقیدت تھی۔ حضرت اخی فرخ زنجانی قدس سرہ کے مرید تھے۔ آخر عمر میں خلوت نشین ہو گئے تھے۔ ابتدا میں بھی گو دربار شاہی سے تعلقات تھے لیکن حرص و ہوا سے بالکل پاک تھے۔ آپ سلطان طغرل بن ارسلان کے عہد میں ۵۹۶ھ میں اور بقول بعض ۵۹۲ھ یا ۶۰۲ھ میں فوت ہوئے اور گنجہ میں مدفون +

آپ کا خمسہ (یا پنج گنج) ان کتابوں پر مشتمل ہے:۔
(۱) مخزن الاسرار (۲) سکندر نامہ (۳) ہفت پیکر۔ (۴) شیریں و خسرو (۵) لیلیٰ و مجنوں +

خمسہ نظامی کے جواب میں کئی شاعروں نے خمسے لکھے خصوصاً مخزن الاسرار کے جواب میں تو صدہا شاعروں نے طبع آزمائیاں کیں۔ قبولِ عام کی اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ مخزن الاسرار سلطان بہرام شاہ ابن داؤد شاہ والیٔ روم کے کہنے پر لکھی گئی تھی ۵۵۹ھ میں مکمل ہوئی +

یہ مثنوی بحر سریع مطوی موقوف (مفتعلن مفتعلن فاعلات) میں ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ نظامی سے پہلے اس وزن میں مثنوی نہیں لکھی گئی +

مخزن الاسرار کا پہلا شعر یہ ہے ؎

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ہست کلید در گنج حکیم

نظامی سے پہلے بسملہ کو ایک مصرع بنا کر اس پر دوسرا مصرعہ بھی غالباً کسی شاعر نے نہیں لگایا تھا۔ یہاں ہم اُن مثنویوں کا ذکر کریں گے جو مخزن الاسرار کے جواب میں لکھی گئی ہیں۔ اُن کے پہلے شعر میں مخزن الاسرار کے پہلے شعر کی طرح مصرع بسملہ موجود ہے +

(۱) مطلع الانوار امیر خسرو دہلوی کی لکھی ہوئی ہے۔ آپ کا آبائی وطن ترکستان ہے۔ آپ کے والد چنگیزی فتنے میں ہندوستان آ گئے۔ اور دہلی میں پہنچ کر سلطان محمد تغلق شاہ کے دربار سے تعلق پیدا کیا۔ آخر کار کفار سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ امیر خسرو والد کے قائم مقام ہوئے شیخ نظام الدین اولیاؒ کی صحبت

میں رہ کر اشغال دنیوی سے قطع تعلق کر لیا۔ اور سیر سلوک میں مشغول ہو گئے۔ خمسہ نظامی کے جواب میں خمسہ لکھا۔ جو بہت مشہور ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے کل اشعار کی تعداد چار لاکھ تک پہنچی تھی (۴۷) سال کی عمر میں ۷۲۵ھ میں فوت ہوئے اور شیخ نظام الدین اولیا کے مقبرہ میں (بمقام دہلی) دفن ہوئے (طوطی شکر مقال) آپ کا مادہ تاریخ وفات ہے +

کہا جاتا ہے کہ آپ نے خمسہ ۶۹۸ھ میں ختم کیا اور سلطان علاء الدین کے نام سے معنون کیا۔ مطلع انوار دو ہفتے میں ختم ہوئی۔ اشعار کی تعداد (۳۳۱۰) ہے ۶۹۸ھ میں لکھی گئی جیسا کہ مطلع کے ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے +

از اثرِ اخترِ گردوں خرام
شد بدو ہفتہ ایں مہ کامل تمام
در ہمہ بیت آوری اندر شمار
سی صد و دہ بر شمر و سہ ہزار
سال کہ از چرخِ کہن گشتہ بود
از پس شش صد نود و ہشت بود

پہلا شعر اس طرح ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ـــ خطبۂ قدس است بملک قدیم

(۲) گلشن ابرار۔ مولانا کاتبی کی تصنیف ہے۔ نام آپ کا محمد ہے۔ ترشیز کے علاقے کے رہنے والے تھے۔ ابتدا میں نیشاپور آئے۔ اور مولانا سیمی سے کتابت سیکھی۔ بہت خوشنویس تھے۔ کاتبی تخلص اختیار کرنے کی یہی وجہ ہے۔ نیشاپور سے نکل کر ہرات آئے۔ سلطان بایسنغر کے کہنے پر کمال الدین اسماعیل کے ایک قصیدہ کا جواب لکھا۔ معاصرین کے حسد نے وہاں بھی نہ رہنے دیا وہاں سے چل کر استرآباد گیلان اور شیروان کی طرف پھرتے رہے۔ شاہانِ وقت جو کچھ انعام و اکرام کرتے تھے فقرا میں تقسیم کر دیتے تھے۔ شیروان سے آذربائیجان چلے گئے وہاں اسکندر بن قرا یوسف کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا۔ اس نے چنداں التفات نہ کیا۔ ناراض ہو کر ایک ہجو لکھی اور اصفہان چلے گئے۔ اور خواجہ صاین الدین کی صحبت میں رہ کر علم تصوف حاصل کیا۔ پھر استرآباد میں چلے گئے۔ وہاں کے بزرگ اور حاکم آپ کی قدر کرتے تھے۔ انہی فراغت کے دنوں میں آپ خمسہ نظامی کے جواب میں مصروف ہوئے۔ مخزن اسرار کا جواب لکھا جسے لوگوں نے بہت پسند کیا۔ آپ ۸۳۹ھ میں فوت ہوئے۔ قبر آپ کی استرآباد میں ہے آپ کے مدحیہ قصائد۔ غزلیات۔ مقطعات اور مثنویاں بہت مشہور ہیں۔ بدر شیرانی سے آپ کا مشاعرہ ہوا۔ بدر کے حق میں کہتے ہیں ؎

لقب کاتبی دارم اے بدر اما
محمد رسید اسم از آسمانم
محمد مرا نام ہست و تو بدری
بانگشت از ہم ترا بر درانم

آتشکدہ میں ان کے چند اشعار نمونہ کے طور پر دیئے ہیں۔ ان میں سے یہ شعر مجھے بہت پسند آیا ؎

خوش است گفتن دیرینہ ماجرائے دو یار
بشرط آنکہ نباشد دراں میاں دگرے

گلشن ابرار اس طرح شروع ہوتی ہے ؎

بسم اللہ الرحمن الرحیم ـــ تاج حکومت و کلام قدیم

(۳) تحفۃ الاحرار۔ مصنفہ مولانا جامی قدس سرہ السامی نام آپ کا نور الدین عبد الرحمن تھا۔ ولایت جام کے رہنے والے تھے۔ آپ خرجرد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائے حال میں تحصیل علم و ادب میں مشغول ہوئے۔ آپ شیخ الاسلام سعد الدین کاشغری نقشبندی قدس سرہ العزیز کے مرید تھے۔ انہی کی صحبت میں آپ فقر و تصوف کے مقامات عالیہ

پر پہنچ گئے۔ سلاطین زماں آپ کی علوہمت سے استفادہ کرتے تھے۔ سلطان ابوسعید گورگان اور سلطان حسین مرزائی بانظیر آپ کی بہت عزت کرتے تھے اور دور و دراز کے علما آپ کی صحبت سے فیضیاب ہونے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اولیائے عظام کے حالات میں آپ کی کتاب نفحات الانس مشہور عوام ہے۔ آپ ۸۱۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد احمد بن محمد الدشتی تھے (دشت اصفہان کا ایک محلہ ہے) مولانا جامی ۸۱ سال کی عمر میں ۸۹۸ھ میں فوت ہوئے۔

تذکرہ آتشکدہ آذر میں ان کی تصنیفات کی فہرست دی ہے شواہد النبوت۔ نفحات الانس۔ اشعۃ اللمعات۔ لوایح شرح قصیدہ ابن فارض۔ شرح ابیات امیر خسرو۔ سخنان خواجہ پارسا ترجمہ چہل حدیث۔ مناقب مولوی خواجہ انوار۔ بہارستان شرح رسالہ مناسک حج۔ رسالہ عروض و قافیہ۔ رسالہ موسیقی۔ فواید ضیائیہ فی شرح مشکلات کافیہ (معروف بشرح ملا جامی) رسالہ معما دیوان قصاید و غزلیات و مقطعات و ترجیعات و مکاتبات۔

خمسہ نظامی کے جواب میں سات مثنویاں لکھی ہیں۔ جنہیں سبعۃ الحق کہتے ہیں (۱) سلسلۃ الذہب (۲) سلامان و ابسال (۳) تحفۃ الاحرار (۴) سبحۃ الابرار (۵) یوسف و زلیخا (۶) لیلیٰ و مجنوں (۷) خرد نامہ اسکندری۔

مخزن الاسرار کے جواب میں آپ کی مثنوی تحفۃ الاحرار ہے۔ پہلا شعر یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — ہست صلائے سرخوان کریم

ان کا دیوان فاتحۃ الشباب اس طرح شروع ہوتا ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — اعظم اسمائے علیم حکیم

ایک اور دیوان کے شروع میں یہ شعر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — طرفہ خط السیف ز منظر قدیم

(۴) مظہر آثار۔ امیر ہاشمی کرمانی کی تصنیف۔ صاحب آتشکدہ نے انہیں شعرائے بخارا کے ذیل میں بدیں الفاظ یاد کیا ہے۔ "ارشادات عالی مقدار و شیخ الاسلام اک دیار آخر الامر سفر حجاز کرد۔ در مدینہ مطہرہ بجنت خرامید گویند۔ مثنوی مظہر الانوار در برابر مخزن الاسرار شیخ نظامی گفتہ اما بنظر رسید"

اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مثنوی کا نام مظہر الانوار تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ والہ داغستانی کہتے ہیں کہ امیر ہاشمی کو شاہ جہانگیر بھی کہتے تھے۔ ارغون شاہ کی مجلس میں تمام علما و فضلا پر آپ کو ترجیح تھی۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کیچ مکران کے رستہ میں آپ ڈاکوؤں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ سال وفات ۹۴۶ھ بیان ہوتا ہے۔

آتشکدہ میں آپ کا صرف ایک شعر یاد ہے

بناز سرمہ کش چشم بے ترحم را
شکستہ گیر نجاک سیاہ مردم را

شعر خوب ہے۔

آپ نے خمسہ نظامی کا جواب لکھا ہے۔ مظہر آثار مخزن الاسرار کے جواب میں ہے۔ اس مثنوی میں آپ نے ایک گونہ مخزن الاسرار، مطلع الانوار اور تحفۃ الاحرار پر تنقید بھی کردی ہے۔ فرماتے ہیں

دست بزن بر سخنان بلند — تا نہ رسد بر سر کاخش کمند
بادہ معنی ز نظامی طلب — چاشنی از خسرو و جامی طلب

مظہر الآثار کا پہلا شعر یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — فاتحہ آرائے کلام قدیم

(۵) قدرت آثار۔ غزالی مشہدی کی تصنیف ہے۔ غزالی پہلے دکن میں فروکش ہوا۔ لیکن وہاں کام بنتا نہ دیکھا۔ اس اثنا میں علی قلی خاں خان زماں نے جو امرائے اکبری سے تھا اور جونپور کا حاکم تھا۔ غزالی کو جونپور سے کچھ گھوڑے اور

ایک ہزار روپیہ سفر خرچ بھیجا۔ چنانچہ غزالی عازم جونپور ہوا۔ وہاں جاکر خان زماں کی تعریف میں ایک ہزار بیت کا قصیدہ لکھا۔ اور ایک ہزار اشرفی انعام پایا۔ خانزماں کے قتل ہو جانے غزالی شاہنشاہ اکبر کے پاس آگیا۔ اور ملک الشعرائی کا خطاب حاصل کیا۔ سنہ ۹۸۰ھ میں راہی ملک بقا ہوا۔ شیخ فیضی نے تاریخ وفات کہی ہے

قدوۂ نظم غزالی کہ سخن | ہمہ از طبع خداداد نوشت
نامۂ زندگی او ناگاہ | آسماں بر ورق باد نوشت
عقل تاریخ وفاتش بدو طور | سنۂ نہصد و ہشتاد نوشت

لطیفہ یہ ہے کہ جہاں بظاہر الفاظ بھی سنہ ۹۸۰ھ لکھا ہے۔ وہاں بطریق ابجد بھی سنہ ۹۸۰ھ برآمد ہوتا ہے۔ اس قسم کی تاریخ کو تاریخ صوری و معنوی کہتے ہیں۔

غزالی نے مخزن الاسرار کے وزن میں مشہد الانوار۔ مرأۃ الصفات۔ نقش بدیع اور قدرت آثار وغیرہ مثنویات لکھی ہیں۔ اس طرح شروع ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | ہست شہاب از پئے دیو رجیم

ایک اور شعر میں آپ نے مصرع بسملہ پر مصرع لگایا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | وارث ملک است محمد حکیم

(۶) **مجمع الابکار**۔ عرفی کی ہے۔ جمال الدین یا محمد حسین عرفی شیرازی ایران سے نکل کر فتحپور پہنچا۔ سب سے پہلے شیخ فیضی (برادر شیخ ابوالفضل) سے تعارف ہوا۔ فیضی اچھی طرح پیش آیا۔ اور کچھ عرصہ تک عرفی کے تمام اخراجات کا کفیل ہوا۔ آخر کچھ شکر رنجی ہوگئی۔ اور عرفی نے حکیم ابوالفتح سے رابطہ پیدا کیا حکیم صاحب کی سفارش سے خانخاناں تک رسائی ہوگئی (۳۶) سال کی عمر میں بمقام لاہور سنہ ۹۹۹ھ میں راہگرائے عالم جاودانی ہوا۔ عرفی نے ایک قصیدہ میں لکھا تھا

بکاوش مژہ از گور تا نجف بروم | اگر بہند ہلاکم کنی دگر بہ تتار

آخر یہی ہوا۔ میر صابر اصفہانی نے لاہور سے اُن کی ہڈیوں کو نجف اشرف پہنچا دیا۔ عرفی کے قصاید مشہور عوام ہیں۔ اور حقیقت یہی ہے کہ قصیدہ گوئی میں اُس نے کمال کیا ہے۔ دیوان غزلیات بھی ہے، جو اتنا مشہور نہیں۔ اور جس کے ایک حصہ پر الحاقی ہونے کا شک کیا جاتا ہے۔

تذکرہ آتشکدہ آذر میں لکھا ہے۔ کہ "مثنوی در برابر مخزن الاسرار گفتہ کہ شاید بر بیوقوف مشتبہ شود اما اُستاد ماہر میداند کہ بسیار بد گفتہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ و مثنوی ناتمامے در خسرو شیریں دارد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مجمع الابکار کا پہلا شعر یہ ہے :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | موج نخست است ز بحر قدیم

آزاد بلگرامی نے خزانۂ عامرہ میں جہاں اس شعر کا ذکر کیا ہے اپنا ایک شعر بھی مصرع بسملہ پر پیش کیا ہے۔ وھو ہذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | تیغ سید تاب رسول کریم

(۷) **مرکز ادوار**۔ شیخ فیضی فیاضی کی ایک مثنوی ہے۔ ابوالفیض آپ کی کنیت تھی۔ شیخ مبارک ناگوری کے بیٹے اور شیخ ابوالفضل علامی کے بڑے بھائی تھے۔ دونوں بھائی دربار اکبری کے مشہور رکن تھے۔ پہلے فیضی تخلص کرتے تھے۔ بعدہٗ اپنے بھائی کے خطاب (علامی) کے وزن پر فیاضی تخلص کر لیا۔ آپ ایکسو ایک کتابوں کے مصنف بتائے جاتے ہیں۔ آپ کی بے نقط تفسیر کو کون شخص نہیں جانتا۔ غزالی مشہدی کے بعد آپ ملک الشعرا ہوئے۔

سنہ ۱۰۰۴ھ میں پچاس سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ آپ کے کتب خانہ میں بارہ ہزار کتابیں تھیں۔ آپ نے سنسکرت کی کئی کتابوں کا ترجمہ فارسی میں کیا ہے۔ حافظہ اس غضب کا تھا کہ اعجاز کی حد تک پہنچا تھا۔

شہنشاہ اکبر کے حکم سے خمسہ نظامی کا جواب لکھنا شروع کیا۔ لیلیٰ مجنوں کے مقابلہ میں نل دمن لکھی۔ مخزن الاسرار کے جواب

مرکزادوار، شیریں خسرو کے جواب میں سلیمان بلقیس اور اسکندرنامہ کے جواب میں اکبرنامہ اور ہفت پیکر کے جواب میں ہفت کشور لکھی۔ لیکن آخری تین کتابیں مکمل نہ ہو سکیں +

مرکزادوار اس طرح شروع ہوتی ہے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — کرد خدا رحمت خود را عمیم

(۹) **مثنوی شانی** تکلو۔ شانی شاہ عباس ماضی کے دربار سے متعلق تھا۔ بادشاہ اس پر بہت مہربانی کرتا تھا۔ اور فرزندگانی میں شانی مشہد مقدس میں جا کر گوشہ نشین ہو گیا۔ سرکار شاہی سے اسے برابر وظیفہ ملتا رہا۔ جس پر بسر اوقات کرتا رہا۔ تاریخ وفات "بادشاہ سخن" (۱۰۲۳ھ) ہے +

سروآزاد میں ان کے اشعار کا جو انتخاب دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بہت خوش گو شاعر تھے ؎

چہ خوش است با دو زلف سر شکوہ باز کردن
گلہ ہائی روز ہجراں بشب دراز کردن

لذت آزار گر این است پیکان ترا
ہیچ اجرے نیست در محشر شہیدان ترا

قاصد آہے کہ بسوئے تو فرستم — ہمچوں نفس باز پیں باز نیامد

شاہ عباس کی مدح میں ایک مثنوی لکھی ہے۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — ہیچ ما نئت امید و بیم

(۱۰) **منبع الانہار**۔ ملک قمی کی مثنوی ہے۔ ملک قمی ۹۸۶ھ میں قزوین سے ہند میں آیا تو بادشاہان دکن خصوصاً ابراہیم عادل شاہ نے اس کی بہت قدر کی۔ ملا ظہوری اس کا داماد تھا۔ سال وفات ۱۰۲۴ھ ہے۔ ملا ظہوری اس سے ایک سال بعد فوت ہوا +

جب اکبری فوج نے قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کیا۔ تو ملک قمی شاہ مراد اور عبدالرحیم خان خاناں کے پاس آیا۔ اور ان کی مدح میں قصیدے لکھے۔ انہوں نے اپنے ساتھ لے جانے کو کہا مگر اس نے نہ مانا۔ ملک قمی نے منبع الانہار مخزن الاسرار کے جواب میں لکھی ہے۔ جس کے صلہ میں کہا جاتا ہے کہ عادل شاہ نے اسے ایک شتر بار سونا عطا کیا۔ ذہنی کاشی نے اسی کے متعلق کہا ہے ؎

در مدح و ثنات اے شہنشاہ دکن
سفد ورم وار اگر نہ گفتم مخزن
مپسند کہ بہر یک شتر زرگیرم
خون دو ہزار بیت بدور گردن

ملک قمی کا یہ شعر بہت مشہور ہے۔ اور حقیقت میں خوب کہا ہے۔

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد

ملک طیفور کا ایک شعر ہے

خونچکان است ملک تیغ ستم مے ترسم
کہ بے آخر بدر خانہ قاتل برود

تخلص کی شراکت کی وجہ سے لوگ یہ شعر ملک قمی کا بتاتے تھے طیفور نے ہندوستان میں بھی قاصد بھیجکر ملک قمی لکھوا منگوایا کہ یہ شعر طیفور کا ہے۔ اتنے خرچ اور تکلیف کے بعد طیفور اس شعر کا مالک بنا۔ منبع الانہار کا پہلا شعر یہ ہے ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — اھدنا الصراط المستقیم ہو

(۱۱) **دیدۂ بیدار**۔ حکیم شفائی اصفہانی کی ہے۔ حکیم صاحب کا نام شرف الدین حسین۔ باپ کا نام حکیم ملا۔ طبیب حاذق تھے۔ آپ کی قرابادین مشہور ہے۔ شاہ عباس ماضی ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ ایک دفعہ حکیم صاحب جاتے تھے کہ شاہی سواری سامنے سے آگئی۔ بادشاہ نے اترنا چاہا۔ لیکن حکیم صاحب نے منع

منع کیا۔ تاہم تمام امراء اُتر پڑے۔ اور جب تک حکیم صاحب نظر میں رہے پیدل چلتے رہے +

حکیم صاحب ہجوئیں بہت کہتے تھے۔ ایک مریض سے فیس وصول نہ ہوئی تو اُس کو یہ رُباعی لکھ بھیجی ؎

گرسام نریمانی وگر رستم گرد
جلّاب مرا بمفت نتوانی مُبرد
یا قیمت آں چہ خوردہٗ باید داد
یا درعوض آنچہ بردہٗ باید خورد

آپ کے بعض بعض شعر نہایت خوبصورت ہیں ؎

ایں جور دیگر است کہ آزار عاشقاں
چنداں نمیکنی کہ بہ بیداد خو کنند

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

مائیم و حسرتے کہ علاجش نے کنند
صد روزِ وصل از شبِ ہجراں دراز تر

سال وفات ۱۰۳۷ھ ہے۔ دیدۂ بیدار کے علاوہ اور ثنویاں بھی ہیں۔ مثلاً نمکدانِ حقیقت اور مہر و محبت وغیرہ۔ کہتے ہیں کہ آپ نے خمسہ کے جواب میں خمسہ لکھا۔ دیدۂ بیدار کا مطلع یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تیغ الٰہی است بدست حکیم

(۱۲) **دولت بیدار** مصنفہ ملا شیدا صاحب طائفہ تکلو سے تھے۔ آپ کے والد مشہد مقدس سے ہندوستان میں آئے۔ ملا شیدا فتحپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدا میں جہانگیری احدیوں میں آپ کا نام تھا۔ خان خاناں کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا۔ اور گرانقدر صلہ حاصل کیا۔ کچھ مدت خان خاناں کیساتھ رہے۔ اس کے بعد شہزادہ شہریار بن جہانگیر کی خدمت میں رہے اور پھر شاہجہان کے عہد میں شاہی دربار سے تعلق رہا۔ آخرکار ملازمت شاہی سے مستعفی ہوکر کشمیر چلے گئے۔ اور گوشۂ عزلت اختیار کرلیا۔ شاہی وظیفہ وہاں بھی برابر پہنچتا رہا۔ ہجو کی طرف زیادہ مائل تھے۔ طالب آملی اور میر الٰہی وغیرہ کی ہجوئیں لکھیں اور بد اخلاق مشہور ہوئے۔ کہتے ہیں کہ آپ کے اشعار کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچتی ہے۔ جب آپ کا یہ شعر

چیست دانی بادۂ گلگوں مصفا جوہرے
حُسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے

شاہجہان بادشاہ نے سُنا تو ناراض ہوا۔ ملا صاحب نے مولانا جامی کا یہ شعر سند میں پیش کیا +

از صراحی دوبار قلقلِ مے بیش جامی بہ از چہار قل است

مخزن الاسرار کے جواب میں ثنوی دولت بیدار لکھی جسکا مطلع یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آمدہ سر چشمۂ فیض عمیم

(۱۳) **حسن گلوسوز**۔ زلالی خوانساری کی تصنیف ہے۔ زلالی زیادہ تر ثنوی کہتے تھے۔ آتشکدہ آذر میں اُن کی سات ثنویوں کا ذکر ہے۔ (۱) محمود و ایاز (۲) آذر و سمندر (۳) شعلۂ دیدار (۴) میخانہ (۵) ذرہ و خورشید (۶) حسن گلوسوز (۷) سلیمان نامہ

اِن ثنویوں کو سبعہ سیارہ اور ہفت آشوب کہتے ہیں +

سرو آزاد میں لکھا ہے۔ کہ ان کی بہترین ثنوی محمود و ایاز ہے کہ اس پر زلالی نے بڑا وقت خرچ کیا۔ یہ کتاب ۱۰۰۱ھ میں شروع ہوئی۔ اور ۱۰۲۳ھ میں ختم۔ ان کی ثنویوں کو ان کے مرنے کے بعد شیخ عبد الحسین داماد شیخ علی نقی کمرہ نے ہندوستان میں مرتب کیا۔ اور ملا طغرائی مشہدی نے نثر میں اس مجموعہ کا دیباچہ لکھا ۱۰۳۱ھ میں فوت ہوئے۔ مصرع تاریخ یہ ہے ؎

از جہاں رفت زلالی بہ جناں۔ حسن گلوسوز کا پہلا شعر یہ ہے ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تیر شہاب است بدیو رجیم

سبعہ سیارہ کے دیباچہ میں مصرع لبسمہ پر چند اور شعر بھی دیتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پنجۂ اعجاز عصائے کلیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سرو سیہ پوش ریاض نعیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ابروئے خوش قوس حسن قدیم

(۱۴) **مثنوی سلیم** ۔ مرزا محمد علی طوشتی سلیم ۔ ابتدا میں مرزا عبداللہ وزیر لاہجان کے ساتھ رہتے تھے ۔ لاہجان کی تعریف میں ایک مثنوی لکھی ۔ آخر شاہجہان کے عہد میں ہندوستان آئے ۔ اور اسی مثنوی کو تغیر و تبدل کر کے کشمیر سے منسوب کیا ۔ کشمیر کی پہاڑی کے متعلق کہتے ہیں ؎

ہمانا کہ فراست ایں کوہ خونخوار
کہ دارد بر کمر زیں راہ زنار
بسامان رفتن ایں راہ زشت است
مجرو شنو کہ ایں راہ بہشت است

ہندوستان پہنچکر سلیم میر عبد السّلام مشہدی کے ندیم ہو گئے ۔ جو شاہجہانی امرا میں سے تھے ۔ لوگوں میں مشہور ہے کہ سلیم دوسرے شاعروں کے خیالات اُٹھا لیا کرتا تھا ۔ چنانچہ ملا وارستہ نے اسکے متعلق کہا ہے ؎

دخلے کہ کردی بکلام اللہ است بیتے کہ بزدہ تو بیت اللہ است

لطف یہ ہے ۔ کہ سلیم دوسروں پر یہی گلہ کرتے ہیں ۔ کہتے ہیں ؎

دیوانِ کیست از سخنانم تہی سلیم
تنہا نہ بر من ایں ستم از دست صائب است

کشمیر میں تھے ۔ کہ ۱۰۵۷ھ میں اس عالم فانی سے کوچ کر گئے ۔ ڈل کے کنارے پر تخت سلیماں کے دامن میں مدفون ہوئے ۔ آپ کی ایک چھوٹی سی مثنوی ہے ۔ جو مخزن کے بحر میں ہے ۔ شروع اس طرح ہوتی ہے ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہست عصائے رہ طبع سلیم

(۱۵) **مثنوی الٰہی** ۔ میر الٰہی اسد آباد علاقہ ہمدان کے سادات میں سے ہیں ۔ بہت عرصہ صفاہان میں حکیم شفائی اور آقا رضی کی صحبت میں رہے ۔ آخر کار ہندوستان آ گئے اور ملازمان شاہجہانی میں نام درج ہو گیا ۔ بہت خوش خلق اور درویش مزاج آدمی تھے ۔ لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے ✽

۱۰۶۳ھ میں فوت ہوئے ۔ غنی کشمیری نے آپکی تاریخ وفات اس مصرع سے نکالی ہے ؏ بر و الٰہی ز جہاں گوئے سخن

شاہجہان کی تعریف میں ایک مثنوی لکھی ہے ۔ مطلع یہ ہے ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قافلہ سالار کلام حکیم

(۱۶) **مثنوی ادہم** ۔ مرزا ابراہیم ادہم ارتیمان علاقہ ہمدان کے سیّد تھے ۔ آپ کے والد میر رضی بھی شاعر تھے ۔ ادہم ماں کی طرف سے صفوی نژاد تھے ۔ شروع جوانی میں ہی ہندوستان آئے ۔ یہ شاہجہان کا زمانہ تھا ۔ دربار تک رسائی ہو گئی ۔ سیّد ہونے کی وجہ سے لوگ عزّت کرتے تھے ۔ لیکن آپ کی طبیعت میں رندی اور بے باکی بہت تھی ۔ اور قدرے جنون بھی تھا ۔ علانیہ مناہی کا ارتکاب کرتے تھے اور اعیانِ سلطنت سے شوخی اس لئے بدنام ہو گئے ۔ اور عزّت بھی نہ رہی ۔ تقرب خاں نے انہی باتوں سے تنگ آ کر انہیں قید کر دیا ۔ ۱۰۶۰ھ میں شاہجہان آباد میں فوت ہوئے ۔ مثنوی کا پہلا شعر یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم راہ حدوث است بسوئے قدیم

(۱۷) **مثنوی طاہر وحید** ۔ مرزا احمد طاہر وحید قزوینی شاہ عباس ثانی کے زمانے میں شاہی دفتر میں کام کرتے تھے ۔ اعتماد الدولہ وزیر اعظم ان کا بڑا قدر دان تھا ۔ اس کے قتل کے بعد سیّد علاء الدین وزیر اعظم مقرر ہوا ۔ اُس نے بھی ان کے عہدہ کو بحال رکھا ۔ رفتہ رفتہ یہ بادشاہ کے وقائع نگار ہو گئے ۔ شاہ سلیمان کے زمانے میں بھی یہ وقائع نگار رہے اور آخر ترقی کرتے کرتے منصب وزارت تک پہنچ گئے ۔ جب سلطان حسین مرزا (۱۱۰۵ھ) میں

تخت نشین ہوا، تو یہ مورد عتاب شاہی ہوئے اور مرتے دم تک درباری تعلقات سے علیحدہ رہے۔ نوّے سال عمر پائی۔ آتشکدہ میں لکھا ہے کہ آپ کے اشعار کی تعداد نوّے ہزار تک پہنچتی ہے دو مثنویاں لکھی ہیں۔ ایک ناز و نیاز اور دوسری مخزن الاسرار کے مقابلہ میں۔ مطلع اسکا یہ ہے ؎

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ہست نہالے ز ریاض قدیم

اور بہت شاعروں نے بھی مصرع بسملہ پر طبع آزمائیاں کی ہیں لیکن سب کا ذکر طوالت سے خالی نہیں +

ایبٹ آباد میر ولی اللہ

غزل

نجانے کتنی معنی خیز ہیں خاموشیاں میری
سُنی دُنیا نے سَو سَو رنگ سے اک داستاں میری

نپوچھ اے لذتِ ذوقِ رہائی کیا گزرتی ہے
نظر اُٹھ اُٹھ کے رہجاتی ہے سوئے آشیاں میری

لبوں سے میرے ٹکراتا ہے اب دعویٰ اناالحق کا
الٰہی خیر۔ دنیا ہو نہ جائے رازداں میری

نگاہِ یاس کی بیداد کا مجھ سے گلہ کیوں ہو
نہیں جو میرے قابو میں وہ نظریں ہیں کہاں میری

سنورنے دو ابھی کچھ اور دنیا کو سنورنے دو
پڑیگی ایک دن اس پر نگاہِ امتحاں میری

نہ گھبرا۔ اے دلِ وحشی۔ نہ گھبرا دیر ہی کیا ہے
وہ ابر اُٹھا۔ وہ رُت بدلی۔ وہ ٹوٹیں بیڑیاں میری

جہاں کو میں نے کیوں دیکھا تھا عبرت کی نگاہوں سے
یہی دنیا مری دنیا تھی لیکن اب کہاں میری

فرشتے کیوں لکھیں اس زحمتِ بیجا سے کیا حاصل
مرے قاتل کے دامن پر لکھی ہے داستاں میری

لکھنؤ م۔ رضا

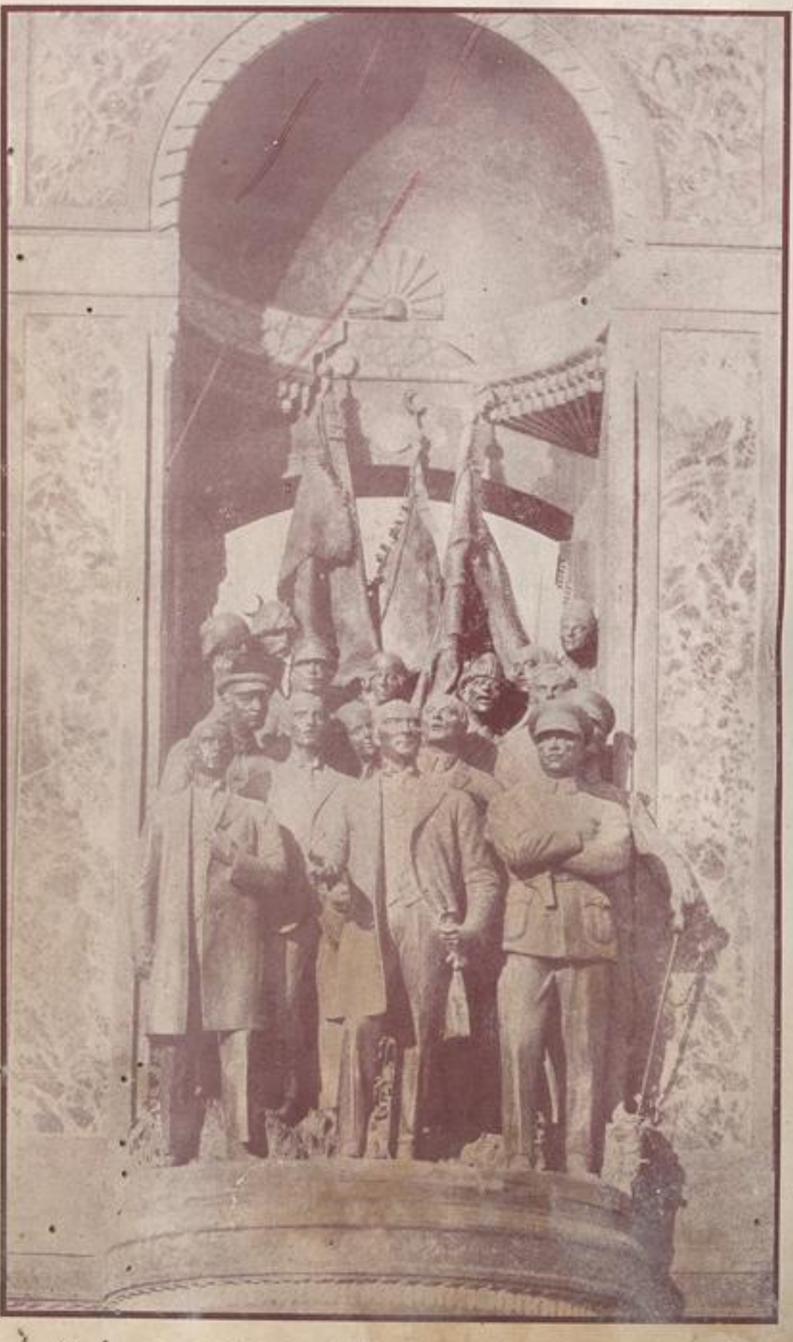

غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور اُن کے معاونین کا مجسمہ

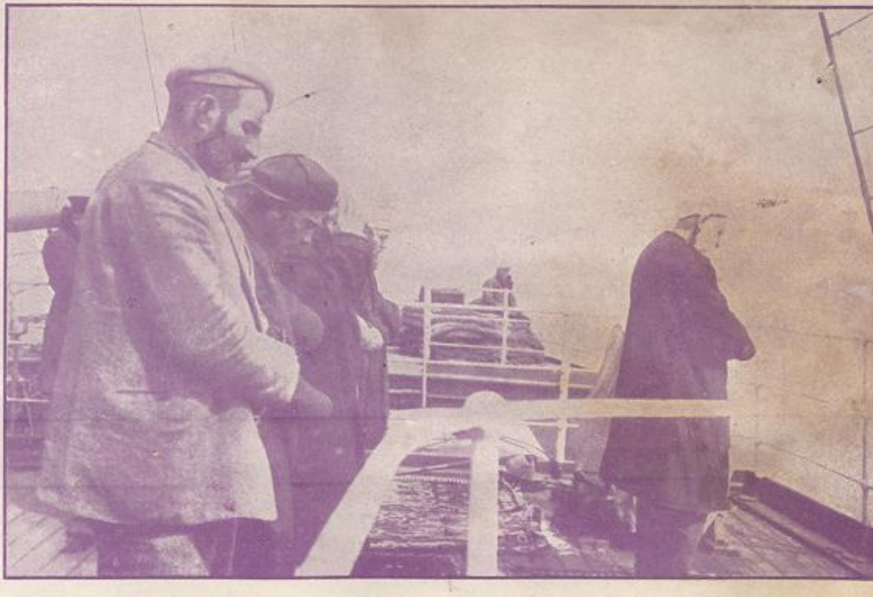

ترک غازی انگریزی ٹوپی پہنے عرشہ جہاز پر نماز پڑھ رہے ہیں

VICTORIA PRESS
LAHORE

39576

ملک ہزبرالدین

(افسانہ)

ازجناب پروفیسر محمد حبیب۔ بی۔ اے (آکسن) علیگڑھ

باب اوّل

چھ سو برس سے زیادہ زمانہ ہوچکا کہ سلطان علاءالدین خلجی کے عہد میں ملک ہزبرالدین ایک بہت ہی نامور اور سردار تھا۔ اودھ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا اور وہیں بودوباش اختیار کی۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ کسی شخص کی تعلیم اُس وقت تک کُمل نہ سمجھی جاتی تھی جبتک کہ اس کو تلوار چلانا نہ آتا ہو۔ اس زمانہ میں ملک ہزبرالدین اس فن میں یگانہ روزگار اور یکتائے زمانہ شمار کیا جاتا تھا۔ اوائل عمر ہی میں اقبال مندی نے اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور فتحمندی کا سہرا اس کے سر پر باندھا گیا۔ ابھی بمشکل سے تیس برس کا ہوگا کہ شہنشاہ کی فوج میں یکہزاری منصب جلیلہ ملک کو عطا ہوا۔ اس کے علاوہ بہت سے زرخیز گاؤں اور کئی ایکڑ زمین ملک اپنے قبضہ میں لے آیا۔ اس کی کامیابی کسی کی سفارش یا خوشامد کی شرمندۂ احسان نہ تھی۔ بلکہ زمین ہو یا منصب جو کچھ بھی اس کو ملا وہ اپنی بے نظیر شجاعت اور غیر محدود قوت کی وجہ سے ملا۔ ایک دو دفعہ نہیں بلکہ متعدد بار بڑی بڑی اور دُور دور کی مہموں پر وہ جاکر داد دلاوری اور شجاعت پا چکا تھا۔ گو علائی فوج میں ہو یا غنیم کی صفوں میں اس کو اپنا مدمقابل کبھی نہ ملا۔ خوف وڈر کس چڑیا کا نام ہے وہ اس سے بالکل ناواقف تھا۔ اس لئے کہ خوف پیدا ہوتا ہے۔ اپنی کمزوری کے احساس سے اور اس کا تجربہ اس کو ابتک نہیں ہوا تھا ٭

اتنی شہرت کے علاوہ اللہ نے اُس کو قوئی بھی ایسے دیئے تھے کہ ہزاروں میں بھی وہ الگ نظر آتا تھا۔ اس کے لمبے اور مضبوط ہاتھ اُس کے تاتاری النسل ہونے کا پتہ دیتے تھے۔ پابندی کے ساتھ ورزش اور اچھی غذا کی وجہ سے اسکا جسم ایسا بن گیا تھا کہ لوگ دیکھتے اور عش عش کرتے۔ اور پھر یہ بھی اس زمانہ میں جبکہ لوگ قوت جسمانی کی خوبیوں سے اچھی طرح واقف تھے۔ اور اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ ورزش کے لئے وقف کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ ملک گورا چٹا آدمی تھا۔ کشادہ پیشانی پر گھنی ہوئی سیاہ بھویں۔ دراز اور بل کھائی ہوئی سیاہ زلفوں کے بیچ میں مردانہ حسن کی ایک بے نظیر تصویر پیش کرتی تھیں۔ اس کی نیلگوں آنکھیں دیکھنے والے کو ہوشیار کرتی تھیں کہ خبردار اس سے مت اُلجھنا۔ یہ بگڑ بیٹھا تو بس قیامت ہوجائے گی۔ اس کی گھنی بھوری داڑھی چہرہ کے چاروں طرف جو سنگدلی کے علامات تھے۔ ان کو چھپائے ہوئے تھی۔ اس لئے کہ ہزبرالدین بہر صفت موصوف ہونے کے باوجود نہایت ہی سنگدل آدمی تھا۔ اُسے بیکس اور کمزور کو کچلنے میں کوئی باک نہ تھا۔ بیرحمی تو خیر فوجی زندگی بسر کرنے کا لازمی نتیجہ تھی۔ مگر جو اس سے بھی بڑی خرابی اس میں پیدا ہوگئی تھی وہ ناخدا ترسی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بات ماننی پڑیگی کہ بدچلنی ہو یا آوارگی اسکا دامن اس قسم کی ہر معصیت سے بالکل پاک جس طرح اُس نے جوانی کاٹ دی تھی وہ بہت سے مدعیان زہد و تقوٰی کے لئے سبق آموز تھی۔ وہ لامذہب تھا۔ لیکن مذہب کا اثر اُس پر صرف اتنا تھا کہ وہ مشین کی طرح چند کام کرلیتا تھا جس طرح وہ اس ہستی کے احکام کی تعمیل کرتا تھا کہ جس کو بادشاہ کہتا تھا اسی پابندی کے ساتھ وہ اس ہستی کی پرستش کرتا تھا کہ جس کو وہ خدا کہتا تھا۔ پس گو خدا کا نام ہر گز اُس کی زبان پر رہتا۔ لیکن خدا کا ڈر کبھی اُس کے دل میں نہ آیا تھا۔ روزہ نماز کی پابندی اس لئے تھی کہ ہر شخص اس کا پابند تھا۔ دنیا اس کے لئے کوئی معمہ نہ تھی۔ ایمان بالغیب کی لذتوں سے محروم تھا۔ اور صرف پیش نظر چیزوں کے وجود کا قائل تھا چونکہ ابتک اس کو نفع اور نقصان صرف روپیہ کی صورت میں نظر آتا تھا۔ اس لئے اس کی سمجھ کی طرح اس کے ہمدردی کے جذبات بھی محدود تھے۔ اس خامی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ابھی ملک کی عمر دس سال ہی کی تھی کہ ماں باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اس حادثہ جانکاہ کے بعد کون سی مصیبت تھی جو اس نے نہ جھیلی۔ اور کونسی کڑی تھی جو اُس نے نہ اُٹھائی۔ اس کشمکش حیات میں بقائے نسب کے اصول پر گو بالآخر کامیابی اس کو ہوئی۔ مگر ظالموں اور جابروں سے لڑتے لڑتے وہ سب سے زبردست سنگدل ہوکر رہ گیا تھا۔ زندگی کو وہ نہایت ہی خودغرضانہ نقطۂ نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اپنے فائدہ کے علاوہ کسی اَور خیال کبھی اُس کے ذہن میں نہیں آیا۔ مذہب اُس کی فوا فسدم میں صرف پابندی

صوم و صلوٰۃ اور ادائیگی زکوٰۃ کا نام تھا۔ خدا کے ان احکام کی تعمیل کے بعد پھر اس اللہ کے بندے کو بھولے سے بھی خدا کا خیال دل میں نہ آتا تھا۔ دوسروں سے محبت یا صرف ہمدردی اُس کے خیال میں فضول سی چیزیں تھیں۔ اس احساس نے کہ وہ سب سے زیادہ طاقتور انسان ہے اور گل کھلایا۔ اُس نے اپنی طاقت کا پورا فائدہ اٹھانا شروع کیا۔ اس کی گفتگو گالیوں سے لبریز ہوتی بات بات پر قسمیں کھاتا۔ کمزوروں کو وہ جس حقارت سے دیکھتا اُس کی نہ کوئی حد تھی نہ حساب۔ اُس کے ہمسایہ اُس سے ڈر کر اُس کے سامنے جھک جاتے تھے۔ مگر دل میں سب اس سے نفرت کرتے تھے۔ لیکن ملک ان کی محبت یا نفرت ہر ایک سے بے نیاز تھا۔ رفتہ رفتہ خوف کی وجہ سے لوگوں نے اس کے گھر آنا جانا بند کر دیا۔ تنہائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب کوئی بدنصیب اس کے چنگل میں پھنستا تو ملک کا سارا غصہ اُس بیچارہ پر نکلتا کسی کے دل میں خواہ کچھ ہی ہو۔ لیکن کیا مجال کہ کوئی زبان تک ہلا سکے۔ خیر کوئی کہے یا نہ کہے مگر واقعہ یہی تھا کہ ہنر برالدین کی تمام زمین ظلم و جور ہی کا پھل تھی۔ کتنے لوگ طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کئے گئے اور کتنے مار بھی ڈالے گئے تاکہ ملک کی ملکیت میں اضافہ ہو۔ مغلوب الغضب کی ہیبانہ قوت کے سامنے ہر شخص ایک دوسرے کو سکوت کے عالم میں دیکھتا۔ اور کچھ نہ کہہ سکتا۔ اس لئے کہ ہر شخص جانتا تھا کہ اگر ملک نے کسی بات کا ارادہ کر لیا تو ادھر کی دُنیا اُدھر ہو جائے۔ وہ اُس کو کر کے چھوڑتا ہے۔

ملک کے صرف دو دوست تھے۔ ایک تو اُس کی بی بی زبیدہ خانم اور دوسرا زبیدہ خانم کا بھائی فخر الدین۔ موخر الذکر ایک خاموش گوشہ نشین آدمی تھا جس کو صرف کتابوں سے شوق تھا اور ملک اس کو نہایت ہی حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا لیکن زبیدہ خانم وہ عورت نہ تھی کہ کوئی شخص اس کی تحقیر کر سکے انتہا یہ کہ ہنر برالدین اس کا خاوند ہونے کے باوجود اس پر پوری طرح قابو نہ پا سکا۔ زبیدہ خانم دیکھنے میں نحیف، لاغر اور پردہ نشین عورتوں کی طرح ہمیشہ بیمار نظر آتی تھی۔ عمر بھی تئیس برس سے زیادہ نہ تھی۔ مگر اس کی ذات میں ایک عجیب برقی اثر۔ اس کی گفتگو میں شیرینی۔ اور اس کی معصوم نگاہوں میں وہ کشش تھی کہ ہر ایک اس کا گرویدہ تھا۔ اس کی ہر دلعزیزی کسی تعلیم یا تربیت کی وجہ سے نہ تھی۔ قدرت نے اُس کو کچھ ایسی طبیعت ودیعت کی تھی۔ جو اُس سے یکبارگی ملتا پھر اُس کا کلمہ پڑھتا۔ اپنے گھر کی چار دیواری کی محدود دنیا میں وہ ہر چیز سے محبت کرتی اور ہر چیز اُس سے محبت کرتی ہوئی نظر آتی۔ جب اُس کی چھت کے کونوں میں ابابیلوں نے گھونسلہ بنایا تو وہ بجائے خفا ہونے کے خوش ہوئی۔ ہر شام جب اُس کے ننھے مہمان اُس کے خوبصورت سر کا طواف کر نے کو آتے تو وہ اُن کو کھانے کے لئے دانہ اور پانی دیتی۔ جانور محبت کی نگاہ کو انسان سے زیادہ پہچانتے ہیں۔ ابابیلیں بھی زبیدہ خانم کے نازک سفید ہاتھوں پر بیٹھ کر دانہ کھاتیں۔ جب کوئی غریب عورت بھیک مانگتی اُس کے دروازہ پر آنکلتی تو اُس کو کھانے کپڑے اور پیسہ کے علاوہ محبت کی ایک شاداب نگاہ بھی ملتی جس سے اُس کی جسمانی اور روحانی دونوں مسرتوں کا انتظام ہو جاتا۔ اس کے وسیع محبت کے دائرہ میں وہ دُبلے اور غلیظ کتے بھی تھے۔ جو گاؤں کی سڑکوں پر گری پڑی ہڈیوں اور روٹیوں کے ٹکڑوں کے لئے گھوما کرتے تھے۔ اور وہ غریب فاقہ کش انسان بھی جن کو ملک ہنر برالدین نے اُن کی زمین ضبط کر کے در در کی بھیک منگوائی۔ زبیدہ خانم کا ہاتھ سخاوت میں اسقدر کھلا ہوا تھا کہ کھلیان یا تجوری دونوں پُر ہوتے ہی خالی ہونا شروع ہو جاتے۔ الغرض ہر ذی روح خواہ وہ انسان ہو یا جانور۔ کوئی ایسا نہ تھا جس کے زبیدہ خانم کے درد مند دل میں جگہ نہ ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چوپایہ۔ پرند اور آدمی ہر ایک زبیدہ پر اپنی جان قربان کرنے کو تیار تھا۔ انتہا یہ کہ اس کی مسخر کرنے والی نگاہوں نے ہنر برالدین پر بھی وہ جادو کر رکھا تھا کہ زبیدہ خانم کے ان تمام سخاوت کے کارناموں کو دیکھتا اور اُف تک نہ کر سکتا۔ بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا۔ کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے موزوں نہیں۔ مگر در اصل بات یہ نہ تھی اوّل اوّل آپس میں بہت جھگڑے رہے۔ جس آدمی نے اپنے اطراف کے ملک پر تسلط کر لیا ہو وہ ایک عورت سے سوائے غلامی کے کیا اُمید رکھ سکتا ہے۔ چنانچہ جب اُس نے دیکھا کہ زبیدہ خانم اُس کی مرضی کے خلاف چلتی ہے۔ تو اُس نے اپنی بی بی کو ٹھیک کرنے کی پوری کوشش کی لیکن اُسکو مطلق کامیابی نہیں ہوئی۔ ہنر برالدین کی زندگی میں یہ پہلا موقع تھا۔ کہ اُس کو اپنے ارادہ میں ناکامیابی ہوئی۔ جھنجھلاہٹ اور غصہ میں اُس نے کون ظلم تھا۔ جو نہیں کیا۔ گالیاں دیں۔ گھونسے مارے۔ ٹھوکریں لگائیں۔ غرض سپاہیانہ زندگی میں جو کچھ فوج کو قابو کرنے کے لئے سیکھا تھا۔ سب کا عمل غریب زبیدہ خانم

بڑ کیا گیا۔ کبھی اس کو کئی کئی دن اس کے فاقے کرائے اور غریب معصوم لڑکی کو
قریب المرگ کر دیا۔ لیکن شاباش ہے اُس بی بی کی ہمت کو کہ ہر مصیبت کے
ہنستی رہی۔ اور تکلیف کے زمانہ کی اس آزردہ پیشانی سے کاٹ دیا کہ جبیں پر ایک
شکن تک نہ آنے دی۔ بلکہ تکلیف کی زیادتی نے اس میں محبت کی قوت
کو اور بڑھا دیا۔ اور ملک ہزبر الدین سے کہ اس کا آزمودہ نسخہ فی مرض میں تخفیف
کرنے کے بجائے مرض کو اور زیادہ کر دیا۔ ملک اس عجیب بات کو مطلق نہ سمجھ
سکا۔ یہاں اس کا ایک ایسی آیت سے واسطہ تھا کہ جو اس کی حد ادراک سے
بالاتر تھی۔ اگر کوئی نفرت کا جواب نفرت سے۔ اور تھپڑ کا جواب گھونسے سے
دیتا تو ہزبر الدین یقینی طور پر کامیاب ہو جاتا۔ لیکن وہ پریشان تھا کہ اس کمزور
خوبصورت کا کیا کرے کہ اس کے ہر ظلم کا جواب محبت اور اُلفت سے دیتی
ہے۔ بالآخر مجبور ہو کر چپ ہو رہا اور اس نے ہار مان لی۔ زبیدہ کے لئے اُس کے
فرائض کی صراط مستقیم بالکل صاف تھی۔ وہ اپنے خاوند کے گناہوں کے
خیال سے کانپ اُٹھتی تھی۔ اس لئے کہ اس کو ان باتوں کی خبر تھی۔
گو اپنے خاوند کے افعال اُس نے کبھی پسند نہ کئے۔ مگر ملک کی طرف سے زبیدہ
خانم کے دل میں سوائے محبت کے دوسرے جذبات موجزن نہ تھے۔ نفرت
کا جذبہ قدرت نے اُس کو ودیعت ہی نہیں کیا تھا۔ اس کے علاوہ ملک
ہزبر الدین کی جوانی اور مردانہ حسن میں ایسی بہت سی باتیں تھیں کہ کوئی بھی عورت
اس سے محبت کرنے پر مجبور ہو سکتی تھی۔ کیونکہ اس کے خلاف جو باتیں مشہور
تھیں وہ حاسدوں کی افترا پردازی پر بہت آسانی سے محمول کی جا سکتی تھیں
اس لئے کہ شاہی فوج میں اس کو جو عزت حاصل تھی وہ تمام فوجی سرداروں کے
لئے باعث رشک تھی۔ شراب کا وہ عادی نہ تھا۔ مگر جو کچھ بھی زبیدہ خانم نے
تہیہ کر لیا تھا کہ اپنے خاوند کو صراط مستقیم پر لے آئے۔ مگر ہاں زبیدہ خانم
کو بھی مات ماننی پڑی۔ اس لئے کہ گو شادی کو پانچ برس ہو چکے تھے مگر ہنوز
لاولد تھا۔ زبیدہ اس لئے ہمیشہ مغموم رہتی اور اس کو ایسا معلوم ہوتا کہ اس
کے اور اُس کے خاوند کے درمیان ایک ... ہے کی دیوار حائل ہے کہ
زبیدہ تمام کوشش ... جو وہ ... سے نہ ہٹا سکی۔ ... ہارے کا
ہتھیار ... امید ہو کر ... کا خیال تھا۔ ... زبیدہ خانم کا
یقین اسی حد تک تھا کہ ایک مسلمان گھر کی تربیت یافتہ ... ہو سکتی ہے

جب شب کی گہرائیوں میں ایک عالم دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوتا، اُس وقت یہ محبت
کی پوٹ اپنے خاوند کے پلنگ کی پٹی پکڑ کر اپنے خدائے علیم و بصیر سے دعا
مانگتی کہ "اے تو جو رحیم و کریم ہے میرے خاوند کے دل میں بھی تھوڑا سا رحم کر
ڈال دے۔" گو دعا ہو یا نہ ہو ملک ہزبر الدین پر ایک کا اثر نہ ہوتی۔ اپنی بی بی کی
ہر بات کو وہ برابر برداشت کرتا رہا اور اُس کی عزت بھی ہمیشہ ملک کے
دل میں رہی۔ مگر ایک غرور جو راستہ اُس نے اختیار کر لیا تھا اُس سے بھر مو
کبھی نہ ہٹا۔ چونکہ اُس کو کبھی کسی سے زیر ہونے کی نوبت نہ آئی تھی۔ اس
لئے قوت کے گھمنڈ میں اور نشۂ جوانی سے چور ہو کر اُس کے لئے خدا کا وجود
رنج والم اور الفت سے زیادہ نہ تھا ۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اس لئے کہ ہمارے افسانہ کا تعلق ملک ہزبر الدین
اور زبیدہ خانم کے خانگی تعلق سے نہیں۔ ہمارے افسانہ کا ہیرو ملک ہے۔
نہ کہ خانہ ... نے ملک ہزبر الدین کو ظلم و جبر کے قعر مذلت سے نکالنے
کے لئے ... محبت کرنے والی بی بی کے نازک ہاتھ کو پیدا کیا تھا
مگر ملک نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا چنانچہ پردۂ مستقبل سے بالکل
نئی قسم کے واقعات ظہور پذیر ہوئے ۔

باب دوم

اپریل کے مہینہ میں خاصی گرمی شروع ہو گئی تھی۔ سہ پہر کا وقت تھا۔
دن بھر ایک ابر کا چھوٹا سا ٹکڑا بھی آسمان پر نظر نہ آیا۔ آفتاب کی تمازت میں
دن دونی اور رات چوگنی ترقی ہوتی گئی تھی۔ ہرے بھرے درختوں کی سرسبز پتیاں
جھلسی اور جلی جا رہی تھیں خشکی اور گرمی کی وجہ سے زمین گرم ہو کر تڑخ گئی
تھی۔ جلتے ہوئے اور چھوا۔ میدان پر جوں جوں گرم ہوا کے بگولے چلنے شروع
ہوئے موسم سرما کے خوبصورت اور نازک پھول کملائے۔ مرجھائے۔ اور
یکے بعد دیگرے خشک ہو گئے ۔

شام سے کچھ قبل ہزبر الدین اپنے بلند جنگی گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور کام
کی نگرانی کرنے چل پڑا۔ شہر سے ایک میل دور اس کا ایک کھیت تھا جس کے
جوتنے کا اُس نے اُس روز حکم دیا تھا۔ کئی سال تک خالی پڑا رہنے کے بعد
اس سال دوبارہ کھیت کی باری آئی تھی۔ ملک آج کے دن کچھ بہت خوش تھا

صبح کا وقت تمام حساب صاف کرنے میں صرف ہوا اور ملک نے دیکھا کہ زبیدہ خانم کی فیاضیوں کی وجہ سے نہ صرف تمام سال کی آمدنی خرچ ہو چکی ہے۔ بلکہ وہ مقروض بھی ہو گیا ہے۔ زبیدہ سے کچھ کہنا لاحاصل تھا۔ اس کا جواب پہلے ہی سے معلوم تھا۔ ملک جھنجھلایا ہوا بیٹھا تھا۔ سرِ شام خبر آئی کہ سنتے کھیت پر کسانوں نے ٹھیک کام نہیں کیا۔ بندر کی بلا طویلے کے سر۔ فوراً گھوڑا کسوا کر چل پڑا وہاں پہنچ کر خبر کی تصدیق ہوئی +

ملک کو اپنے گھونسوں اور ٹھوکروں کے اثر میں اتنا ناز تھا کہ مزدوروں کو اُس نے ایک پیسہ بھی اُجرت کا نہ دیا۔ مزدور بھی جہاں تک اُن سے بن پڑتا کم سے کم کام کر کے دیتے تھے۔ آج بھی ایسا ہی ہوا۔ تین آدمی صبح سے اس کھیت پر بھیجے گئے مگر شام کو جو دیکھا تو زمین پر ہل کی صرف چند دھاریاں نظر پڑیں۔ چنانچہ اس وقت بھی ایک آدمی چھوٹی سی لکڑی لئے اپنے دونوں ساتھیوں کو ایک شعبدہ دکھا رہا تھا جس کو اُس نے ایک شادی کے موقع پر دیکھا تھا۔ تینوں مزدور خوش خوش قہقہہ لگا رہے تھے کہ اتنے میں ملک چیختا اور گالیاں دیتا ہوا پہنچا۔ وہ کیا آیا ان بیچاروں پر بجلی گر گئی +

"مردود۔ جب تک تمام کھیت کا کام ختم نہ کر لو گے اُس وقت تک تم کو یہاں سے ہلنے نہ دونگا۔ اچھا ہے بھوکے رہو اور رات بھر یہیں مرو"

آن کی آن میں مزدور اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے۔ وہ ملک کی اُس کی حرکتوں سے خوب واقف تھے۔ خیریت ہو گئی کہ اُس نے صرف الفاظ پر اکتفا کی۔ اگر کہیں وہ جواب دیتے یا جھگڑا کرتے تو رات بھر سر سہلاتے اور کام بہرصورت کرنا پڑتا۔ کام جلد از جلد ہو رہا تھا۔ ایک آدمی ہل میں بیل جوڑے ہوئے نہایت سرعت سے اُس کو چلا رہا تھا۔ بقیہ دو کھیت کے کنارہ کی جھاڑی کو درست کر رہے تھے۔ الغرض دن بھر کے کاہل کے بدلے میں مزدور نہایت پھرتی سے کام کر رہے تھے۔ کھیت چھوٹا تھا۔ اور کام دو گھنٹہ سے زیادہ کا نہ تھا۔ اور یہ ناممکن تھا کہ دو گھنٹہ تک برابر گالیاں دیئے چلا جائے۔ مگر ملک تھا زبان کا پکا۔ جو بات اُس کے منہ سے ایک دفعہ نکل گئی پھر کیا مجال کہ اُس میں رد و بدل ہو جائے۔ چنانچہ اُس نے اپنا گھوڑا ایک بڑ کے درخت کی جڑ سے باندھ دیا۔ اور اس ٹیلہ پر جہاں کہ مزدور بیٹھے تھے خود جا کر بیٹھ گیا۔ اور اُن کا کام غور سے دیکھنے لگا +

آفتاب افق مغرب میں اپنی رات کی خوابگاہ کی طرف جا رہا تھا۔ اور بہت بڑا معلوم ہوتا تھا۔ شام کی سیاہی چھائی جا رہی تھی۔ اور آس پاس کی روشنی درختوں کے جھنڈ میں سے ٹمٹماتی نظر آ رہی تھی۔ اتنے میں ماہتاب اپنی سُرخ تین لئے نمودار ہوا۔ جوں جوں یہ اوپر چڑھتا گیا۔ اسیقدر اُس میں روشنی بڑھتی گئی۔ ہزبرالدین اپنے کام میں بہت دلچسپی لے رہا تھا۔ یکایک اُس کی توجہ ایک طرف منتقل ہوئی۔ ہل چلانے والا مزدور بھاگ گیا تھا +

"او سور تھک گیا! اگر کھیت کو پورا کرنے سے پہلے رُکا تو میں تیری ہڈیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دونگا" +

"حضور میں تھکا نہیں۔ بلکہ یہاں کوئی چیز ہے۔ ایک انسانی ڈھانچ ہے۔ شاید یہ قبر ہے"

"چلاؤ ہل اس پر سے۔ ہل چلاؤ اس پر سے۔ کیا گاؤں میں اور قبرستان نہیں جو میرا حق میرے کھیتوں میں مُردے دفن کرتا ہے۔ چلاؤ ہل اس پر سے اور اس ذلیل لاش سے کہہ دو کہ کسی اور جگہ چلی جائے"

ہزبرالدین کے ان الفاظ کا غریب مزدور پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ خوف کی وجہ سے کانپ رہا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ وہ ڈھانچہ خالی چشم خانوں سے اس کو دیکھ رہا ہے۔ اُس کو ایک دفعہ ایسا بھی معلوم ہوا کہ گویا اس ڈھانچ نے حرکت کی۔ ہزبرالدین کی دھمکیاں اور ملامتیں بے سود تھیں۔ اس مزدور پر اسقدر خوف طاری تھا کہ اُس کے ہاتھ پاؤں اُس کے قابو میں نہ رہے۔ دوسرے دونوں مزدور بھی اُس کے پاس آ کر کھڑے ہوئے۔ اور ان میں سے ایک نے دبی زبان سے قبر کی عظمت بتائی اور کہا "ایک دن ہم کو بھی مرنا ہے"۔ لیکن مُردے کی تعظیم ان لوگوں کے لئے ایک بے معنی سی چیز ہے۔ جو زندہ انسان کی تعظیم نہیں جانتے۔ ہزبرالدین غصہ میں لال ہو گیا اور بجلی کی طرح کھیت میں پہنچ کر ہل والے مزدور کو اس زور سے گھونسہ مارا کہ وہ چکرا کر گر پڑا۔ بقیہ دو کو حکم ملا کہ وہ اپنے کام میں لگ جائیں۔ ملک نے اس ڈھانچ کو اس کا سر پکڑ کر باہر نکالا۔ اور ہل چلے ہوئے کھیت میں سے گھسیٹ کر اس ٹیلے کے نیچے لا کر ڈال دیا۔ اس من چلی بہادری کا اثر عجب جادو کا سا ہوا۔ مزدوروں کا دل بڑھ گیا۔ دو چار لاتوں کے اثر سے وہ گرا ہوا آدمی بھی ہوش میں آ گیا۔ اور ہل چلانے میں مصروف ہو گیا۔ اپنے سے زیادہ گناہگار کی موجودگی نے اُس کے پراگندہ حواس کو بحال کر دیا۔ احاطہ پر کام کرنے

والے دونوں آدمیوں نے بھی جائز طور پر اس بیبت ناک واقعہ کو اخلاقی جرم سے آزاد سمجھا۔ اور ہنر برالدین مزدوروں کو اپنے کام میں لگا کر پھر اپنی جگہ اسی ٹیلے پر آبیٹھا جس کے نیچے وہ ڈھانچ پڑا ہوا تھا۔

وہ مختصر سا ڈھانچ تھا اور غالباً زیادہ عرصہ کا نہ تھا۔ کم از کم تمام ہڈیاں قائم تھیں۔ صرف دو پسلیاں ٹوٹی نہیں بلکہ کٹ گئی تھیں۔ کیونکہ وہ سطح جہاں سے وہ چھوٹے ٹکڑے علیحدہ ہوئے تھے بالکل ہموار تھی۔ ظاہر تھا کہ وہ آدمی سینہ کے کسی مہلک زخم کی وجہ سے مرا تھا۔ لیکن ہنر برالدین کو اس کے موت کے اسباب دریافت کرنے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ پھر بھی وہ اُس کی طرف نہایت غور سے دیکھتا رہا۔ اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ "یہ کس کا ڈھانچ ہو سکتا ہے؟" ہنر برالدین کو اپنی شکلوں کی یادداشت پر بہت ناز تھا۔ مگر پھر اُس نے سوچا کہ کون اپنے واقف کاروں کے ڈھانچوں کو پہچان سکتا ہے؟ وہ مڑ کر ڈھانچ کے پاس گیا اور اُس کی کھوپری کو جسم سے علیحدہ کیا۔ اور اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ کر بغور دیکھنے لگا۔ بے نور اور خالی آنکھوں کے گڑھوں نے اس سے ایک دردناک درخواست کی۔ اور اپنے آرام اور سکون سے لیٹنے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن ہنر برالدین کی مادہ پرست تیز آنکھوں نے واقعات کے اندرونی معنوں کو نہیں سمجھا۔ اُس نے اس کھوپری کو ہاتھ میں لے کر چاندکی روشنی میں اُچھالا۔ اور جونہی وہ نیچے آئی اُس کو لپک لیا۔ پھر مزدوروں کو گالیوں کے طومار کے ساتھ وہ اُس کھوپری کو اور جسم کو ٹھوکریں مار مار کر قریب کی جھاڑی میں ڈال آیا۔ اتنی دیر میں مزدور اپنا کام کر چکے تھے۔ ملک نے کھیت اور احاطہ بندی کا معائنہ کیا۔ پھر وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور چاند کی روشنی اور آموں کے پتوں کے سایہ سے ملی جلی دھوپ چھاؤں میں واپس گھر آگیا۔

بابِ سوئم

جولائی کے مہینہ میں شام کا وقت تھا۔ سارے دن بوندا باندی ہوتی رہی لیکن شام کے وقت آسمان صاف ہو گیا اور تازی تازی خوشگوار ہوا چلنے لگی۔ ملک ایک تپائی باہر لایا۔ اور اپنے کچی مٹی کے بنے ہوئے عالی شان مکان کے بڑے دروازہ کے سامنے بیٹھ گیا۔ یہاں بیٹھ کر اُس نے اپنی ڈاڑھی میں تیل لگا کر کنگھا کرنا شروع کیا۔ اتنے میں لوگ ملاقات کے لئے آنے شروع ہوئے۔ سب سے پہلے اُسی کا برادرِ نسبتی فخرالدین آیا۔ ملک نے اُس کو کنگھا اور تیل پیش کیا جس طرح کہ ایک ڈاڑھی والا دوسرے کو پیش کرتا ہے۔ فخرالدین نے رسمی شکریہ کے ساتھ وہ لے لیا۔ یہی ایک شخص تھا۔ جو ہنر برالدین سے بغیر کسی غرض کے ملتا تھا۔ اور لوگ کسی نہ کسی مطلب کی وجہ سے ملتے تھے۔ لیکن اس مرتبہ تو فخرالدین بھی ایک وجہ سے آیا تھا پہلے تو وہ الل ٹپ گاؤں کے معاملات اور فصل کی حالت کا تذکرہ کرتا رہا۔ بعد ازاں برسرِ مطلب آیا۔ اُس نے کہا کہ "ایک غریب بیوہ گاؤں کے دوسرے سرے پر چیچک کی مریض ہے کیا آپ اپنی بیوی اس بات کی اجازت دینگے کہ وہ اُس بیچاری کی مزاج پُرسی کر آئے۔ ملک نے سختی سے کہا "نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ مرض اُڑ کر لگنے والا ہے۔ اور پھر میں یہ بھی کبھی گوارا نہیں کر سکتا کہ میری بیوی اپنے سے کم درجہ کی بیوہ عورتوں سے ملے"۔

"مگر وہ جائے گی ضرور"۔

"تو وہ جا سکتی ہے۔ اور مجھ کو پریشان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اس قسم کی باتوں میں مجھ سے صلاح لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ سمجھے؟"

فخرالدین خوب سمجھتا تھا۔ وہ آہستگی سے اپنی ہمشیرہ کے کمرہ میں چلا گیا اور اس سے کہا کہ وہ تھوڑی دور چلنے کے لئے تیار ہو جائے۔ تھوڑی دیر میں یہ چھوٹا سا جلوس ہنر برالدین کے گھر کے دروازہ سے نکلا۔ سب سے آگے آگے فخرالدین ایک ٹٹو پر سوار تھا۔ اُس کے پیچھے بند پالکی میں زبیدہ خانم گزری۔ اُس نے اپنے ہمراہ چند دواؤں کی بوتلیں رکھ لی تھیں۔ پالکی کے ساتھ ساتھ ایک بڑھیا ماما چل رہی تھی۔ اور پیچھے پیچھے چھ مضبوط آدمی تلوار اور لاٹھیوں سے مسلح آ رہے تھے۔ ہنر برالدین کا نہایت ہی سخت حکم تھا کہ اُس کی بیوی جب کبھی باہر جائے تو اس ساز و سامان کے ساتھ نکلے جو اُس کے مرتبہ کے لئے ضروری تھا۔

لیکن ہنر برالدین اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے اس جلوس کو نہ دیکھ سکا آج کا دن عدالت کے لئے مخصوص تھا۔ اور اہلِ معاملہ اس کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ وہ اس عدالتی ضلع کا افسرِ اعلیٰ تھا۔ گاؤں کے پنچوں کے فیصلہ کے خلاف اپیلیں اس کی عدالت میں سُنی جاتی تھیں۔ اگر کسی کی یہاں بھی تسلی اور تشفی نہ ہوتی تو وہ شہنشاہ کے دربار میں فریاد لیکر جاتا۔

ملک کے عمدۂ عدالت کے ماتحت چوبیس گاؤں تھے۔

باوجودیکہ بونجات کے ملک اپنے زمانہ کا بہترین منصف خیال کیا جاتا تھا جہاں اُس کا ذاتی تعلق نہ ہوتا وہاں اس سے زیادہ غیر جانبدار منصف ملنا ممکن نہ تھا۔ اس کو کسی طاقتور یا کمزور کا خوف نہ تھا۔ رشوت اس نے عمر بھر میں ایک دفعہ بھی نہیں لی۔ وہ اپنے قوی اور مضبوط ہاتھ سے بڑے اور چھوٹے ہر ایک مجرم کا یکساں فیصلہ کرتا تھا۔ اس کے منصفانہ فرائض بہت قسم کے تھے۔ معمولی چوروں اور ادنیٰ درجہ کے مجرموں کو گاؤں کا چوکیدار پکڑ لیا کرتا تھا۔ لیکن جو ٹھگ اور قزاق چوکیدار کی بساط سے باہر ہوتے اُن کو ملک خود جاکر گرفتار کرتا تھا۔ جو لوگ فرمان شاہی کی خلاف ورزی کر کے شراب پیتے تھے اُن کو جرمانہ کرنا اور دُرّے لگوانا بھی ملک کے فرائض میں داخل تھا۔ زمین کا لگان مقرر کرنا۔ بیت المال سے حاجتمندوں اور اپاہجوں کو روپیہ تقسیم کرنا۔ مدرسوں میں تعلیم کی نگرانی کرنا۔ بیع و شرع۔ طلاق اور وراثت کے مقدموں کا فیصل کرنا۔ الغرض رفاہ عام کی تمام خدمات اس کے سپرد تھیں۔ اس کی عدالت میں درخواست دینے کے لئے اسٹامپ کی ضرورت نہ تھی۔ اور نہ وکیلوں کے پیروی کرنے کی حاجت۔ خدا کے پانی اور خدا کی ہوا کی طرح اس کا انصاف بھی ہر طالب کو بغیر کسی معاوضہ کے ملتا تھا۔ اس کے داہنے جانب مدعی آکر بیٹھتے اور بائیں جانب مدعا علیہ۔ ہر مدعی سے دریافت کرتا کہ اس کو کیا نقصان پہنچا۔ اور مدعا علیہ سے جواب طلب کرتا۔ پھر دونوں کی طرف سے شہادتیں پیش ہوتیں۔ اور ملک کا فیصلہ اُسی وقت صادر ہو جاتا تھا۔ حق سے سوم بھلا جو تُرت دے جواب۔ اس نے کسی مقدمہ کو چھ مہینہ کے لئے نہیں ٹالا۔ ہزبرالدین اپنے انصاف اور عدل میں مثال کے طور پر پیش کیا جاتا تھا۔ ہر شخص کو اُس کا حق دینے میں اس کو نہایت ہی خوشی ہوتی تھی۔ اس قاعدۂ کلیہ میں صرف وہ معاملات مستثنیٰ تھے کہ جن کا تعلق اُس کی ذات سے تھا۔ مگر اس کا انصاف ہزار برائیوں کے مقابلہ میں بھاری تھا۔ اور اس کی نجات کے لئے یہ افعال نیک بہت کافی تھے۔ جو لوگ کہ دوسروں کی عیب جوئی کرنے کے بجائے اُن کی پردہ پوشی کیا کرتے میں وہ اکثر کہا کرتے تھے "ملک جیسا کچھ بھی ہو مگر وہ اتنا ظلم کرتا نہیں جتنا کہ لوگوں کے مظالم سے بچاتا ہے"۔

گذشتہ ہفتہ اوّل تو جرائم بھی زیادہ ہوئے اور پھر مقدمے بھی معمول زیادہ دائر ہو گئے۔ اس لئے ملک کے چاروں طرف اہل مقدمہ کا ایک بڑ تھا۔ مگر اُس کا اصول یہ نہ تھا کہ جس بات کو انصاف آج چاہے اُس کو کل بر رکھے۔ اس وجہ سے باوجود بہت دیر ہو جانے کے وہ برابر کام میں لگا رہا یہا تک کہ جب اُس نے آخری مقدمہ کا فیصلہ سُنایا اُس وقت تقریباً آدھی جا چکی تھی۔ اُس کی بیوی اب تک نہیں آئی تھی۔ وہ کام کی وجہ خستہ بھی ہو گیا تھا۔ اور اُس کو تیز بھوک لگ رہی تھی۔ اُس نے کھانے لئے غل مچایا۔ کھانا جو اتنی دیر سے رکھا ہوا تھا لایا گیا لیکن زبیدہ خانم بن رسیدہ ماما دسترخوان بچھاتے وقت کانپ رہی تھی۔ ہزبرالدین کو کی وجہ سے یہ احساس بھی نہ رہا کہ اُس نے کتنا زیادہ کام کیا۔ اور اب ایک ہفتہ تک عدالتی کام سے فرصت ہو گئی۔ گر ماما کو دیکھ کر اُس نے پوچھ "کیا بات ہے۔ کس نے تجھ کو تکلیف پہنچائی" ملک کی باتوں اور اُس قوی جثہ کو دیکھ کر ماما کی ذرا ڈھارس بندھی اور کہنے لگی "سرکار کوئی بات اس چیچک کی مریضہ کے بچنے کی اب کوئی اُمید نہیں۔ خانم نے کہہ دیا وہ جلدی واپس آئینگی۔ اور مجھے کھانا کھلانے کے لئے اوّل ہی روانہ کر راستہ میں وہ کھیت پڑتا ہے جس پر آپ نے اس سال ہل چلوا کر پیاز ہے۔ جب میں وہاں سے گزری تو میں نے کھیت کے دوسرے سرے ایک اجنبی آدمی کو دیکھا کہ وہ ان چھوٹے چھوٹے پودوں کو اُکھاڑ رہا ہے میں کھڑی ہو کر اُس کو دیکھتی رہی۔ مگر اُس نے ان تمام پودوں کو جمع کر کے ٹیلہ پر جا کر بیٹھ گیا۔ پھر اُس نے ایک پیاز کو اُس کے نازک پودے جھٹکا مار کر توڑا پھر اُس کو چاندنی میں اونچا اچھال کر لپک لیا۔ میں نے اُ چلا کر پوچھا کہ وہ کون ہے۔ اور کیوں اس طرح میرے آقا کی پیاز کو اُکھا ہے۔ مگر اس کے جواب میں وہ اجنبی محض بڑبڑایا۔ اُس کی بڑبڑاہٹ مہیب اور دہشتناک تھی۔ کہ خوف سے میرا دل بیٹھنے لگا۔ پھر وہ میری غصہ سے مُڑا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک پستہ قد سیاہ رنگ کا آدمی ہے۔ اُس کی سفید ہے اور اُس کے سینہ پر ایک سُرخ نشان مجھے نظر آیا۔ میں ڈر گئی ایک ضعیف عورت کر ہی کیا سکتی تھی۔ میرے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے راستہ میں کئی جگہ گر پڑی لیکن میں نے جھٹک آپ کے دامن میں پناہ

ہیں نے دم نہ لیا۔ اب آپ ہی ہیں کہ جو ہم غریبوں کو چوروں کے خطرہ سے پناہ دیں گے۔ اس لئے کہ ہم سب لوگ ان سے عاجز آگئے ہیں"۔

اس تمام واردات کے سُنانے میں وہ بڑھیا کئی کئی بار کانپ کانپ اُٹھی۔ مگر ہزبرالدین کے تیز کانوں نے بڑھیا کے اخیر جملے کے مطلب کو بھانپ لیا۔ اُسی شام کو اُسے خبر ملی تھی کہ ایک گروہ بزدل چوروں کا بستی کے پاس آگیا ہے کہ جو صرف باغوں اور کھیتوں میں چوری کر کے گزر کرتا ہے۔ یہ ضرور اُسی گروہ کا ایک آدمی ہوگا۔ ملک نے سوچا کہ اس کو پکڑ لینا چاہئے تاکہ اس سے تمام گروہ کے حالات قبول کرائے جائیں۔ اُس نے فوراً تلوار کمر سے باندھی۔ ترکش میں تیر رکھے۔ بائیں ہاتھ میں کمان اور داہنے ہاتھ میں نیزہ لے کر روانہ ہوگیا۔ ماما نے پوچھا "سرکار کیا میں گھوڑے کے لئے آواز دوں؟"

"نہیں گھوڑے کی کیا ضرورت ہے۔ ملک ہزبرالدین پیادہ دس سواروں کے برابر ہے۔ اس کے علاوہ گھوڑے کی ٹاپ کی آواز سے وہ چوکنا ہو کر بھاگ جائیگا۔ میں جس طرح کھڑا ہوں اسی طرح جاؤنگا"۔

ملک کے روانہ ہوتے ہی ایک عجب مکّاری کا تبسم اس بڑھیا کے ہونٹوں پر نمودار ہوا اور وہ خود اندھیرے میں جاکر غائب ہوگئی۔

باب چہارم

وہ اجنبی آدمی ابھی تک اپنی حیرت انگیز تفریح میں مشغول تھا۔ پیاز کی گانٹھوں کو اونچا آسمان کی طرف اُچھالتا۔ اور گرنے سے قبل اُن کو لپک لیتا۔ ہزبرالدین اس فکر میں تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو اُس کا شکار نیچے میں آکر ہاتھ سے نکل جائے۔ وہ چپکے چپکے پیچھے سے اُس کے قریب آیا۔ چاند کی روشنی ایک طرح سے اس اجنبی آدمی کے چہرہ پر پڑ رہی تھی۔ وہ آدمی اپنی جگہ سے ہزبرالدین کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لیکن ہزبرالدین اس اجنبی آدمی کی ہر بات کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اور اس بات کو معلوم کرنے کی کوشش میں تھا کہ وہ کس طرح کا آدمی ہے۔ تاکہ اگر وہ فرار بھی ہو جائے تو بعد میں شناخت کرنے میں آسانی ہو۔ جیسا کہ خادمہ نے بتایا تھا۔ وہ ایک پستہ قد سیاہ آدمی تھا۔ اس کی ڈاڑھی گھنی اور سفید تھی۔ اس کے کپڑے سفید تھے۔ مگر میلے ہو چکے تھے۔ لیکن ملک اس بات کی شناخت نہ کر سکا کہ وہ کپڑے کس قسم کے تھے۔ وہ ننگے سر تھا۔ اور اُس کی گردن اُس کے کپڑوں کے مقابلہ میں بہت ہی سیاہ معلوم ہوتی تھی جسم اُس کا نہایت ہی لاغر اور نحیف تھا۔ ہاتھوں میں سوائے پوست و استخواں کچھ نہ تھا۔ اُس کے چُست لباس میں اُس کی پسلیاں صاف نظر آرہی تھیں۔ ہزبرالدین نے سوچا کہ یا تو فاقوں نے اس کو چوری پر مجبور کیا ہے اور یا بڑھاپے میں اس کو کام زیادہ کرنا پڑا۔ اور کھانے کو کم ملا۔ اب وہ صرف بارہ قدم کے فاصلہ پر اس اجنبی سے تھا۔ اور اس کمزور آدمی کا بھاگ جانا تقریباً ناممکن تھا۔ ملک نے زور سے کہا "تو کون ہے اور یہاں کیوں بیٹھا ہے"۔ قدرتی طور پر وہ اجنبی آدمی ٹھٹھرا اور کسی نے ملک کے کان میں کہا "تم اس کو جانتے ہو"۔ اس بھیانک شکل سے جو ہزبرالدین کے سامنے تھی ایک کمزور آدمی تو کم از کم بیہوش ہو جاتا۔ یہ ایک عمر رسیدہ آدمی کی شکل تھی جس کے تمام چہرے بشرے سے تکلیف و تفکر کے آثار نمایاں تھے۔ اس کی پیشانی اور رخسار پر خون کے نشانات تھے۔ خون کی باریک سی دھار اُس کے مُنہ سے نکلکر ڈاڑھی پر بہہ رہی تھی۔ بائیں طرف دل سے ذرا اوپر ایک بہت ہی مہیب تاک خنجر کا زخم تھا۔ جس سے اُس کی دو پسلیاں کٹ گئی تھیں۔ نیز قلب کی حرکت کی وجہ سے اس زخم میں سے خون کی ایک بڑی دھار نکل رہی تھی۔ اس کے دونوں بازو انتہائی مایوسی کے عالم میں دونوں طرف پڑے ہوئے تھے۔ اور وہ دائیں ہاتھ میں ابتک ایک پیاز لئے ہوئے تھا۔ اس کا مُنہ کھلا ہوا تھا۔ اور آنکھیں بھی کُھلی کی کُھلی رہ گئی تھیں۔ لیکن پُتلیاں اوپر کو چڑھ گئی تھیں۔ اور صرف سفیدی نظر آتی تھی۔ وہ آدمی نہ تو کچھ بولا اور نہ اُس نے کچھ جنبش کی۔ لیکن عجیب خوفناک سکوت کے ساتھ ہزبرالدین اور چاند کو دیکھتا رہا۔

کوئی اور شخص ہوتا تو ضرور تامل کرتا۔ مگر ملک نے یہ سبق ہی نہیں پڑھا تھا۔ فوراً ہی اُس نے اس عجیب الخلقت ہستی کو پہچان لیا کہ یہ اُس کا مُردہ دشمن ہے۔ اور اپنے نیزہ کا نشانہ لے کر پوری طاقت سے اُس آدمی کے دل پر پھینکا۔ اس کے بعد وہ فوراً اپنی حرکت پر غور کرنے کے لئے رُک گیا۔ اس کے سامنے ایک آدھ گز اونچا ٹیلا تھا جس پر بیٹھ کر اُس نے اس کھیت کی جوتائی کی نگرانی کی تھی۔ اس کے دوسرے جانب پیاز کے بوروں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ جو اس اجنبی آدمی نے توڑ کر جمع کئے تھے۔ اس کے آگے اُس کا حجازی بھالا پڑا ہوا تھا۔ ملک نے اس کو نہایت ہی قوت سے پھینکا تھا۔ وہ آدھا [illegible]

زمین میں گڑ گیا تھا۔ لیکن وہ اجنبی آدمی غائب ہو گیا۔ ممکن ہے یہ سب اُسکے وہم و گمان کا نتیجہ ہو۔ مگر ملک نے اپنے خطا نہ ہونے والے نیزہ کو اس اجنبی کے زخم دل میں سے گزر کر دوسری جانب گرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس اجنبی کا غیر مادی جسم دو حصوں میں منقسم ہو کر ہوا کی طرح غائب ہو گیا۔ جس طرح دھواں ہوا میں مل کر نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ اور کوئی نہیں بتا سکتا کہ وہ کہاں چلا گیا +

ملک مردانہ وار ٹیلے پر سے ہو کر پیاز کے ڈھیر کی طرف بڑھا۔ زمین میں سے اپنا نیزہ نکالا۔ اس پر جو مٹی لگی تھی اُس کو صاف کیا۔ اور غور دیکھنا شروع کیا کہ کہیں نیزہ کی نوک خراب تو نہیں ہو گئی +

یہ ہوا کیا؟ وہ اجنبی کہاں چلا گیا۔ اور یہ کون آدمی تھا؟ اس قسم کے بہت سے خیالات ملک کے دل میں آئے۔ وہ اپنے بھالے کے سہارے جھک کر کھڑا ہو گیا۔ اور ایک عمیق بحر تفکر میں مستغرق ہو گیا۔ فوراً ہی ایک بادل آیا اور اُس نے چاند کو تقریباً ڈھک دیا۔ ملک نہایت ہی غور سے سوچ میں پڑ گیا۔ "ہاں وہ آدمی کون تھا۔ اور کہاں چلا گیا" اُس نے آہستہ تا صور تونکو دل میں دُھرایا اور آخرکار اُس کو صحیح آدمی کا پتہ لگ گیا کہ وہ کرم نرائن اُس کا پُرانا کاشتکار تھا۔ اس خیال نے اُس کے دل میں ایک عجیب قسم کا ہیجان پیدا کر دیا۔ یہ عمر میں پہلا موقع تھا کہ اُس کو خوف محسوس ہوا۔ وہ تھرانے اور کانپنے لگا۔ اور دل زور زور سے دھڑکنے لگا +

کرم نرائن نامی واقعی ہزبرالدین کے گاؤں کا ایک کاشتکار تھا۔ وہ بڈھا ہو گیا تھا۔ ہر شخص اس سے محبت کرتا تھا۔ اس لئے کہ وہ نہایت ہی رحمدل اور بھلا مانس آدمی تھا۔ بچے اور بڑے آدمی سب اُس کو یکساں چاہتے تھے۔ بڑے آدمیوں کے لئے وہ نئے نئے کھیل تجویز کرتا۔ اور بچوں کے لئے وہ طرح طرح کے کھلونے بنایا کرتا تھا۔ گھر کی سب بیبیاں اُس سے خوش تھیں اس لئے کہ اپنے ہر ضرورتمند ہمسایہ کی مدد کرنے میں اُسے ذرا بھی دریغ نہ تھا اُس کی بیوی بچے اور سب عزیز اُس کے سامنے مر چکے تھے اور یہ اکیلا سب کا سوگوار تھا۔ چنانچہ اب اس کی محبت اپنے ہم پیشہ کاشتکاروں اور اُنکے اہل و عیال پر منتقل ہو گئی تھی۔ اوائل عمر میں تو اُس کے پاس بہت زمین تھی مگر آخر میں چونکہ پوری زمین پر کاشت کرنا اُس کے اختیار سے باہر تھا اس لئے اُس نے اپنی زمین کا بیشتر حصہ اپنے کاشتکار بھائیوں کے نوجوان او[ر] طاقتور بچوں کو دے ڈالا تھا۔ اور ان کو انہماک کے ساتھ اپنے کام میں مشغول دیکھ اور یہ محسوس کر کے کہ وہ کسقدر مشقت اور تندی سے کام کر رہے ہیں کرم نرائن کا دل خوشی سے باغ باغ ہو جاتا تھا۔ قوت جو ضعیفی نے اُس سے چھین لی تھی اب واپس تو ملنے سے رہی۔ مگر دوسروں کو اس قوت سے فائدہ اُٹھاتے دیکھ کر یہ بوڑھا مگر نیک آدمی نہایت ہی خوش ہوتا۔ اپنے گزارہ کے لئے اُس نے دو چھوٹے مگر زرخیز کھیت رکھ لئے تھے۔ جو اُسکی زائل شدہ اور گھٹی ہوئی قوت پر برداشت سے زیادہ بار ڈال کر بغیر تھوڑ[ا سا] خلا پیدا کر دیتے تھے۔ جوانی اور طاقت کے زمانہ میں جو لوگوں پر احسانات کئے تھے۔ اُس کے بدلے میں لوگ اب جبکہ وہ بڈھا ہو گیا تھا۔ اُس کی عزت کرتے تھے۔ اور اُس کی ہر طرح کی مدد کو تیار تھے۔ جو انسان بوتا ہے وُہی کاٹتا ہے۔ الغرض گاؤں کا ہر نوجوان کرم نرائن کو اپنے باپ کی طرح سمجھ[تا] تھا۔ یہ کوئی کم بات نہ تھی۔ اس لئے کہ جہاں کرم نرائن کا پسینہ گرتا وہاں گاؤ[ں کا] بچہ بچہ اپنا خون بہانے کو تیار تھا۔ اور یہ کوئی زبانی جمع خرچ نہ تھا۔ بلکہ اگر کوئی [موقع] آتا تو لوگ عمل کر کے بھی تبلا دیتے۔ لیکن دس برس سے زیادہ ہو چکے تھے کرم نرائن یک لخت غائب ہو گیا تھا۔ وہ دور دراز تیرتھ کی غرض سے روا[نہ] ہوا اور پھر واپس نہیں آیا۔ لوگوں نے یقین کر لیا کہ مصائب سفر کی وجہ سے کہیں مر کر رہ گیا۔ کسی کو اس بات کا گمان تک نہ تھا کہ وہ بیچارہ قتل کر دیا گ[یا] صرف ہزبرالدین اس حقیقت سے آگاہ تھا +

یہ وہ زمانہ تھا کہ ہزبرالدین ترقی کے زینہ پر چڑھنے کی کوشش کر رہا [تھا] مگر ابتک مشہور نہ ہوا تھا۔ اس کی نیت کرم نرائن کے کھیتوں پر تھی لیکن [کرم] نرائن ان کھیتوں کو جن پر کہ اس آخری عمر میں اس کی زندگی کا دارو مدار [تھا] ایک تہائی قیمت میں دے ڈالنے کو تیار نہ تھا۔ ہزبرالدین نے اس مشکل کو [ایک] جرم کے ارتکاب سے حل کیا۔ جب کرم نرائن تیرتھ کے لئے روانہ ہوا تو ہزبرالدین اُس کے پیچھے پیچھے چلا۔ گرمی کا موسم تھا۔ دن کی تیز دھوپ سے بچنے کے [لئے] اُس نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ رات کو سفر کرے گا۔ اور دن کو کہیں سایہ کے نیچے لیٹ کر آرام کرے گا۔ رات کے وقت سفر کرنے میں اُس کو کسی قسم کا خوف [نہ] تھا۔ اس لئے کہ نہ اُس نے کسی کو کبھی نقصان پہنچایا تھا۔ اور نہ اس کو کسی

نقصان پہنچنے کی امید تھی۔ وہ چند میل ہی چلا ہوگا۔ کہ بدرالدین کو موقع ملا راستہ گھنے جنگل میں سے تھا۔ ملک ایک درخت کے تنے کی آڑ میں چھپ گیا۔ اور جونہی کرم نرائن قریب آیا تو اپنا خنجر اُس کے سینے میں بھونک دیا۔ کرم نرائن فوراً مر گیا۔ لیکن ملک پر ایک منٹ کے لئے ایک عجیب قسم کا دَور طاری ہوگیا۔ اس کو مطلق خبر نہ رہی کہ وہ کیا کر رہا ہے اُس نے لاش کو ایک کمبل میں لپیٹا اور آگے گھوڑی پر رکھ کر چند میل آگے چل کر ایک بنجر زمین میں دفن کر دیا۔ جلدی اور پریشانی میں شدا اپنے مقتول کی جائے دفن بھی بھول گیا۔ بقیہ کارروائی مشکل نہ تھی۔ دوسری فصل تک جب کرم نرائن نہ لوٹا تو ملک نے گاؤں کے پٹیل پر زور ڈالا کہ قلیل معاوضہ میں وہ دونوں کھیت اس کو مل جائیں۔ بالآخر مجبور ہو کر راضی ہوگیا۔ مگر شرط یہ ٹھیری کہ اگر وہ بڈھا آدمی واپس آگیا تو ملک کو ان کھیتوں سے دستبردار ہونا پڑیگا۔ اور ملک جانتا تھا کہ یہ بات ناممکن ہے ؞

جس وقت کہ ملک اپنے نیزہ کے سہارے ٹیلہ کے سامنے گردن جھکائے کھڑا تھا اُس کی آنکھیں بغیر کسی ارادہ کے پیازہ کے ڈھیر کی طرف تھیں۔ اور طرح طرح کے وحشت انگیز خیالات اُس کے دل میں آرہے تھے۔ قاتل کی آنکھوں میں مقتول کی صورت پھرا کرتی ہے۔ مگر ملک کا دماغ ظاہراً اس قسم کے اثرات سے محفوظ تھا۔ اس تمام عرصہ میں کرم نرائن کی موت پر ملال کرنا تو درکنار کبھی بھول کر بھی اس کا خیال ملک کے دل میں نہ آیا تھا۔ لیکن آج کے واقعات نے اس کو بالکل بے جان سا کر دیا۔ دنیا کے متعلق اس کے جو کچھ خیالات تھے اور جن پر اس کی تمام اُمیدوں، اور آرزوؤں کا دارو مدار تھا۔ وہ یک لخت سب کے سب غلط ثابت ہوگئے اس کا دماغ ان واقعات کی اہمیت ہی کو نہ سمجھ سکا۔ اسکو معلوم تھا کہ بیمانہ قوت کی دولت قدرت نے اُس کو کافی اور وافر عطا کی ہے۔ یہی اُس کی ابتک کامیابی کی کلید تھی۔ اور اسی پر آئندہ کی ترقی کا دارو مدار تھا۔ اب اگر ملک سے زیادہ طاقتور ہستی اس کو شکست دیتی تو ملک نہایت عالی حوصلگی سے اس کو برداشت کرتا۔ تکلیف اس کو ضرور ہوتی۔ مگر غم اور سوزش روح کی اذیت اس کو نہ ہوتی۔ آج کے واقعات کے ممکن الوقوع ہونے کا خیال تک ملک بدرالدین کے دل میں نہ آیا تھا۔ زندگی بھر کے منصوبے آن کی آن میں

روئی کے گالے کی طرح ہوا میں اُڑ گئے۔ نئے اصول زندگی اور طریقہائے کار تلاش کرنا کچھ آسان کام نہ تھا۔ اس وقت اپنی بھونڈی زندگی کی دھندلی سی تصویر اُس کی آنکھوں کے سامنے آئی آدھی درجن مقتول آدمیوں کے سر اس کی آنکھوں میں پھرنے لگے۔ صدہا مزدوروں کے جسموں پر اس کے کوڑے کے زخم اُسے دکھائی دیئے۔ اس کے تخیل نے بہت سے بھوکے اور نیم برہنہ آدمیوں کو اُس کے پیش نظر کیا۔ جن کو ملک نے بے خانماں کر کے در در کی بھیک منگوائی۔ اور وہ اپنے نیم مردہ بچوں اور بیویوں کو لئے ہوئے چند سوکھے ٹکڑوں کی تلاش میں ایک بخیل کے گھر سے دوسرے بخیل کے گھر تک جاتے ہوئے نظر پڑے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ تصویر کا دوسرا رخ یعنی اپنی نیک زندگی کی تصویر بھی کچھ کچھ اس کو دکھائی پڑی۔ اور ملک نے محسوس کیا کہ اُس کی نیکیاں اُسکے گناہوں اور ان خوفناک صورتوں کی پردہ پوشی کر رہی ہیں۔ اُس نے دیکھا کہ وہ مسند عدالت پر بیٹھا ہوا غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کو ظالموں اور جابروں کے پنجہ سے چھڑا رہا ہے۔ اپنے بادشاہ کے احکامات پر بلا چون و چرا سر تسلیم خم کرنے کی تصویر بھی اُس کے سامنے آئی۔ اپنی نماز اور اپنے روزوں کے خیال کے آتے ہی ایک عجیب طرح کی تقویت اُس نے محسوس کی۔ اور سب کے بعد زبیدہ خانم کی نازک اور حسین صورت اُسکے سامنے آئی۔ اپنی ہمدرد اور جاں نثار بی بی کا خیال آتے ہی ملک کی تیز قلب کی حرکت میں ذرا کمی ہوئی۔ اُس نے محسوس کیا کہ اس کی محبت کرنے والی بی بی نے ایک بڑی حد تک اُس کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے اور اُس کی بخشش اگر ہوئی تو محض زبیدہ خانم کی وجہ سے ہوگی۔ اسکو یقین تھا کہ اُس کی مخلص اور جاں نثار بی بی آنے والی غیر فانی زندگی میں تھوڑا بہت تھوڑا سا حصہ اس کو ضرور دیدے گی۔ "آنے والی غیر فانی زندگی" یہ وہی چیز تھی کہ جس کا خیال اُس کی بی بی کو اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے ہر وقت رہا کرتا تھا۔ لیکن ملک اس کو چند الفاظ کے مجموعہ سے زیادہ وقعت نہ دیتا تھا۔ سخت تعجب کی بات تھی کہ اب وہ خود اسی زندگی کا تصور اسقدر یقین کے ساتھ کر رہا تھا۔ یکایک کرم نرائن کا خیال پھر ملک کے ذہن میں آیا۔ اور ملک کو دوبارہ اپنی غلطیوں اور گناہوں کا احساس ہونے لگا۔ کاش

دس برس مقتول نے آرام کی نیند بسر کی اب ملک نے اس کو نادانستہ اس کی آرام گاہ سے باہر کھود کر پھینک دیا۔ ملک نے سوچا کہ اس کا بھوت اب تمام عمر مجھ کو تنگ کرے گا۔ اس خیال کے آتے ہی اس کی تیوری پر بل پڑ گئے اور اس کا چہرہ غصہ سے تمتمانے لگا۔ ابتک اس کو نیکی کی بھلائی اور بدی کی برائی کا اچھی طرح احساس نہیں ہوا تھا۔ گناہوں کی پاداش اور اعمال بد کا خمیازہ اس کے لئے محض بے معنی چیزیں تھیں۔ ابتک اس مظلوم مقتول کی طرف سے ملک کے دل میں حزن و ملال یا صرف ہمدردی اور تاسف کے جذبات پیدا نہ ہوئے ۔

یہ تو ناممکن تھا کہ وہ تمام رات اسی طرح کھڑا کھڑا گذری ہوئی زندگی پر تبصرہ کرے۔ رات زیادہ ہو چکی تھی چنانچہ اس نے گھر واپس جانے کا ارادہ کیا۔ ملک نے غصہ میں آ کر اپنے داہنے ہاتھ کی مٹھی بند کی اور اپنے ہاتھوں کی مچھلیوں کو محسوس کیا۔ ذہنی طاقت کے خیال سے اس کو پھر وہی اطمینان حاصل ہو گیا۔ اپنے نیزہ کو سنبھال کر وہ پھر گھر آنے کے لئے مڑا۔ دفعتاً اس کو کسی آدمی کے خشک پتوں پر چلنے کی آہٹ آئی۔ اس آواز کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا تھا کہ اس نے وہ کچھ دیکھا جس سے اس کا خون منجمد سا ہو گیا اور وہ اپنی جگہ کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ ابر کے سیاہ ٹکڑے آہستہ آہستہ بعد افق میں جا چکے تھے۔ اور چاند نے ایک عرصہ کی پردہ نشینی کے بعد اپنے رخِ روشن سے جو نقاب اتار کر پھینکی تو ملک ہزبرالدین کے منہ کے سامنے اگر نہایت۔ ہی دلربایانہ انداز سے تمام دنیا کو منور کر دیا۔ ملک کے سامنے پچیس یا پچاس قدم کے فاصلہ پر ٹیلہ کے اس طرف وہ بڑ کا درخت تھا کہ جہاں ملک نے اپنا گھوڑا باندھا تھا اور جس کے سائے میں اس نے پنجوں کے بل چل کر اس اجنبی تک پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ اب پھر کوئی آدمی اسی جگہ ان سوکھی پتیوں پر چل رہا تھا ۔

ملک اسی کشش و پنج میں تھا کہ کوئی شے بڑ کے درخت کے سائے سے نکل کر روشنی میں آئی۔ یہ عجیب ہیبت ناک اور ڈراؤنی چیز تھی۔ جسکے اعضا انسان کے سے ضرور تھے۔ مگر قد ان سے دگنا تھا۔ کپڑا ذرا سا بھی جسم پر نہ تھا۔ مگر تمام بدن پر لمبے لمبے سیاہ گھونگھر والے بال اگے ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے اس کی صورت اور زیادہ خوفناک ہو گئی تھی۔ چاند کی تیز روشنی میں بڑ کے سبز پتوں کے مقابلہ میں اس کا سیاہ جسم نہایت ڈراؤنا معلوم ہوتا تھا۔ اور جس وقت ملک نے دیکھا کہ اس کا سایہ غا ہے تو اس کی جان سی نکل گئی۔ اس کا جسم نہایت ہی فربہ اور مضبو اس کے بائیں ہاتھ میں ایک انسان کی کھوپڑی تھی۔ اور اس کی سرخ سر آنکھوں سے ایک عجیب تیز روشنی نکل رہی تھی ۔

اس بلا نے ملک کی طرف گھورنا شروع کیا۔ اور ملک بھی اپنی نگ اس کی طرف سے نہ ہٹا سکا۔ اس کی نگاہ میں خدا جانے کیا جادو کا اث کہ ملک جہاں کھڑا تھا وہیں رہ گیا۔ اور ایک قدم سرکنے کی بھی قوت ا میں نہ رہی۔ جنبش کرنا تو کجا۔ خیال کی قوت بھی گویا اس سے سلب ہو گ چنانچہ دونوں ایک دوسرے کو کھڑے دیکھتے رہے۔ اس کے بعد آہس آہستہ اس بلا نے ملک کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ٹیلہ پ ہو کر نیچے اترا۔ یہاں آ کر اس نے ایک لمحہ کے لئے ہزبرالدین کی طرف سے نگاہ ہٹا کر اس کھوپڑی کی طرف دیکھا اور اس کو نہایت ہی اونچا اچھا کر لپک لیا ۔

ملک میں برداشت کی قوت تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ اس بلا کا نکا تھا کہ وہم سے وہ غش کھا کر زمین پر گر گیا۔ اور کئی ایک پیاز کے پودے گرنے سے کچل گئے ۔

باب پنجم

ملک کی یہ حالت کچھ زیادہ دیر قائم نہ رہی۔ اس لئے کہ آنکھ کھل مگر اس نے ہر چیز کو جیسا کا ویسا ہی پایا۔ ابر کے سیاہ ٹکڑے اسی طرح افق میں تھے۔ اور چاند بھی جہاں کا وہیں تھا۔ صرف وہ بلا نظروں سے غائب تھی۔ یہ معلوم کر کے ہزبرالدین کو بہت ہی جلدی ہوش آ گیا اٹھ کر بیٹھا اور آنکھیں ملنے لگا۔ پھر ایک دم سے کھڑا ہو کر اس نے اپ نیزہ سنبھالا اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ ملک نے خراماں خراماں چلنا تاکہ کچھ ہمت بندھے۔ مگر وہ بغیر کسی ارادہ کے تیز تیز دوڑنے لگا۔ را میں کرم نرائن جس کے منہ اور سینہ سے خون جاری تھا۔ ملک کو ہر ٹیلے پر بیٹھا نظر آتا تھا۔ وہ ہر درخت کے سائے سے ڈرتا تھا کہ وہ بلا کہیں

نکل آئے۔ وہ نہایت ہی تیز ٹیلوں پر سے کودتا ہوا اور خندقوں کو پھلانگتا ہوا چلا جارہا تھا +

"چور چور۔ پکڑو۔ مت جانے دو" ایک مکان سے آواز آئی۔ ملک نے پہچانا کہ یہ وہی مزدور ہے جس نے اُس کے کھیت پر ہل چلایا تھا۔ اور جس سے ملک نے کرم نرائن کی قبر پر زبردستی ہل چلوایا تھا۔ آبادی کے قریب پہنچکر ملک ذرا آہستہ ہوا۔ سڑک کے دونوں جانب مکان بنے ہوئے تھے۔ گو سب کے سب اس وقت مشغول بخواب تھے۔ مگر انسانوں کے قرب سے ملک کی ذرا ڈھارس بندھی۔ سامنے سے کوئی شخص نہایت ہی خوش الحانی کے ساتھ ایک فارسی کی غزل گاتا ہوا آرہا تھا کہ جسکو ملک نے فوراً پہچانا کہ اُس کا برادر نسبتی فخرالدین ہے۔ اُس نے ملک کو دیکھتے ہی کہا "میں زبیدہ کو ابھی گھر چھوڑ کر آیا ہوں۔ میری خواہش تو یہی تھی کہ تم بھی میرے ساتھ سیر کے لئے چاندنی رات میں چلو۔ مگر میں تم کو اس لئے مجبور نہیں کرتا کہ تم نے ابتک کھانا نہیں کھایا ہے" +

"اور میں تھک بھی گیا ہوں" فخرالدین نے جواب دیا "مگر یہ خیال رکھنا کہ میرے پیاز کے کھیت کی طرف مت جانا۔ مجھے آج وہاں ایک نئی قسم کا جانور نظر آیا۔ وہ دو پاؤں پر چلتا ہے۔ اور کچھ کچھ ریچھ سے مشابہ ہے" ملک کی خواہش یہ تھی کہ بغیر اپنی کمزوری کا اظہار کئے فخرالدین کو خطرہ سے آگاہ کردے۔ "میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا" فخرالدین نے جواب دیا۔ "ریچھ سے مشابہ کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ تو کچھ ایسا ہوگا" اور آن کی آن میں فخرالدین کی جگہ وہی پیاز کے کھیت والی بلا کو ملک نے کھڑا پایا۔ وہی قد ویسے ہی بال اور بالکل ویسی ہی خوفناک سُرخ آنکھیں +

یہ کیا ہوگیا اس بات پر ملک نے بالکل غور نہ کیا۔ دل ہی دل میں یہ فوراً سوچتا رہا کہ فخرالدین کی یہ حرکت یعنی کہ اس بلا کی صورت اختیار کرنا ایکی نہایت ہی ذلیل اور رکیک حرکت تھی۔ تجربہ نے اس کو یہ بات بتادی تھی کہ بلا کوئی مادّی چیز نہیں۔ نہ تو سایا تھا اور نہ اس کے پاؤں کے نشانات ہوتے تھے۔ شاید اس کو کوئی مادّی نقصان بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ صرف اُس بلا کی آنکھوں کی طرف اس کو نہیں دیکھنا چاہئے۔ اس لئے کہ وہ ڈرتا تھا۔ کہ آنکھیں چار ہوتے ہی وہ از خود رفتہ ہوجائے گا۔ چنانچہ دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ کر اُس نے نہایت تیزی سے دوڑنا شروع کیا۔ چونکہ آدمی تھا تنومند اس لئے جس طرف سے گزر گیا سڑک دہل اُٹھی۔ جو لوگ کہ ہلکی نیند سونے کے عادی تھے وہ چونک کر اُٹھ بیٹھے کہ کیا بات ہے۔ اور جو لوگ گہری نیند سو رہے تھے وہ بھی چونکے۔ مگر دوسری طرف کی کروٹ لے کر سو رہے۔ ملک کو کسی کے سونے یا جاگنے کی پرواہ نہ تھی۔ وہ اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ رہا تھا۔ اور اُس کو اتنی فرصت نہ تھی کہ دوسروں کے ذرا ذرا سے آرام کا خیال کرے۔ آخر کار وہ اپنے بڑے مکان کے قریب پہنچ گیا۔ اور باغ کے دروازہ سے گزر کر وہ رہائش دار مکان کے دروازہ میں داخل ہونے لگا۔ مگر وہ اندر سے مقفل تھا۔ "سرکار ابھی کھولتی ہوں" اندر سے ماما نے آواز دی۔ ملک نے کنجی کے تالے میں گھومنے کی آواز کو سُنا اور دروازہ کھل گیا۔ "بی بی ابھی آئی ہیں اور اُنہوں نے تمام نوکروں کو آپ کی تلاش میں بھیجدیا ہے۔ اور مجھو یہ حکم تھا کہ دروازہ کے پاس بیٹھی رہوں تاکہ آپ کے آتے ہی دروازہ کھول دوں جی ہاں بی بی اپنے ہی کمرہ میں ہیں" +

"اچھا اچھا تو ابھی جا اور کسی کو قاضی صاحب کے پاس ابھی بھیج دے اور کہلوا دینا کہ ملک ہزبرالدین نے قاضی صاحب کو قرآن شریف لیکر بلوایا ہے" ماما حکم کی تعمیل میں دس پندرہ قدم چلی اور بعد میں مُڑ کر کہنے لگی:۔

"سرکار چور کا کیا ہوا پکڑا گیا کہ نہیں؟"

"نہیں میرے پہنچنے سے پہلے وہ بھاگ گیا۔ خیر کل صبح دیکھا جائیگا۔

ملک دونوں پٹ پکڑے دروازہ پر کھڑا تھا +

"سرکار وہ چور تو تھا نہیں اور نہ وہ بھاگا" یہ کہتے ہی ماما کی خمیدہ کمر سیدھی ہونی شروع ہوئی اور اُس کا قد لمبا ہوگیا۔ اور اُس نے کہا "وہ تو کچھ ایسا تھا کیا آپ نے نہیں دیکھا؟" پھر وہی ہوا۔ ماما غائب ہوگئی۔ اور اس کی جگہ وہ بلا موجود تھی۔ ملک کی زبان سے نہایت ہی گندی گالی نکلی۔ اور اُس نے فوراً ہی دروازہ بند کرلیا۔ اس لئے کہ اپنے گھر میں وہ اس بلا کو نہیں آنے دینا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ زبیدہ خانم جو اُس کے لئے فرشتۂ رحمت تھی اُس کے قُرب سے بھی ملک کو تقویت ہوئی۔ کامل پانچ برس جس بیچاری نے دعا کرتے کرتے کاٹ دیئے۔ آج ضرور وہ اس کی مدد کرے گی۔ صحن سے ہو کر وہ تیزی سے لکڑی کے زینہ پر چڑھا اور اپنی بی بی کے خوابگاہ میں پہنچگیا۔

یہ کمرہ ہر طرح کی آرائش اور زیبائش سے مزین تھا۔ شہنشاہ دہلی کے محلات کو دیکھ کر ملک نے اپنی پوری قوت اور دولت اس کمرہ کے خوشنما بنانے میں صرف کر دی تھی۔ دروازوں اور چوکھٹوں پر نقش و نگار دہلی کے بہترین کاریگروں نے کھود دیے تھے۔ دیواروں پر اسقدر اعلیٰ سفید روغن تھا کہ ہو بہو سنگ مرمر کا گمان ہوتا۔ اس پر پھل پتیاں ہندوستان کے اعلیٰ ترین مصوروں سے بنوائے تھے۔ ہندوستانی تہذیب کے مطابق فرش پر کرسیوں اور میزوں کا انبار نہ تھا۔ بلکہ بیٹھنے کے لئے دو خوشنما قالین بچھے ہوتے تھے۔ نیچے کا قالین ٹھیک کمرہ کی ناپ کا تھا۔ اور اُس کے اوپر ایک چھوٹا قالین کمرہ کے بیچ میں نہایت ہی سلیقہ سے بچھا دیا گیا تھا۔ شمال کی جانب دو دروازہ تھے۔ اور جنوب کی جانب ایک دریچہ۔ مغربی دیوار کی طرف زبیدہ خانم کا خوبصورت چرخہ رکھا ہوا تھا۔ اور اُس کے مقابل میں خانم کا پلنگ بچھا ہوا تھا۔ اس پلنگ کے پائے چاندی کے تھے۔ اور یہی ایک چیز تھی جو اُس کے والدین زبیدہ کو جہیز میں دے سکے۔ خانم بیٹھی ہوئی چرخہ کات رہی تھی۔ اور روئی سے جو تاگہ بن رہا تھا اُس کو غور دیکھ رہی تھی۔ چرخہ کے چلنے کی آواز کمرہ میں ہر جگہ آ رہی تھی۔ اور اسی آواز نے اکثر راتوں کو ملک کے لئے لوری کا کام دیا۔ اور اُسکو نیند کی گہرائیوں میں ڈال دیا۔

ملک کے داخل ہوتے ہی خانم مسکرائی اور کہنے لگی:-

"میں پریشان تھی کہ تم کہاں چلے گئے۔ میں نے ہر ایک ملازم کو آپکی تلاش میں بھیجا۔ شاید آپ کو اُن کی مدد کی ضرورت ہو۔ مگر مجھے اس کا تو یقین تھا کہ میرے دلیر اور بہادر شوہر کو کسی کا ڈر نہیں۔ صرف یہ ضرور ہے کہ رات زیادہ ہو گئی ہے۔ اور آپنے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔" ملک پاؤں لٹکا کر پلنگ پر بیٹھ گیا۔ آج کے واقعات نے اُس کو لرزہ براندام کر دیا تھا۔ گو زبیدہ خانم کے پاس بیٹھکر اُس کی پریشانی میں کمی تھی اور وہ اپنے آپ کو۔ اور وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی سخت کوشش کر رہا۔ مگر دیئے کی دُھندلی روشنی میں بھی زبیدہ نے تاڑ لیا کہ اُس کا شوہر بالکل سفید پڑا ہوا ہے۔ اُس کی آواز بھرائی ہوئی ہے۔ اور ہاتھ کانپ رہے ہیں۔ خانم نے دریافت کیا "بات کیا ہے؟ کیا تمہاری طبیعت خراب ہے؟ میں نے تم کو کبھی ایسا نہیں دیکھا"

ملک نے اشارہ کیا کہ دروازہ بند کر دو۔ اس کے بعد زبیدہ خانم ملک کے قدموں کے قریب قالین پر بیٹھ گئی۔ ملک نے اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کیا کہ کہیں وہ بلا کسی کونہ میں نہ چھپی ہوئی ہو۔ اس کے بعد اُس نے اپنی شریک زندگی کی طرف نہایت ہی محبت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ خانم مسکرائی اور کہنے لگی "مگر تم ہو کیسے؟ کیا میں کھانا منگواؤں؟ تم بھوکے ہوگے۔ میں بھی بھوکی ہوں" ملک نے اشارہ سے خانم کو کہا کہ وہ اُس کے پاس بیٹھی رہے۔ وہ خانم کو ایک منٹ کے لئے بھی اپنے سے جدا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"نہیں کھانے کی کوئی جلدی نہیں۔ آج مجھے ایک عجیب سانحہ ہوا"

"اچھا اس لئے تم اسقدر سفید پڑ گئے ہو۔ مجھے بتاؤ کہ تمہارے ہر راز میں مجھے شریک ہونے کا حق ہے"

ملک سامنے کو جھک گیا۔ دونوں زانو پر کہنیاں رکھ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں سر کو پکڑے تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ زبیدہ اس کی طرف تعجب سے دیکھتی رہی۔ اتنے میں اُس نے تمام واقعہ سنانا شروع کیا۔ پہلے اُس زخمی آدمی کا حال سنایا کہ جس کی خبر ماما نے دی تھی۔ اور جس کی طرف اُس نے اپنا نیزہ پھینکا۔ پھر اس سیاہ بال والی بلا کا تذکرہ کیا جو بڑ کے درخت کے نیچے سے نکلی۔ وہ جس کے قدموں پر ملک غش کھا کر گر پڑا۔ کچھ حصہ اُسنے نہایت ہی صفائی کے ساتھ چھپا لیا۔ یعنی کہ کرم نرائن کا قتل۔ اس زخمی آدمی کی کرم نرائن کے ساتھ تعجب خیز شباہت اور فخرالدین اور ماما کا بلا کی صورت میں تبدیل ہو جانا۔ اس قصہ کے دوران میں وہ کئی جگہ اٹکا۔ چونکہ واقعہ حال کا تھا۔ اس لئے اُس کے الفاظ ایک تصویر کھینچ کر اُس کے سامنے رکھدیتے تھے۔ اس کی تکلیف سے اس کے ہونٹ اور زبان خشک ہو جاتے تھے۔

تھوڑی دیر تک کمرہ میں کامل سکوت رہا۔ زبیدہ خانم سر جھکائے کسی خیال میں غرق تھی۔ ملک ہزبرالدین بھی عمر بھر میں ایک نئی بات سوچ رہا تھا۔ "خانم تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا خدا کبھی قتل کے گناہ کو بھی معاف کر دیتا ہے"

"کیوں نہیں؟ گنہگار کو تو سزا دینا چاہئے۔ خدا کے احکام کی خلاف ورزی اگر کوئی بندہ کرتا ہے۔ تو خدا توبہ اور استغفار سے معاف کر دیتا ہے۔

لیکن حقوق العباد کی خلاف ورزی خدا کبھی معاف نہیں کرتا۔ جب تک کہ اس گناہ کا کفارہ نہ ادا کیا جائے۔ اس کے لئے صرف روحانی تکلیف ہی نہیں جسمانی تکلیف بھی ہم کو برداشت کرنی چاہئے۔ اگر ہم نے کسی کو رنج پہنچایا تو خود کو بھی اتنا ہی رنج برداشت کرنا چاہئے۔ اگر کسی کی کوئی جان لے۔ تو اس کے کفارہ میں اپنی جان دینی چاہئے۔ یقین مانو کہ قلب کی صفائی صرف تکلیف برداشت کرنے سے ہی ہو سکتی ہے۔ گناہ دُھل جانے کے بعد ہم مثل معصوم بچوں کے ہو جاتے ہیں۔ ہر گناہ کی سزا مقرر ہے اس کو برداشت کرنے کے بعد ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ گناہ کی پاداش ضرور بھگتنی پڑتی ہے۔ اور اس سے بچنا محال ہے۔ خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں بلکہ اس کے رحم سے ناامید ہونا کفر ہے ◆

زبیدہ کی آنکھیں امید اور خوشی سے چمکنے لگیں۔ ملک کو شک ہوا کہ شاید لقیہ حصہ کا قیاس کر لیا ہے۔ اس نے خیال کرنا شروع کیا کہ کیا زبیدہ کا یہ مقصد تھا کہ وہ قاضی کے سامنے اپنے جرائم کا اقبال کرلے۔ اس نے اپنی بی بی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینا چاہا۔ مگر زبیدہ ایکدم سے کھڑی ہو گئی۔ اور دروازہ کی طرف چلنے لگی ◆

"مگر میں نے اس کو قتل تھوڑی کیا ہے؟" ہزبرالدین نے اپنے آپ سے کہا۔ گو وہ سمجھ رہا تھا کہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہا ہے۔ زبیدہ نے مڑ کر کہا:-

"میں ابھی کھانا منگواتی ہوں۔ اس سے کچھ جسم میں طاقت آئیگی تم پریشان نہ ہو۔ آفتاب کی اوّل شعاع کے ساتھ ساتھ آپکی تکالیف کا خاتمہ ہو جائے گا۔" کچھ قدم چلنے کے بعد پھر خانم نے کہا "یہ تم نے عجیب چیز دیکھی" ہزبرالدین کانپنے لگا۔ یہ دیکھ کر کہ زبیدہ کا سایہ غائب تھا۔ اب اسکو یاد آیا کہ کس قدر پھرتی سے اس نے اپنا ہاتھ چھڑایا تھا۔ اب اس نے کہنا شروع کیا۔ "دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کا ہم کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔" اُس کا قد بڑھنا شروع ہوا۔" اور وہ جو شے بڑ کے سایہ سے نکل مہتاب کی روشنی میں رونما ہوئی کیا وہ ایسی تھی؟" دفعتاً نازک اندام زبیدہ کی جگہ وہی بلا ملک کو نظر آئی۔ وہی خوفناک آنکھیں۔ وہی گھونگھر والے بال اور اب بھی اس کے ایک ہاتھ میں نیزہ اور دوسرے ہاتھ میں انسان کی کھوپری تھی۔ ملک نے آنکھیں بند کرنا چاہیں۔ مگر دیر ہو گئی۔ اس بلا کی طرف دیکھتا تھا کہ اس کو اپنے اوپر بالکل قدرت نہ رہی اور وہ نہایت ہی بے بسی کی حالت میں اس کو دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر میں وہ بلا غائب ہو شروع ہوئی۔ سب سے پہلے جسم کا رنگ تبدیل ہوا۔ اور ہوا میں غائب ہونا شروع ہوا اور آہستہ آہستہ ملک کو اس بلا کی پس پشت جو دیوار تھی وہ نظر آنے لگی۔ مگر اب بھی ان سرخ آنکھوں کا جادو ملک کو اپنے قابو میں کئے ہوئے تھا۔ اور ملک اس سے اپنی نگاہ نہیں اٹھا سکتا تھا آخر کار وہ سرخ آنکھیں بھی غائب ہو گئیں۔ اور ملک غش کھا کر گر پڑا ◆

باب ششم

زبیدہ خانم علی الصباح اپنے بھائی کے ہمراہ گھر واپس آئی۔ اس کی ماما اور اس کے چھ نوکر بھی اس کے ساتھ آئے۔ چیچک کی مریضہ کی حالت اب پہلے کی نسبت اچھی تھی۔ اپنے کمرہ میں جا کر اس نے اپنے خاوند کو تیز بخار میں مبتلا پایا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ جیسے کہ کسی کو غور سے دیکھ رہی ہوں۔ ملک میں اتنی قوت نہ تھی کہ کسی سوال کا جواب ٹھیک سے دے۔ وہ ہذیان کی حالت میں تھا۔ اور اس کی گفتگو بے ربط اور بے معنی تھی ◆

"کرم نرائن کرم نرائن - او بلا میں تم دونوں میں سے کسی سے بھی نہیں ڈرتا۔ ذرا درخت کے سایہ سے باہر نکل اور میں اکیلا تم دونوں کیلئے کافی ہوں۔ میں تیری ان مردہ آنکھوں سے بھی نہیں ڈرتا۔ ذرا میری کمان لاؤ۔ میں ان دونوں کو اپنے تیر کا نشانہ بناتا ہوں۔ میں ضرور...... نہیں... میں.... میں نے یہ نہیں کیا۔ میں تم سب کو یقین دلاتا ہوں۔ کرم نرائن۔ کرم نرائن۔ کیا تو مجھے معاف نہیں کرے گا۔ تو میری طرف کیوں اس طرح دیکھ رہا ہے؟ تو بڈھا تو ہو ہی گیا تھا۔ تیرا مرنے کا وقت تو ویسے بھی قریب ہی تھا۔ خدا کی لعنت تجھ پر" ◆

زبیدہ سخت پریشان تھی۔ وہ بیماری کی وجہ بالکل نہ سمجھ سکی۔ اس کے دل میں ایک خیال آتا تھا۔ ایک جاتا تھا۔ پہلے تو وہ یہ ڈری کہ اسکا خاوند اس حالت میں کہیں کچھ ایسی بات نہ کہہ ڈالے کہ جو اس کو نقصان پہنچائے

چنانچہ اُس نے اپنے بھائی کو بستی کے حکیم کے پاس بھیجا۔ نوکروں کو کمرہ کے باہر نکالا اور نیچے جا کر رات کے واقعات معلوم کرنے کی کوشش کی۔ مگر اس کو ناکامیابی ہوئی۔ ماما بہت دیر تک کھانا لئے جاگتی رہی۔ مگر یکلخت اس پر غنیدا اس بلا کی طاری ہو گئی کہ اُس کو صبح تک اپنے سر پیر کا ہوش نہ رہا۔ اُس نے بیان کیا کہ سرکار نے کھانا رات نہیں کھایا۔ اس لئے کہ کھانا اور برتن جیسے کہ ویسے ہی رکھے ہوئے تھے۔ چوکیدار بھی ایک جگہ بیٹھا بیٹھا سو گیا۔ اور اُس کو کچھ علم نہیں کہ رات کو کیا ہوا۔ الغرض کوئی بات نہ معلوم ہو سکی اور زبیدہ اس نتیجہ پر پہنچی کہ اس کا خاوند شب میں کسی چیز سے ڈر گیا۔ اور بخار اور سرسام کی حالت میں مکان واپس آیا۔ ان خیالات کو ملک نے تمام عمر سینہ میں دبا کر رکھا۔ مگر بالآخر اُنھوں نے ملک کو مغلوب کر دیا۔ لیکن اصلی واقعات صرف ملک کو معلوم تھے اور وہ بیہوش پڑا تھا۔

آخر وہ اپنے کمرہ میں واپس آئی۔ بخار اُس کو اب بھی تھا۔ مگر ہوش و حواس درست تھے۔ وہ پٹی کے پاس بیٹھ گئی اور ملک کے ہاتھ کو پکڑ کر اُس کی ہتھیلی پر اپنا سُرخ رخسار رکھ دیا۔ بخار پہلے سے بہت کم تھا۔ اُس نے نبض پر ہاتھ رکھا۔ بخار برابر کم ہو رہا تھا۔ ملک کا چہرہ تکلیف سے زرد پڑ گیا تھا۔ کمرہ کے کونہ سے دیا اُٹھا کر اُس نے اپنے خاوند کو بغور دیکھنا شروع کیا۔ آنکھیں بند تھیں اور سانس جلدی جلدی چل رہا تھا۔ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بند تھیں اور چہرہ پر غصہ کے آثار نمایاں تھے۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی بڑی مہم پر جانے کا ارادہ کر رہا ہے۔ اور دشمن کو مغلوب کرنے کی ترکیب سوچ رہا ہے مگر دیکھتے ہی دیکھتے وہ تمام غصہ کے آثار غائب ہو گئے۔ اور اُس کا رُواں رُواں کانپنے لگا۔ ایسا معلوم ہوا کہ اپنے سے بڑی قوت سے مغلوب ہو کر وہ انتہائی یاس اور مجبوری کے عالم میں پڑا ہوا ہے اور کسی کی ہمدردانہ نگاہ کا متلاشی ہے مگر ہر ایک نے اس کو اکیلا چھوڑ دیا ہے۔ گو وہ بیہوش پڑا تھا۔ مگر جو کچھ اُس کے خاوند کے دل میں گزر رہا تھا۔ زبیدہ کے دل کو ایک ایک بات کا علم ہوتا جاتا تھا۔ یہ ملک وہ پُرانا ملک نہ تھا۔ آج اس کو اپنی کمزوری کا احساس تھا۔ کمزوری کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ انکساری اور اپنے جیسے کمزور انسانوں سے محبت اور ہمدردی اُس کے دل میں پیدا ہو گئی۔ وہ مغرور اور سنگدل انسان جس کی عزت کہ زبیدہ کے دل میں تھی بالکل تبدیل ہو چکا تھا۔ اور اُس کی جگہ ایک بے بس اور کمزور انسان نے لے لی تھی۔ وہ لوہے کی دیوار جو کامل پانچ برس تک ان دونوں کے درمیان حائل تھی آج ایک بیک موم کی طرح پگھل گئی۔ اس لئے کہ آج اُس کا مصیبت زدہ خاوند اسی ہمدردی کا متلاشی تھا جس ہمدردی کو زبیدہ اس پانچ برس کے عرصہ میں اُس کی نذر کرنے کی ناکام کوشش کرتی رہی۔ ایک عجیب حالت زبیدہ کے اوپر طاری ہو گئی۔ اور اُس نے ملک کو اس محبت سے دیکھنا شروع کیا جس طرح ایک ماں اپنے بیمار بچے کو دیکھتی ہے۔ اُس کے دل نے اُس کو بتایا کہ اُس کا خاوند تھوڑی دیر کا مہمان ہے۔ زندگی کے انکشافات اس قدر جلد جلد ہوئے کہ ملک کی طبیعت ان تبدیلیوں کو برداشت نہ کر سکی۔ اس کے ساتھ ہی زبیدہ نے اس بات کو محسوس کیا کہ وہ اور اُس کا خاوند دونوں آج کے دن محبت کے حبل المتین میں مضبوطی سے باندھ دیئے گئے ہیں۔ اور کوئی چیز ان کو جدا نہیں کر سکتی۔ وہ اُٹھی اور گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر اُس نے اپنے قریب المرگ خاوند کے سینہ پر سر رکھ دیا۔ اور آنسوؤں کی لڑیاں اُس کی حسین آنکھوں سے جاری ہو گئیں۔ محبت کی رنگینی اور نزاکت کے اظہار کے لئے جامۂ الفاظ بار نہایت ہی گراں تھا۔ چنانچہ الفاظ سے زیادہ بلیغ ہوا کام ان آنسوؤں نے دیا اور ہر ایک اشک واردات قلب کی ایک الگ الگ داستان کہنے لگا۔ اتنے میں ہزبرالدین کو ہوش آیا۔ اور اُس نے آہستہ آہستہ اپنی بیوی کے سر پر اپنا مضبوط ہاتھ پھیرنا شروع کیا۔ زبیدہ کے تشنۂ محبت لبوں پر مسکراہٹ آئی اور ملک نے اپنے دل میں ایک عجیب تقویت سی محسوس کی۔ اور کہا:۔

"میں نے عجیب خواب دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ تم بھی اس بلا کی صورت میں تبدیل ہو گئی ہو جس کو میں نے بڑ کے درخت کے نیچے دیکھا۔" اتنا کہتے ہی اُس کی آواز بھرانے لگی۔ اور دو خوشنما اشک اُس کی نیلگوں آنکھوں میں چمکنے لگے۔ اس کے بعد تو آنسوؤں کا تار بندھ گیا۔ یہ گریۂ بے اختیار ملک کی زندگی میں اوّل اور آخر تھا۔ زبیدہ فوراً ان الفاظ کے معنی سمجھ گئی کہ وہ رات کسی چیز سے ڈر گیا۔ لیکن یہ ملک کوئی معمولی ڈر نہ تھا۔ اس لئے کہ اُس کا تمام جسم بید کی طرح کانپ رہا تھا۔ اُس نے فوراً تاڑ لیا کہ گذشتہ زندگی کی برائیوں کے خیالات اُس کے دل میں چھپے ہوئے اُس کے مضبوط قویٰ کی بیخکنی کرتے رہے۔ اور ملک اس سے بے خبر رہا۔ آج اس احساس نے ایک طرف تو بدی کی زندگی سے باز کر دیا۔ اور دوسری طرف اس کو پیام اجل بھی سنا دیا۔ دوا اور دعا بیکار رہتی لیں

وقت زبیدہ کو ان باتوں کے خیال اور ان پر حاسب کرنے کی فرصت نہ تھی۔

اُس نے دروازوں اور کھڑکیوں کو کھولا۔ صبح کی سہانی روشنی سے کرہ منور ہوگیا۔ باد نسیم کے جھونکوں کے ساتھ ہلی مُجلی موذن کی آواز سُنائی دی جو دن میں پانچ دفعہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ تمام بزرگی اور عظمت صرف خدا کو زیبا ہے۔ اور کوئی اُس کا شریک نہیں ✦

"اللہ اکبر۔ اللہ اکبر"

صبح کی روشنی اور اس جانفزا پیام سے ملک کے چہرہ پر روشنی سی آئی۔ نبض رفتہ رفتہ درست ہوگئی اور بخار جاتا رہا۔ وہ اسی خیال سے خوش تھا کہ اُس کو صحت ہوگئی۔ مگر زبیدہ خانم خوب سمجھ رہی تھی کہ یہ صحت قبل الموت ہے ✦

"اب جبکہ تمہاری طبیعت درست ہے تو مجھے تم کل کیفیت سناؤ اپنی محبت کا واسطہ دیکر کہتی ہوں کہ مجھ سے تم کچھ نہ چھپاؤ۔ اس لئے کہ مجھ سے زیادہ تم سے کون محبت کرتا ہے" ✦

آہستہ اور دردناک لہجہ میں ملک نے اپنی کہانی سُنائی۔ لیکن نقاہت اسقدر بڑھ گئی تھی کہ کئی دفعہ اُس کو دم لینے کے لئے رُکنا پڑا۔ اب بھی وہ یہی سمجھ رہا کہ زبیدہ خانم نے بلا کی صورت صرف خواب میں اختیار کی تھی مگر اس نے پورا قصہ بے کم وکاست سُنا دیا۔ انتہا یہ کہ کرم نرائن کے قتل کا واقعہ بھی بیان کیا۔ گناہ کے خیال نے اُس کو اس بات پر آمادہ کر دیا تھا کہ مصائب اور پاداش کے گہرے سمندر میں سے وہ تیر کر بخشش اور نجات کی خوشنما زمین پر جا نکلے۔ نوزائیدہ نیکیوں نے اس میں ایک نئی جرأت بھی پیدا کر دی تھی۔ اور وہ ہر جھوٹ کو نہایت ہی حقارت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اوّل تو اُس کو اپنی کمزوری اور لاعلمی کا احساس ہوا اور دوئم اُس نے تہیہ کر لیا کہ حیات بعد الممات میں نجات حاصل کرے۔ ان وجوہات سے اُس کا ایمان خدا راستی اور قدم روح پر نہایت ہی مضبوط ہوگیا۔ مگر اب بھی غیب کے واقعات یاد آ آ کر پریشان کرتے تھے۔ اُس نے زبیدہ سے اسکا مطلب سمجھنے کے لئے چھوٹے بچوں کی طرح بہت سے سوالات کئے

"میں تم کو کیسے بتاؤں"؟ زبیدہ نے جواب دیا۔ "مجھے خود نہیں معلوم کہ یہ بھید کیا ہے؟ ایک آدمی جو کہ انسان کے سر سے کھیلتا ہے وہ پیاز سے کھیلنے والے آدمی کو قتل کر ڈالتا ہے۔ اور پھر اُس کے بھوت کو قتل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ خدا اس وجہ سے اس بلا کو نازل کرتا ہے۔ اگر خدا نخواستہ تم بغیر توبہ کئے مر جاتے (اس خیال سے وہ کانپ اُٹھتی ہے) تو تمہاری صورت اس بلا کی سی ہو جاتی۔ اور جس چیز کو تم دیکھ لیتے وہ بھی بلا کی صورت اختیار کر لیتی۔ ہر شخص دوسروں کو اپنے خیال کے موافق دیکھتا ہے۔ اگر غور کرو تو بھوت۔ موت۔ زندگی۔ ہر چیز بے حقیقت ہے (اشکوں سے بھری ہوئی خوبصورت آنکھوں کے سامنے اُس کو رنڈاپے کی تاریک اور دراز راہ نظر آئی) اپنے تخیل موافق ہم کام کرتے رہیں۔ اور اس پر خوشی یا افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں معلوم"!

"مگر مجھے اپنے گناہوں کی پاداش میں کیا کرنا چاہئے"! یہ پہلا موقع تھا کہ ملک نے اپنی بی بی سے کسی ضروری بات پر صلاح لی ہو ✦

"دوسرے ڈالو . . . ." کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا ✦

"کون ہے اندر آجاؤ" جو بھی ہو" فخر الدین حکیم کے ہمراہ اندر آیا۔ زبیدہ نے کہا جلد

"بھائی جلدی کرو مجھے ایک وصیت نامہ نہیں۔ بلکہ دستاویز لکھ دو جس کی رُو سے میرے شوہر نے تمام زمین اپنے پُرانے مالکوں کو یا اُن کے وارثوں کو واپس دے دی۔ اُس کا گھر اور اُس کا روپیہ گاؤں کے غربا اور یتیموں کی امداد کے لئے وقف کر دیا گیا۔ اور جو اُس کے مقروض ہیں۔ ان کو وہ تمام روپیہ معاف کر دیا گیا"! گو زبیدہ خانم نے ایک ایک پائی دے ڈالی مگر ملک چُپکا پڑا دیکھتا رہا۔ اُس کو یقین تھا کہ انصاف اب بھی پورا نہیں ہوا۔ فخر الدین فوراً لکھنے بیٹھ گیا۔ جب لکھ چکا اور دستخط ہو چکے تو اُس نے حکیم کو چلنے کا اشارہ کیا اور دونوں اس دستاویز کو قاضی کے پاس لے گئے۔ وہ جانتے تھے کہ ملک ہیر بر الدین گو موت کے منہ میں پڑا ہوا ہے۔ مگر چونکہ اُس کو موت کا علم نہیں۔ اس لئے یہ دستاویز شرعاً جائز ہے۔ اُس کی بیوی نے خود اپنے آپ کو محروم الورث کر دیا ✦

زبیدہ حکیم کے کمرہ میں داخل ہوتے ہی نقاب منہ پر ڈال کر ایک کونے میں بیٹھ گئی تھی۔ اب حکیم کے جاتے ہی پھر ملک کے قریب آئی۔ ملک نے کہا "تم نے مجھ سے کہا تھا کہ جان کا گذارہ جان سے ہے" تو کیا میں اپنے آپ کو قاضی

سیّد سجّاد حیدر

(از جناب سید اظہار الحسن صاحب بی اے - ایل ایل - بی - وکیل)

ادیب جمیل سید سجاد حیدر بی - اے نہٹور ضلع بجنور کے ایک ممتاز خاندان سادات کے چشم و چراغ ہیں جس کے اکثر افراد صاحب عزت و حشمت ہیں لیکن جو شہرت اور عزت سید سجاد حیدر کو حاصل ہوئی - وہ کسی دوسرے کا مقدر نہ تھی - بچپن کے حالات زیادہ معلوم نہیں لیکن کالج میں پہنچنے کے بعد ہی سے بقول حضرت سعدیؔ بالائے سرستارہ بلندی چکنے لگا تھا - شبلیؔ جیسے باکمال اُستاد اور مولانا محمد علی اور حسرت موہانی جیسے صاحب ذوق رفیقوں کے فیض صحبت نے سید صاحب کی ہونہار طبیعت کے ساتھ سونے پر سہاگہ کا کام کیا - اور بالآخر سید صاحب نے دنیائے ادب میں وہ پوزیشن حاصل کر لی جس پر ہر ایک ادیب کو بجا طور پر ناز ہو سکتا ہے ٭

آپ کی شادی ضلع بلند شہر کے ایک معزز خاندان میں ہوئی ہے - اور اُردو ادیبوں میں یہ فخر تنہا آپ کو حاصل ہے کہ آپ کی بیگم صاحبہ بھی دنیائے ادب میں بلند مرتبہ رکھتی ہیں - محترمہ نذر سجاد صاحبہ عالمِ نسواں کا ایک گوہر درخشندہ ہیں اور ادب اردو متعدد تصانیف کے لئے آپ کے رشحات قلم کا ممنون ہے ٭

علی گڑھ کالج نے اپنے پچپن سالہ دورِ حیات میں جتنے باکمال پیدا کئے - اُن میں سید صاحب کا درجہ بہت ممتاز ہے کالج کی زندگی آپ نے نہایت ناموری کے ساتھ گذاری - انجمن اُردوئے معلّٰی اور یونین وغیرہ کی خدمات آپ سے وابستہ رہیں - شاعری کا آغاز بھی اسی زمانہ سے ہوا - اور کالج کی چہل پہل اور روایتوں کے درمیان اُس کی پرورش ہوئی - تعلیم ختم کرنے کے بعد آپ برطانوی سفارتخانہ سے متعلق ہو کر بغداد شریف چلے گئے - لیکن ادبی ذوق نے وہاں بھی اس غریب الوطن کا ساتھ نہ چھوڑا - اور "یلدرم از بغداد" کے اکثر مضامین ہندوستان کے اُردو رسایل بڑے فخر سے شایع کرتے رہے - نصیح الملک کا ماتم ارض عراق میں کیا - "بنزئی جاپان بنزئی" کی مشہور رزمیہ نظم بھی سواحل دجلہ و فرات کے حصہ میں آئی ٭

علی گڑھ کالج کے سابق متعلین کو جو وابستگی اپنی مادر تعلیمی کیساتھ ہوتی ہے وہ کچھ اُنہیں کے لئے مخصوص ہے - سید صاحب کو بھی الفت کالج سے بہرہ وافر ملا ہے جس کا اظہار مختلف پہلوؤں سے ہوتا رہتا ہے - مسلم یونیورسٹی کے آغاز سے سال گزشتہ تک آپ رجسٹرار اور شعبہ اُردو کے اعزازی ریڈر رہے - اسی دوران میں آپ نے مرحوم اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے حق میں مسیحائی کی - نہ صرف ایسوسی ایشن مذکور آپ کی اَن تھک کوششوں سے از سرِ نو زندہ ہو گیا بلکہ اُس کی اپنی "لاج" بھی واپس مل گئی - اسی زمانہ میں آپ ممالک ترکیہ کی سیاحت کے واسطے تشریف لے گئے - وہاں کے اکثر مشاہیر سے آپ کے دوستانہ تعلقات ہیں ٭

سید صاحب مغربی تہذیب کو پسند فرماتے ہیں - لباس قطعی انگریزی ہوتا ہے - البتہ کبھی کبھی ترکی ٹوپی زیب سر فرما لیتے ہیں - طرزِ معاشرت میں بھی انگریزی تہذیب کی جھلک بہت نمایاں ہے قدرت کی ستم ظریفی ملاحظہ فرمائیے کہ آپ ایک ایسے محکمہ سے وابستہ کر دیئے گئے جس سے آپ کی ادب دوستی کو قطعی کوئی مناسبت نہیں - یعنی آپ ڈپٹی کلکٹر ہیں ٭

معارف (علی گڑھ) اُردوئے معلی - مخزن (دور اوّل) زمانہ علی گڑھ میگزین - ہمایوں - سہیل اور نیرنگ خیال کے صفحات اکثر آپکے

نقوش قلم سے مزین ہوتے رہے ہیں۔ "خیالستان" "حکایات و احساسات" "ثالث بالخیر" "زہرا" اور "جلال الدین خوارزم شاہ" آپ کی مستقل تصانیف ہیں۔ خیالستان اور حکایات آپ کے متفرق مضامین اور افسانوں کے مجموعے ہیں جن میں سے بعض طبعزاد ہیں۔ اور بعض ترکی وغیرہ سے ملخص اور ماخوذ۔ "جلال الدین خوارزم شاہ" مشہور ترکی ادیب نامق کمال بے کے معرکتہ الآرا ڈرامہ کا بے مثل ترجمہ ہے۔ "ثالث بالخیر" اور "زہرا" بھی ترکی کے تراجم ہیں۔ اگرچہ سید صاحب فن شعر میں بھی اچھی دستگاہ رکھتے ہیں لیکن اس صنف میں ہنوز کوئی مستقل تصنیف آپ کی شایع نہیں ہوئی ہے۔ اور نہ غالباً آپ ایسی کوئی تصنیف شایع کرنا پسند فرماتے ہیں۔

میر سوز مرحوم نے ایک دفعہ شاعروں کی کثرت کے سلسلہ میں کہا تھا ع

ڈھونڈتے ہیں پر تخلص بھی نیا ملتا نہیں

سید صاحب نے اس مقولہ کو بالکل غلط ثابت کر دیا ہے۔ کم از کم میری نظر سے نہیں گزرا کہ اردو کے کسی اور شاعر کا تخلص "یلدرم" ہو اس سے آپ کی جدت پسندی کے علاوہ اس شغف کا بھی اظہار ہوتا ہے جو آپ کو ترکی زبان و ادب سے ہے ✦

سید صاحب ہندوستان کی ان چند معدودے ہستیوں میں سے ہیں جن کو ترکی زبان و ادب میں دستگاہ حاصل ہے۔ آپ نے ترکی ادب کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ ترکی ادیبوں کے دلکش اور اچھوتے خیالات نے سید صاحب کی حسین طبیعت پر خاص اثر کیا۔ یہاں تک کہ ترکیت نے آپ کی تصانیف میں مرکزی حیثیت حاصل کر لی۔ اردو دان طبقہ کو ترکی ادب سے روشناس کرانے کا فخر تنہا سید صاحب کو حاصل ہے۔ آپ کے بیشتر مضامین اور تصانیف ترکی سے ماخوذ و ملخص ہیں ✦

اب سے کچھ عرصہ قبل اردو میں ادب لطیف کا عنصر بالکل نہ تھا۔ یا نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس معاملہ میں بھی ادب اردو سید سجاد حیدر کا ممنون ہے۔ اس رنگ کو سچ پوچھو تو آپ نے چار چاند لگا دیئے بقول ایک ناقد کے

"اس وقت ملک میں جتنے نمونے ادب لطیف کے موجود ہیں ممکن ہے ان کے متعلق اختلاف آرا ہو سکے۔ لیکن سید صاحب کی تصانیف کے متعلق کبھی دو رائیں نہیں ہو سکتیں" ✦

سید صاحب ایک مخصوص رنگ کے مالک اور صاحب طرز استاد ہیں۔ آپ کا تتبع آسان کام نہیں اور یہی وجہ ہے کہ کوئی شخص آج تک آپ کی کامیاب تقلید نہ کر سکا۔ آپ کی عبارت نہایت صاف، شگفتہ، پر زور اور دلچسپ ہوتی ہے۔ کوئی مضمون یا افسانہ اٹھا لیجئے۔ ناممکن ہے کہ آپ اس کو ختم کئے بغیر چھوڑ دیں۔ جملوں کے اندر روانی اور جوش کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی سلاست بھی ہاتھ سے جانے نہیں پاتی۔ موقع اور محل کا لحاظ بھی رہتا ہے۔ بندش بھی چست ہوتی ہے۔ انداز بیان کی رنگینی عبارت کو اور بھی دلاویز بنا دیتی ہے۔ غرض آپ کی تحریریں انشا پردازی کی جان اور فصاحت و بلاغت کا اچھا نمونہ ہوتی ہیں ✦

آپ کے مضامین تخیل سے مالا مال ہوتے ہیں۔ آپ جس خیال کو لیتے ہیں اس کی مکمل تصویر ناظرین کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ پڑھنے والا یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ اسی ماحول میں ہے جس میں کہ خود مصنف ہے۔ اور یہی تصنیف کا کمال ہے۔ ذیل میں آپ کے مضمون "ہجوم میں تنہائی" سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں:۔

"دوست دوست سے، محبوبہ عاشق سے یا بالعکس محبوبہ عاشق سے جدا ہو رہا ہے۔ اپنائے جا رہے ہیں گلدستے پیش کئے جا رہے ہیں۔ لنگر اٹھا۔ جہاز آہستہ آہستہ ساحل سے ہٹنا شروع ہوا۔ رخصت کرنے والوں کی ساحل اور ڈک پر صفیں کھڑی ہو گئیں۔ رومال کبھی آنکھوں پر جاتے ہیں کبھی ہلتے ہیں۔ کوئی مسکرا مسکرا کر جانے والے کو ساحل پر بلا رہا ہے۔ جانیوالا ساحل

کے دوست کو اشارے سے ڈیک پر آنے کی دعوت دیتا ہے۔ پرنشہ وداع، حزین فراق دونوں یہاں موجود ہیں، جہاں ہر طرف مصافحے، معانقے ہو رہے ہوں۔ وہاں اپنا ہاتھ جیب میں ہونا بھی دل پر عجیب اثر کرتا ہے۔ میں ہجوم میں تنہا ہوں"

"ان سینکڑوں رومالوں میں سے میرے لئے ایک بھی جنبش نہیں۔ اور نہ میرا ہاتھ رومال کو اُسکے آرام کی جگہ سے کسی کے لئے باہر لانے کی کوشش کرتا ہے"

"جس طرح کسی دوسرے سیارہ کا باشندہ ہمارے حرکات کو بے پروایانہ انداز سے دیکھتا ہوگا۔ اسی طرح میں اس ہجوم کی حرکات پر نظر ڈال رہا ہوں۔ انداز بے پروایانہ ہو۔ مگر نظر رشک آمیز ہے"

آپ نے ملاحظہ فرمایا بعض چند جملوں میں اس زبردست ادیب نے کتنی کامیاب مصوری کی ہے۔ جہاز کے ساحل چھوڑنے کی مکمل تصویر پیش نظر ہو جاتی ہے۔ کیا "ہجوم میں تنہائی" کی اس سے بہتر مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ آخری فقرہ بجائے خود ایک تصویر ہے۔

مزاح ( ) کا عنصر بھی آپ کے مضامین میں بہت نمایاں ہوتا ہے۔ اور جس خوبی سے آپ اس کو نبھاتے ہیں وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ ظرافت کے پیرایہ میں واقعات کا خاکہ کھینچنا بلکہ فطرت کی مصوری کرنا آپ کا خاص انداز ہے۔ لیلیٰ مجنوں کے واقعات بہت فرسودہ ہو گئے ہیں۔ اور ایسے میں نفرہی کی شان پیدا کرنا آسان کام نہیں۔ لیکن سید صاحب نے اس ایام جاہلیت کے فسانہ کو کچھ اس طرح سے بیسویں صدی کے "متمدن" دور سے متعلق کر کے پیش کیا ہے کہ بے ساختہ ہاتھ چوم لینے کو جی چاہتا ہے کہ لیلیٰ مجنوں پڑھئے اور سید صاحب کے کمال کی داد دیجئے۔ ضمنی طور پر جو فوٹو تہذیب مغرب کا اس فسانہ میں پیش کیا گیا ہے۔ وہ خاص طور پر قابل التفات ہے۔ اس فسانہ کا اقتباس پیش کرنا دراصل مصنف پر ظلم کرنا ہے۔ اس کا لطف اُٹھانا ہو تو "خیالستان" ملاحظہ فرمائیے لیکن میں اس کا آخری جزو یہاں پیش کرتا ہوں جس سے سید صاحب کی شان انشاپردازی کا اندازہ ہو سکے گا۔

"قیس کا باپ اپنے "دنیا کی نظر میں دیوانے" بیٹے کی حالت سے مایوس ہو کر اجابت دعا کی اُمیدیں لے کر وہاں آیا۔ جہاں ہر شخص اپنی عزیز ترین تمنا لے کر آتا ہے۔ اور جہاں جس در کے سامنے جس چھت کے نیچے سب سے زیادہ عظیم، سب سے زیادہ دلی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ یا زیادہ صحیح یہ کہ ہر جگہ سے زیادہ قوی امید اجابت کے ساتھ تخت سماوی کی طرف جاتی ہیں (ورنہ مصیبت تو دنیا کے ہر گوشہ میں آہ و زاری کر رہی ہے) وہاں وہ اُسے لیکر پہنچا۔ خود خضوع و خشوع سے دعا مانگی اور قیس سے بھی کہا کہ اپنی قابل رحم حالت سے نجات پانے کے لئے دست دعا اُٹھائے"

"اور قیس نے دست دعا اُٹھائے۔ اور انتہائے مصیبت، نہایت تضرع۔ بے اختیار دل سے نکلنے والی صدا سے دعا مانگی۔ مگر کیا؟ وہی جو اُس نے سیکڑوں برس پہلے مانگی تھی۔ اور جو ہر قیس طبیعت جا ہے وہ کہیں ہو اور کسی زمانہ میں ہو مانگیگا:-

"میں جس مصیبت میں مبتلا ہوں، خدا کرے وہ کبھی کم نہ ہو"

سید سجاد حیدر، قدرت کی طرف سے گداز دل لے کر آئے ہیں [illegible] نے آپ کو شاعر پیدا کیا ہے۔ اور تربیت آپ سے جدا نہیں ہو سکی آپ نے نثر میں بھی شاعری کی ہے [illegible] حضرت ولی کی سوانح عمری جو انہوں نے اپنے کاتب خصوصی سید [illegible] حیدر سے لکھوائی پڑھئے۔ کیا آپ اس کو شاعری نہ کہیں گے۔

حضرتِ دل فرما رہے ہیں :-

"دوسری حسین اور خوبصورت چیز جس نے مجھے اپنی طرف کھینچا وہ شمع تھی۔ یہ نو عریاں مجھے گھنٹوں محو رکھ سکتا تھا۔ اور کہیں قریب ہوا تو میں اُس سے ملنے کے لئے بے اختیار اُس کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا۔"

"لیکن یہ کیا؟ مجھے روکتے تھے۔ کیوں؟ کیوں مجھے اس حسین شے سے ملنے نہیں دیتے تھے؟ اس لئے کہ پہلی کی طرح ہر حسین شے شفیق نہیں۔ یہ حقیقت یہ دلشکن حقیقت مجھے بعد میں معلوم ہوئی۔ اچھا ہوتا جب ہی معلوم ہو جاتی۔"

خدا کرے یہ عبارت کسی قصہ سے کم دلچسپ نہیں۔ جناب دل اپنا مغرب کا تجربہ یوں بیان فرماتے ہیں :-

"مگر مغرب میں سب سے زیادہ ظالم (فرہاد۔ فریاد) ان کے ستموں سے) وہ تھے جو تیر مارتے تھے۔ برچھیاں کھبوتے تھے۔ لیکن جب میں شکایت کرتے تھے تو صاف مکر جاتے تھے "ہم نے نہیں مارا"۔ پہلے تو میں اسے بناوٹ سمجھا۔ ملتجی نظروں سے اُن کی طرف دیکھا اور عرض کیا "میں آپ کو جھوٹا نہیں بنانا چاہتا لیکن میں نے دیکھا کہ آپ نے تیر مارے"۔"

"میری ملتجی آنکھوں کا اُن آنکھوں سے ملنا تھا کہ سیکڑوں ہزاروں تیروں کی پے در پے بوچھاڑ پڑنے لگی۔ مگر ان کو اس وقت عین اس بوچھاڑ کے وقت بھی اپنی بے تقصیری پر اصرار تھا۔"

"یہ ہم پر بہتان ہے۔ تیر دیر گیا (اور آنکھوں میں آنسو بھر لا کے) ہم کچھ نہیں جانتے۔ اور ہزاروں تیر برسا دیئے۔ تم اسقدر زخمی کیوں نظر آتے ہو کس نے گھایل کیا ہے؟"

اور ایک نظر۔ ایک ترحم انگیز اور ہوش رُبا نظر۔ ڈالی اور ایک لاکھ برچھیوں نے مجھے چھلنی کر دیا۔

"یہ ہے ہے! اسقدر زخم! یہ کس بیرحم نے تمہیں خون میں شرابور کر دیا۔ مگر تجربہ کی کثرت سے اور کچھ لگا دیئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ حقیقت میں انہیں اپنے ظلموں کی خبر نہیں تھی۔ تیروں کی بوچھاڑ عمداً نہیں کی جاتی بلکہ اپنے آپ ہوتی رہتی ہے۔ آفت! اُن نادانوں تیر اندازوں سے پالا نہ ڈالے۔ کھلے تیر اور زخم لگا کے بھاگ جانے والے مذاق یا ٹھگ، ان سب سے میں ستیزہ پیر ہو سکتا ہوں اور ہوا ہوں لیکن اس تیسری صنف سے تاب مقاومت مجھے نہیں بالکل نہیں۔"

میں نہیں سمجھ سکتا کہ شاعری میں اس سے زیادہ کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ اگر یہ شاعری نہیں تو کیا ہے؟

آپ کے مضامین کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے گرد و پیش کے حالات پر گہری نظر ڈالنے اور معمولی معمولی واقعات سے اہم نتائج اخذ کرنے کی عادت ہے۔ کسی حکیم کا قول ہے کہ "انسان کے لئے بہترین مضمون مطالعہ خود انسان ہے"۔ سید صاحب نے بھی اس "طرفہ معجون" کا خوب مطالعہ کیا ہے۔ "بڑ چڑیا چڑے کی کہانی" سب نے اپنے بچپن میں سُنی ہوگی۔ سید صاحب نے بھی یہ کہانی اپنے مخصوص طرز میں لکھی ہے۔ اس سے جہاں آپکی جدت پسندی، انوکھے طرز بیان اور زبان پر قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فطرت انسانی کا کتنا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ دو بے زبان جانوروں کی زبانی جبلت انسانی کو بے نقاب کر دیا ہے۔ "تب مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ" کس قدر دلکش مضمون ہے کتنا دلفریب انداز بیان ہے۔ کیا یہ آپ کا روزمرہ کا تجربہ نہیں کہ دوستوں میں آ کر ست بردشت ضایع ہوتا ہے۔ بعض ہو قات کتنا بے کار خلل [illegible]

آپ کے نظام میں دیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی آپ خود بھی پریشان ہو جاتے ہیں لیکن آپ مجبور ہیں۔ آپ کو سب برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اور اگر اس پر بھی آپ دوست نہیں ہیں تو آپ خود کو بدقسمت سمجھیں گے یہ ہی معمولی باتیں ہیں جن کو سجاد حیدر نے اپنے اچھوتے انداز میں پیش کر دیا ہے۔ سر سید علیہ الرحمہ نے بھی ایک مضمون میں مہمان نوازی کے طریقوں پر نکتہ چینی کی تھی۔ لیکن دونوں میں فرق محض اتنا ہے کہ سر سید کا مضمون کسی زاہد خشک کا وعظ ہے۔ اور سجاد حیدر کا فسانہ کسی زندہ دل کا چبھتا ہوا فقرہ۔ آپ خود خیال کر لیجئے کہ اثر کس کا زیادہ ہوگا +

محترمہ ز۔ خ۔ ش صاحبہ ضلع علی گڑھ کے مشہور شروانی خاندان کی ایک رُکن اور دورِ موجودہ کی ایک باکمال اور ادب نواز خاتون تھیں جنھوں نے عین عالمِ شباب میں سفرِ آخرت اختیار فرمایا۔ اس سانحۂ جانگزا سے جو ناقابل تلافی نقصان ادب اُردو کو پہنچا اُس سے سیّد صاحب کا حساس دل تلملا اُٹھا اور حُسن عقیدت کے یہ پھول "ہمایوں" کے صفحات پر بکھیر دیئے گئے +

"وہ عندلیب خوش الحان جس کے عرفاں پاش نغمے اس کے قفس کی تیلیوں سے نکل نکل کر ایک عالم کو مسحور کر رہے تھے یکایک خاموش ہو گئی۔ نغمے فضا میں متلاطم ہیں۔ مگر عندلیب ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ساکت وہ حقیقت طراز مگر غیر مرئی آواز سراپردۂ دولت کے پیچھے سے (جہاں سے بے معنی خندہ اور فضول مکالمہ کے سوا کچھ کم سنائی دیتا ہے) سنا رہی تھی کہ صدق و صفا، علم و عرفان، سوز و التہاب، درد و گداز کیا ہیں۔ اور صدق و صفا، علم و عرفان، درد و گداز سگوار ہیں کہ اُن کی مشاطہ اُن کو دلآویز آرائشوں میں پیش نہ کرے گی +

وہ ایک عندلیب تھی جو قفس میں پیدا ہوئی قفس میں جی۔ اور اُس نے قفس ہی میں دم توڑا۔ اس چند گز نیلگوں آسمان کے سوا جو اُس کے صحن خانہ پر حسرت بار رہا۔ اُس نے فطرت کی زیبائش، آفریدہ دست انسان کی آرائش نہ دیکھی۔ آفتاب جو دنیا کو حرارت بخشتا ہے۔ تیلیوں کے پٹے ہوئے کپڑے سے گزر نہ سکا۔ لیکن خود اُس کے قلب منور نے ایک شمع روشن کی جس نے اُسے باہر کے نور سے بے نیاز کر دیا۔ شمع تخیل!

وہ اپنی مختصر مگر متجلی زندگی میں اپنے تئیں "خاک نشین ز۔خ۔ش" کہا کی۔ آج حقیقتاً وہ خاک نشینی کی آرزومند آسودۂ خاک ہے ع۔

خوش درخشید ولے شعلۂ مستعجل بود

مرزا داغ اور امیر مینائی کے مرثیے نظم میں ہیں۔ مگر آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ مرثیۂ نثر بھی کسقدر پُر سوز و تاثیر ہے۔ خاتون مرحومہ کی حیات اور تصانیف پر ایک مجمل مگر مکمل تبصرہ ہے۔ بندشوں کی چستی اور موزونیت۔ الفاظ کی برجستگی، عبارت کی بے ساختگی اور روانی سب نے ملکر مرثیہ کو کتنا پُر اثر بنا دیا ہے۔ مولانا حسرت موہانی نے ایک دفعہ مولانا ابوالکلام آزاد کی نثر کی تعریف اپنے ایک شعر میں اس طرح فرمائی تھی ؎

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں بھی مزا نہ رہا

ابوالکلام کی نثر میں کس کو کلام ہو سکتا ہے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ "حسرت" کے رفیق التعلیم یلدرم کی نثر بھی نظم پر فوقیت رکھتی ہے +

وہ "ثالث بالخیر"، "زہرا" اور "جلال الدین خوارزم شاہ" ترکی کے تراجم ہیں اور اُن کا کمال یہ ہے کہ تراجم معلوم نہیں ہوتے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس میدان میں سیّد صاحب کو خاص مہارت ہے۔ ترکی سے جسقدر نفیس ترجمہ آپ کرتے ہیں وہ آپ اپنا جواب ہے۔ کون نہیں جانتا کہ

ترجمہ میں اصل کا لطف باقی نہیں رہا کرتا۔ مگر سید صاحب بعض اوقات ترجمہ کو اصل سے زیادہ دلچسپ بنادیتے ہیں" جلال الدین خوارزم شاہ" سید صاحب کا تازہ کارنامہ ہے۔ ترکی میں اس ڈرامہ کو کلاسکس کی حیثیت حاصل ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اُردو میں بھی اس کی یہ حیثیت برقرار رہیگی اُردو ادب کی بدقسمتی ہے کہ اس میں ابتک بلند پایہ ڈراموں کی بہت کمی ہے۔ عامیانہ مذاق کے ایک دو نہیں درجنوں ڈرامے موجود ہیں لیکن ذوق صحیح مفقود ہے۔ اور (بعض قابل تعریف مستثنیات کو چھوڑ کر) قومی خدمت کا خیال عنقا۔ اس طوفان بدتمیزی میں سید صاحب کی یہ کاوش مستحق ہزار تحسین ہے +

خدا اس زندہ دل ادیب کو عمر دراز ارزانی فرمائے کہ اسکی ذات سے اُردو ادب کی بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔ کاش ارباب مسلم یونیورسٹی کو اتنی توفیق ہو کہ وہ سید صاحب کی خدمات اُردو ریڈری کے لئے حاصل کرلیں۔ ایسے لوگ روز روز نہیں ملا کرتے +

یاد رکھنا فسانہ ہیں یہ لوگ

محمد اظہار الحسن بی اے

"عشق پروانہ سے سیکھ"

بیاضِ صبح نے کمال رعنائیوں کے ساتھ اُفقِ مشرق سے اُٹھکر تاریک عالم کو اپنی جلوہ ریزیوں سے منوّر کردیا تھا۔ نسیمِ صبح نونہالانِ چمن سے اٹھکھیلیاں کررہی تھی۔ قدرت کی نور پاشیوں سے صحنِ چمن موتیوں سے بھرا ہوا تھا۔ چمن کی رنگینیاں دیکھ کر چشمِ نرگس وَا تھی۔ پھول پھولے نہیں سماتے تھے۔ نمودِ سحر شفق کی سرخیاں برساتی بادلوں کا ہجوم عجب دلکش منظر پیش کررہا تھا۔ نواسنجانِ چمن سرشار جلوؤں سے نغموں میں گم تھے کہ ایک بلبل ہزاروں تمنائیں دل میں لئے ہوئے جوشِ محبّت کے ساتھ پروانہ وار اُڑتی ہوئی ایک غنچہ کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ اور وہ خاص زبانِ رازمیں" درد بھرے الحان سے داستانِ غم کی ابتدا کی +

یہ بات غنچہ کو ناپسند آئی اور چلتی ہوئی نسیم سے بلبل کے بارے میں کچھ سرگوشی کی۔ بلبل کو یہ متکبرانہ انداز گراں گزرا اور اُس نے کہا ؎

نازکم کن کہ در ایام بسے چوں تو شگفت

غنچہ کو یہ سُنکر بیساختہ ہنسی آگئی اور کہا اے بلبل مجھے تری راست گوئی ہرگز ناگوار نہیں۔ لیکن اس کو کیا کیجئے کہ دربارِ حُسن میں سخت کلامی جائز نہیں، ابھی تیرا عشق خام ہے۔ جا اور" عشق پروانہ سے سیکھ" +

محمد عبید اللہ غزنوی
(منشی فاضل)

ایسے کو تیسا

(ایک مزاحیہ مضمون)

از جناب چودھری سراج الدین احمد صاحب

ٹھانا نانا نانن ٹن

یہ بھٹنڈا جنکشن سے ۱۱۵ اپ پنجاب ایکسپریس کی روانگی کی گھنٹی تھی۔ انجن سیٹی دے رہا تھا۔ گارڈ کی سبز اجازتی جھنڈی گاڑی کے دو سکے پروائیں بائیں ہل رہی تھی۔ چھابڑی فروش نصف گھنٹہ کی پیہم چیخ پکار کے بعد گاڑی کے منظر سے ہٹ کر کٹہرے ہو گئے تھے۔ فیشن ایبل جنٹلمین جو گاڑی کے سٹیشن پر ٹھیرنے کی مدت میں ننگے سر جیبوں میں ہاتھ ڈالے پلیٹ فارم پر ہوا خوری کے عادی ہوتے ہیں۔ بھاگم بھاگ اپنے ڈبوں میں گھس رہے تھے۔ ٹرین آہستگی کے ساتھ سرکی اور ایک لنگی پوش پٹھان کا سرخ و سفید باوقار چہرہ فرسٹ کلاس کی کھڑکی میں ظاہر ہوا اس نے کمرے کے چاروں طرف نگہ دوڑائی اور یہ اطمینان کرکے کہ نشستیں خالی پڑی ہیں۔ فٹ بورڈ پر سے بدھا کھڑا ہو گیا۔ سرونٹ کلاس کی طرف منہ کرکے اس نے تحکمانہ انداز میں کہا "شیر گل!"

قدرے وقفہ کے بعد ایک گھبرائی ہوئی آواز نے جواب دیا۔

"بلے آقا!"

"سفر دراز است زنہار از نگہدار یئے اسباب غافل نشوی فہمیدی؟"

"بلے آقا!" جواب ملا۔

اس نے ہینڈل کو گھمایا۔ دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا۔

یہ ۳۵ سالہ مضبوط تن و توش کا آدمی تھا۔ موٹی نوک کی گلدار بشاوری جوتی پاؤں میں تھی۔ لٹھے کی شلوار، سفید بوسکی کا لمبا کرتہ اور سیاہ سرج کی واسکٹ جس پر سلمے کا نفیس کام ہو رہا تھا۔ پہنے ہوئے تھا۔ دیکھنے میں وہ ایک خوش پوش شخص تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آزاد سرحدی علاقہ کا کوئی معزز تمندار یا افغانی قبائل کا کوئی با رسوخ ملک ہے۔ نقدی کا ایک خوبصورت چرمی تھیلا اس کے بائیں پہلو میں لٹک رہا تھا۔ بغل میں ایک موٹا ڈنڈا تھا۔ اور بائیں ہاتھ میں ململ کا ایک سفید رومال تھا۔ جس میں آموں کی گٹھلیاں بندھی معلوم ہوتی تھیں۔ اور جن کی نسبت مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ درحقیقت استنجے کے ڈھیلے تھے۔ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی میں فرسٹ کلاس کا ٹکٹ تھا۔ جسے میں نے اس کے اندر داخل ہوتے ہی پہلی نگاہ میں دیکھ لیا تھا۔

کمرے میں کل چار نشستیں تھیں۔ اور دو مسافر۔ ایک میں اور دوسرا ایک یوروپین۔ جس کی وردی اس کے کسی فوج کے سیکنڈ لفٹنٹ ہونے کا پتہ دے رہی تھی۔ میں رہتک سے اس کا ہم سفر ہوا تھا۔ وہ غالباً دہلی سے آ رہا تھا۔ میں نے اسے رستہ میں بے حد مغرور اور بدمزاج پایا۔ میرے یہ دریافت کرنے پر کہ اس کی منزل مقصود کہاں تھی۔ اس نے اسقدر رکھائی اور بھیکے پن سے "لاہو کینٹ" (چھاؤنی سے) جواب دیا۔ کہ مجھے اس کے ساتھ دوبارہ گفتگو کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ ویک، مگر وہ شان فرعونی کے ساتھ وہ کمل نشستوں پر قبضہ جمائے بیٹھا تھا۔ میری آمد پر اس نے بھوؤں کو ایک عجیب انداز رعونت کے ساتھ سکیڑا اور اس کے ماتھے پر بے شمار شکنیں پڑگئیں۔ میں نے خیال کیا کہ اگر اس کے بس میں ہو تو میرے

ایسے کالے آدمی کو ثابت نگل جائے۔ میں چپ چاپ اپنی غلامانہ ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کھڑکیوں کے ساتھ والی دوسری نشست پر بیٹھ گیا۔ میرے اور اُس کے درمیان دو نشستیں خالی تھیں۔ مگر وہ اپنی ساتھ والی سیٹ پر بھی قبضہ کئے بیٹھا تھا۔ اور اُس نے عمداً اپنے اسباب کو بکھیر رکھا تھا۔ بستر بند۔ چھاتا۔ اوورکوٹ اور چند دیگر اشیا کھونٹیوں سے لٹک رہی تھیں۔ سُوٹ کیس نشست کے نیچے تھا۔ ہیٹ، پھلوں والی ٹوکری۔ توشدان گیب سامنے والی سیٹ پر تھے۔ کھڑکی کے ساتھ والی نشست پر وہ بستر بچھائے اپنے زعم میں وہ فیلڈ مارشل بچھز بنا بیٹھا تھا

نووارد نے اندر داخل ہوتے ہی ڈنڈا رومال۔ اور سر سے صافہ اُتار کر انہیں سیٹ پر رکھدیا۔ ٹکٹ واسکٹ کی جیب میں ڈال لیا اور بیٹھنے کے ساتھ ہی سر کے بالوں کو دونوں ہاتھوں سے سُلجھاتے ہوئے ٹھنڈا سانس بھرا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اسے گاڑی پکڑنے کے لئے غیر معمولی جدوجہد کرنی پڑی ہے +

فوجی افسر کی حالت قابلِ دید تھی۔ وہ اس کی طرف انتہائی نفرت وحقارت سے دیکھ رہا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر فرسٹ کلاس کا ٹکٹ اندر داخل ہوتے وقت افغان کے ہاتھ میں نہ ہوتا۔ یا اُس کی ظاہری وجاہت مرعوب کن نہ ہوتی۔ تو اُس نے اُسے گردن سے پکڑ کر باہر نکال دیا ہوتا۔ اور اب بھی وہ یقیناً محض اس لئے چُپ تھا کہ اُسے پٹھان کے مقابلہ کی جرأت نہیں تھی۔ ورنہ اس کی حرکات ”نگاہیں۔ چہرے کی سُرخی۔ طبیعت کی بیقراری صاف ظاہر کر رہی تھیں کہ پٹھان کی آمد نے اسے آتش زیر پا کر رکھا ہے۔ یہاں تک تو خیر وہ برداشت کر سکتا تھا۔ مگر نووارد کو خدا جانے ذیابیطس کا عارضہ تھا یا سلسل بول کی بیماری تھی۔ وہ ہر پندرہ بیس منٹ کے بعد اُٹھتا۔ ٹوائلٹ روم میں گھس جاتا اور باہر نکلتا۔ اس ہیئت کذائی میں کہ داہنے ہاتھ سے ازاربند تھامے ہوتا۔ اور بائیں ہاتھ سے استنجے کے ڈھیلے کو زیر استعمال رکھتا۔ اور غضب یہ کہ ایک پاؤں سیٹ پر رکھ کر فوجی افسر کی طرف منہ کئے چار چار پانچ پانچ منٹ تک اسی حالت میں کھڑا رہتا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ فوجی افسر کے غصہ کا پارہ سَو سے اوپر چڑھ رہا ہے۔ مگر پٹھان تھا کہ بالکل بے پرواہ۔ ایک عجیب شان تغافل کے ساتھ اپنے شغل میں مصروف تھا +

گاڑی کوٹ کپورا اور فریدکوٹ کے درمیان اُڑی جا رہی تھی کہ پٹھان حسب معمول رفع حاجت کے لئے گیا۔ جونہی اُس نے ٹوائلٹ روم کا دروازہ بند کیا۔ فوجی لپک کر اپنی سیٹ سے اُٹھا میری آنکھوں کے سامنے پٹھان کی پگڑی اور کلاہ اُٹھایا اور اُسے چلتی گاڑی سے باہر پھینکدیا۔ پھر چپ چاپ اپنی سیٹ پر دراز ہو گیا۔ گویا کوئی واقعہ ہی نہیں ہوا۔ پٹھان پانچ چھ منٹ کے بعد باہر نکلا اور آتے ہی بھانپ لیا کہ اُس کی دستار اور کلاہ موجود نہیں ہیں۔ اُس نے جھک کر دیکھا کہ کہیں گر کر سیٹ کے نیچے نہ جا پڑے ہوں۔ مگر وہاں کچھ ہوتا تو ملتا۔ وہ اُٹھا اور میری طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ ”خو ــــ بابو ہمارا دستار اور کلاہ کدھر ہے؟“

میں نے آنکھوں کے اشارہ سے جواب دیا۔ کہ اس افسر سے پوچھو +

”ہے او“ اُس نے فوجی کی طرف مخاطب ہو کر کہا +

”ہے او“ فوجی نے نقل کرتے ہوئے جواب دیا +

”خو ــــ ہمارا دستار اور کلاہ کدھر گیا؟“ اُس نے پوچھا۔

”ام ــــ نہیں ملٹ جانتا“ اُس نے ایک ایک لفظ پر زور ڈالتے اور اُن کے باہم وقفہ دیتے ہوئے کہا۔ اور اُس کا چہرہ انتہائی نفرت اور حقارت کے جذبات سے تاریک نظر آتا تھا۔ گو دل میں اپنی اس حرکت سے جسے وہ حق بجانب سمجھتا ہوگا۔ مسرور تھا کیونکہ یہ مسرّت اُس کے چہرے اور اُس کی آنکھوں میں چمک رہی تھی پٹھان نے اُس کی نیت کو پڑھ لیا۔ اور حقیقت کو معلوم کر لیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس نگاہیں اس فوجی کے قلب کی گہرائیوں تک اُتر گئی ہیں۔

پٹھان کا چہرہ اس ہتک اور سینہ زوری پر سُرخ ہوگیا۔ میں نے خیال کیا کہ وہ اس کا گلا دبوچنے والا ہے۔ مگر خلاف توقع وہ چپ ہوگیا۔ لمحہ بھر چپ رہنے کے بعد وہ چیلے کو باہر پھینک کر اُس نے ازاربند باندھا۔ ہاتھ جھاڑے اور ایک خاموش انداز میں اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس وقت رات کے ساڑھے چار بجے تھے +

صبح سوا پانچ بجے گاڑی فیروز پور چھاؤنی پہنچنے پر فوجی افسر اٹھا۔ بوٹ۔ لمبی جرابیں نیکر اور صرف قمیص پہنے وہ گاڑی سے اُتر کر ریفرشمنٹ روم میں جا گھسا۔ اغلباً وہ وسکی کا کوئی جام یا چائے کا ایک پیالہ پینے کے لئے گیا تھا۔ پٹھان اسے ریفرشمنٹ روم کی طرف جاتے وقت دزدیدہ نگاہوں سے تکتا رہا۔ جب وہ اندر چلا گیا۔ اور دروازہ اُس کے پیچھے بند ہوگیا۔ وہ آہستگی سے اُٹھا۔ کمرے کی دو بتیوں میں سے ایک گل کردی۔ فوجی کا سامان اوورکوٹ۔ چھاتہ۔ ہیٹ۔ بستر بند۔ سوٹ کیس۔ توشہ دان۔ پھولدان ٹوکری۔ کمبل اور چند ایک دیگر اشیا جن کی مجموعی مالیت اُس کی پگڑی اور کلاہ سے تقریباً ستر گنا تھی۔ اکٹھی کرکے اُنہیں کمبل میں مضبوط باندھا اور ٹوائلٹ روم میں گھس کر چٹخنی چڑھالی میں حیران تھا کہ اس کا کیا منشا ہے؟ وہ ان چیزوں کو چرانا چاہتا ہے؟ یا اندر جاکر انہیں دیاسلائی دکھائے گا؟

فوجی تقریباً دس بارہ منٹ کے بعد عین اُس وقت آیا جبکہ گاڑی روانہ ہونے والی تھی۔ مگر وہ مخمور تھا۔ اُس کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے۔ آتے ہی بغیر اِدھر اُدھر نظر دوڑائے وہ نشست پر لیٹ گیا۔ اور آنکھیں بند کرلیں۔ پٹھان ابھی تک اندر تھا +

گاڑی فیروزپور شہر چند منٹ ٹھہری۔ اور چل پڑی مگر پٹھان باہر نہ نکلا۔ میں بڑی بے صبری کے ساتھ نتیجہ کا منتظر تھا۔ اور میری آنکھیں برابر اُسی طرف لگی ہوئی تھیں +

چاند کی پچھلی تاریخیں تھیں۔ اس وقت اُس کی پتلی سی پھانک اُفق مشرق سے طلوع ہو رہی۔ گاڑی حسینی والا سے گزر گئی۔ اب زمین ڈھلوان ہونا شروع ہوگئی تھی۔ ریتلی سطح سرکنڈے اور فراش کی چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں نے دریائے ستلج کی آمد کا پتہ دیا۔ اور دوسرے چند لمحوں میں گاڑی ہیڈ ورکس گنڈا سنگھ والا سے جہاں جدید فن انجنیری نے دریا مٹھی میں لے رکھا ہے۔ گزر رہی تھی۔ پل کے نیچے مختلف دروں سے دریا کا پانی ایک حشر آسا شور کے ساتھ جھاگ کے بادل پیدا کرتے ہوئے گزر رہا تھا

یکایک ٹوائلٹ روم کی کھڑکی کھلی اور فوجی کے سامان کی گٹھڑی ایک طاقتور ہاتھ نے باہر دھکیلی اور پھر اُسے پوری قوت کے ساتھ ہوا میں پھینک دیا +

میں نے اُسے چاند کی دھندلی روشنی میں ایک دوبار دریا کی زبردست لہروں پر اُچھلتے ہوئے دیکھا۔ پھر تاریکی۔ فاصلے کی دُوری، اور پانی کی موجیں اس پر چھا گئیں۔ اور وہ دریا کی بے پناہ گہرائیوں میں نگاہوں سے گم ہوگئی +

ٹوائلٹ روم کا دروازہ کھلا اور پٹھان فتحمندانہ انداز میں مونچھوں پر تاؤ دیتا ہوا باہر نکلا۔ فوجی بے خبر سو رہا تھا +

پٹھان اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اور سیٹ کی نشست کے ساتھ سہارا لگاکر کسی گہری سوچ میں مستغرق ہوگیا +

میلوں پر میل گزرتے گئے۔ کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہ آیا۔ گاڑی ۶ بجے لاہور چھاؤنی پہنچی۔ فوجی بدستور سو رہا تھا +

گاڑی ٹھہرنے کے ایک منٹ بعد گارڈ نے اپنی جھنڈیوں کی چھڑیوں سے کھڑکی کو کھٹکھٹایا۔ اور بلند آواز سے۔ لاہور کینٹ پلیز۔ فوجی اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ انگڑائی لی۔ اور کھونٹیوں کی طرف نظر دوڑائی حیران ہوا کہ سامان کدھر گیا۔ سامنے سیٹ پر نگاہ ڈالی تو صفائی نظر آئی۔ نیچے جھک کر سوٹ کیس دیکھا۔ تو ندارد۔ فوری حیرانگی میں اِدھر اُدھر تاکا۔ پھر پٹھان پر نظر ڈالی جو آنکھیں بند کئے نیم خوابی کی حالت میں سیٹ کے ساتھ پشت لگائے بیٹھا تھا۔ سب سے آخر میری طرف دیکھا اور پوچھا۔ "ہمارا سامان کدھر گیا ہے؟"

میں نے آنکھوں کے اشارہ سے جواب دیا کہ اس پٹھان سے پوچھو +

"ہے او" اُس نے پٹھان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:-

اس تند، غیر مانوس آواز پر پٹھان نے اپنی آنکھیں کھولیں اور فوجی کی طرف بغور دیکھا +

"ہے او" اُس نے نقل کرتے ہوئے فوری طور پر جواب دیا +

"ہمارا سامان کدھر گیا؟"

"تمہارا سامان؟" پٹھان نے استفساریہ لہجہ میں کہا +

"یس۔ ہمارا سامان، ہمارا اوور کوٹ۔ ہمارا چھاتہ ——"

"اوہ تمہارا اوور کوٹ —— تمہارا —— چھاتہ؟"

"یس یس۔ ہمارا کمبل کیس اور باقی سامان؟"

انگریز نے بازیافتگی کی اُمید میں قدرے متانت سے لفظ یس دُہراتے ہوئے کہا +

"اوہ یہ سارا چیز ہمارا دستار اور کلاہ لینے گیا ہے۔ گھبراؤ مت۔ وہ آجائے گا۔ مگر اکیلا نہیں آسکتا۔ وہ انہیں ڈھونڈتا پھرتا ہے" +

اس گستاخانہ جواب پر جس میں صاف اور صریح اقبال جرم پایا جاتا تھا۔ فوجی کا چہرہ غصہ سے تمتما اُٹھا۔ نتھنے پھول گئے۔ آنکھیں سُرخ ہوگئیں اور میں نے دیکھا کہ جوش سے اُس کا تمام جسم کانپنے لگ گیا ہے +

"یُو۔ ڈیم —— " اُس کے مُنہ سے نکلا +

پٹھان کود کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہوگیا۔ "کافر بچہ۔ تجم سگ۔ گالی دیتا ہے" اور دوسرے لمحہ میں اُس کا ہاتھ فوجی کی گردن پر تھا۔ قبل اسکے کہ وہ دوسرے ہاتھ سے کوئی ضرب لگائے۔ فوجی نے دائیں ہاتھ سے اپنے مخالف کی کلائی پکڑ کر گردن اُس کی گرفت سے چھڑالی اور اُس کے مُکّے کے لئے اُٹھے ہوئے ہاتھ کو ہوا میں دبوچ لیا۔ پٹھان نے دونوں ہاتھوں کا جھٹکا دیکر اُسے پیچھے کی طرف دھکیلا۔ اور اگر سیٹ کا سہارا نہ ہوتا۔ تو انگریز یقیناً گر پڑتا۔ اسی دھینگا مشتی کے درمیان ان کے بازو ایک دوسرے کی کمر کے گرد حائل ہوگئے اور چشم زدن میں وہ درمیانی سیٹ پر گتھم گتھا تھے +

مجھے معاملہ کے اس حد تک پہنچنے کی توقع نہ تھی۔ میں بیچ بچاؤ کے لئے اُٹھا۔ اور ساتھ ہی پلیٹ فارم پر سیٹی کی آواز سُنائی دی۔ اور قبل اس کے کہ میں کوئی حرکت کرتا۔ کھڑکی کھلی اور بوڑھا پلیٹ فارم سارجنٹ ہانپتا ہوا اندر گھس آیا۔ اس کے پیچھے ایک ٹکٹ کلکٹر پھر ایک سپاہی اور ساتھ ہی سیکنڈ گارڈ جو اتفاقاً وہاں سے گزر رہا تھا۔ داخل ہوئے +

"کیا بات ہے؟" سارجنٹ نے پوچھا +

"کچھ نہیں" میں نے جواب دیا۔ "ان دونوں صاحبوں کے درمیان باتوں باتوں میں کچھ غلط فہمی ہوگئی ہے۔ اور آپس میں اُلجھ پڑے ہیں" +

"چھوڑ دو خان —— اور آپ بھی ہٹ جائیں صاحب" بہانڈی پولیس افسر نے انہیں علیحدہ کرتے ہوئے لجاجت سے کہا۔ کیونکہ اُس نے فرسٹ کلاس کے کمرے اور جھگڑنے والے مسافروں کی ظاہری وجاہت کو پہلی نظروں میں بھانپ لیا۔ اور میرے جواب سے اُسے تسلی ہوگئی تھی۔ کہ کوئی جرم قابل دست اندازی پولیس وقوع میں نہیں آیا +

"بگذارید آغا" میں نے بھی آگے بڑھ کر اعتبار جاتے ہوئے کہا "بگذارید ایں چنیں کارہا شایانِ شان شما نیست" +

(چھوڑ دو صاحب گاڑی دو منٹ میں چھوٹنے والی ہے)

سیکنڈ گارڈ نے صاحب بہادر کی طرف مخاطب ہو کر کہا +

وہ دونو علیحدہ ہوگئے۔ پٹھان نے اپنی نگاہیں جو جوش تمکنت اور وفور مسرت میں دو ستاروں کی طرح چمک رہی تھیں۔ میری طرف

اُٹھائیں اور روا دا چاہی۔ میں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں جواب دیا۔ غیور پٹھان خوش تھا +

گاڑی چلنے میں تھوڑا وقت باقی رہ گیا تھا۔ انتہائی گھبراہٹ اور تنگیٔ وقت میں صاحب بہادر نے بستر لپیٹا اور باقی ماندہ چیزوں کو اکٹھا کر کے ایک قلی کے حوالے کیا۔ اور آنہیں کپڑوں میں گاڑی سے اُتر گیا۔ پٹھان کی فتحمند نگاہیں گیٹ تک اس کا تعاقب کرتی گئیں۔ اور جب وہ افسردہ حالت میں سر نیچے ڈالے یکلخت گھوم کر ڈیننگ روم میں گھس گیا تو پٹھان نے انتقام کی لذت میں مسرت و اطمینان کا سانس بھرتے ہوئے کہا

"خو ـــــ بے ایمان کافر ہمارا ساتھ مخول کرتا ہے" +

لاہور اسٹیشن پر میں بھی اُتر گیا۔ مگر راستہ بھر میں پٹھان کی روح آزادی، غیرت اور حمیت کی تعریف کرتا گیا۔ میرے دل میں بے اختیار اُس کی طرف سے عزت و احترام کے جذبات پیدا ہوئے۔ اس پٹھان کے اندر ایک حقیقی اسلامی روح تھی دانت کے بدلے دانت۔ آنکھ کے بدلے آنکھ۔ یہ خدائی قانون ہے۔ یہ صحیح ہے کہ تمام فوجی افسر ایسے اکھڑ نہیں ہوتے۔ لیکن بعض فوجی افسر تو اتنے تند مزاج ہوتے ہیں۔ کہ توبہ بھلی۔ ایسے تند خو فوجیوں کا وہی علاج ہے۔ جو اس پٹھان نے کیا +

سراج الدین احمد

پرائیویٹ سکرٹری دیوان صاحب آف پاکپتن

خمخانہ جذبات

غارت گری نہ پوچھ نگاہِ شباب کی
آنکھوں میں سحر ہے کہ ہے مستی شراب کی

معصومیٔ نظر، وہ ادائیں حجاب کی
اب تک مری نظر میں ہے جنت نقاب کی

اک بیخودی سی چھا گئی جب یاد آ گئیں
کیفیتیں وہ آپ کے عہدِ شباب کی

موجِ نسیم سے جو لرزتی ہے شمعِ صبح
تصویر ہے وہی تو مرے اضطراب کی

کیفیتِ تجلیٔ جاناں کہاں نصیب
آنکھوں میں کٹ گئیں مری راتیں شباب کی

آغوشِ دوست، صحبتِ احباب، شعر و مے
ہاں نغمہ گر! یہ رات ہے عہدِ شباب کی

اقبالِ چشمِ تر کا مداوا تو کیجئے
غماز ہیں جناب کے حالِ خراب کی

محمد عبید اللہ غزنوی

شاہی پہلوان

از جناب خواجہ عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی

اودھ کی سلطنت میں جہاں تمام ہنرمندوں کی قدردانی تھی شہ زوروں اور پہلوانوں کی بھی پرورش ملحوظ خاطر رہتی تھی +

آخری شاہ اودھ حضرت میرزا محمد واجد علی شاہ بہادر کے عہد میں میر لطف حسین کمیدان تھے۔ ان کے متعلق نجیبوں کی پلٹن تھی۔ وہ کہتے تھے ہر فوجی آدمی کے بدن پر مع اسلحہ و چار آئینہ وغیرہ دو من لوہا ہوتا تھا +

اُس وقت میں پہلوانی کا فن شرفا میں عیب سمجھا جاتا تھا۔ کسرت کرتے تھے مگر اکھاڑے میں جپٹ لنگوٹ باندھ کر اُترنا خلاف شرافت سمجھا جاتا تھا۔ کمیدان صاحب کے ایک بھانجے تھے نہایت قوی ہیکل زور آور۔ اُن کا نام میر حسن علی تھا۔ شہر میں شہ زور مشہور تھے +

کمیدان صاحب کا امام باڑہ جامع مسجد کے آگے معالی خاں کی سرا کے قریب تھا اور وہیں مکان تھا۔ میر علی حسن بھی وہیں رہتے تھے۔ کمیدان صاحب نے ایک ہاتھی پاٹھا ان کی سواری کے واسطے مول لے دیا تھا۔ پیراک بھی مشہور تھے۔ جب ان کی شہرت شہر میں ہونے لگی اور دو چار معرکوں میں ان کا نام ہوا تو شدہ شدہ بادشاہ کے کان تک یہ خبر پہنچی۔ ایک مرتبہ بادشاہ نے استفسار فرمایا۔ میر لطف حسین سنتے ہیں تمہارا بھانجا بھی نہایت شہ زور ہو کمیدان نے ہاتھ باندھ کر عرض کی خداوند نعمت حضور کے اقبال سے یہ بچہ انشاءاللہ شہ زور نکلیگا۔ ابھی اس کا سن ہی کیا ہے ستّرہ برس کی عمر ہے +

اُس زمانہ میں قاعدہ تھا کہ شریف لوگ سہ پہر کو پکے پل کے گھاٹ پر پیراکی کے ہنر دکھائے جاتے تھے۔ میر حسن علی بھی اچھے پیراک تھے۔ حسن اتفاق سے بادشاہ اپنے بجرے پر دریا کی سیر کو نکلے تھے اور دو ملاح کشتی کھیتے تھے +

جب بجرا پکّے پل کے قریب آیا تو سب لوگ دھاڑے کو چھوڑ کر دریا کے کنارے سلام کے واسطے کھڑے ہو گئے۔ میر حسن علی اُس وقت کھڑی لگا رہے تھے +

بجرے کو دیکھ کر پل کے بیچ کے در پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہو گئے۔ بجرا ان کے قریب سے نکلا انہوں نے بجرے کو پیچھے کی طرف سے پکڑ لیا۔ ملاحوں نے ہر چند کھینا چاہا۔ بجرا کسی طرح آگے نہیں بڑھ سکا۔ جب بجرا رک گیا۔ تو بادشاہ نے پیٹھ پھیر کر دیکھا۔ میر صاحب نے بجرے کو چھوڑ کر فراشی سلام کیا۔ اور عرض کیا فدوی کا نام حسن علی ہے۔ کمیدان لطف حسین کا بھانجا ہوں بادشاہ ان کی شہ زوری سے بہت خوش ہوئے۔ دوسرے روز دربار میں طلب فرمایا۔ میر حسن علی نے موافق قاعدہ سلطنت کے نیم قد جھک کر سات مرتبہ سلام کیا۔ نذر دی۔ بادشاہ کی طرف سے خلعت ہوا اور وظیفہ مقرر ہو گیا +

اتفاق سے اسی زمانے میں مدراس سے ایک نامی پہلوان شیر علی لکھنؤ میں آیا۔ تو اُس نے میر حسن علی کی شہ زوری کی بہت تعریف سُنی اور کُشتی کا طالب ہوا۔ میر حسن علی نے کہا۔ ہم لوگ کشتی نہیں لڑتے +

اُس نے بادشاہ کو عرضی دی کہ فدوی اس غرض سے لکھنؤ میں حاضر ہوا ہے کہ میر حسن علی سے کشتی لڑ کے اپنا ہنر دکھلائے +

بادشاہ نے میر صاحب کو وہ عرضی بھیجدی۔ میر صاحب نے عرض کیا خداوند نعمت سیدوں نے آجتک چٹ لنگوٹ باندھ کر کشتی نہیں کی۔ ہاں اگر شیر علی کو شہ زوری کا دعویٰ ہوا تو فدوی حاضر ہے زور آزمائی کی جائے اس میں جس کو خدا غالب کرے +

پہلوان نے جواب سن کر عرض کیا بہتر ہے مجھے شہ زوری میں بھی عذر نہیں۔ ایک دیوار میں طاقچہ آرپار کھودا گیا۔ ایک طرف میر حسین علی کھڑے ہوئے دوسری طرف شیر علی پہلوان +

ایک نے دوسرے سے پنجہ ملایا جب دونوں خوب کس چکے تو میر حسین علی نے اسقدر زور سے اپنی طرف کھینچا کہ شیر علی کا شانہ اتر گیا اور شانے تک طاق میں کھنچ آیا۔ چاروں طرف سے واہ واہ ہونے لگی میر صاحب نے پہلا کام یہ کیا کہ شیر علی کا بازو بٹھایا اور اس پر اپنے ہاتھ سے مالش کی +

اسیطرح پہلوانوں کا ایک گروہ شاہی تنخواہ دار تھا۔ بادشاہ کے ہاں حبشی غلام عرب کے مول لئے گئے تھے۔ ایک ہزار جوانوں کا ایک رسالہ تھا۔ یہ رسالہ بادشاہ کا جاں نثار تھا۔ اور بہت جانباز تھا +

بعض سواروں کو کشتی کا شوق ہوا۔ بادشاہ نے اُن کی تنخواہ معقول مقرر کردی اور سواروں کی خدمت سے ان کو معاف رکھا۔ پیر جلیلوں کے تکیئے پر بھیم کا اکھاڑہ تھا۔ بھیم کوئی بڑا زبردست پہلوان تھا۔ جس کا جواب ہندوستان میں نہ تھا۔ شیدی سالمین اُس کے شاگرد ہوئے۔ آخر بھیم نے اُن کی قوت اور بہادری کا اندازہ کرتے ہوئے اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ بھیم کے مرنے کے بعد شیدی سالمین کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ بہت سی کشتیاں ماریں بڑی شہرت تھی۔ ان کے دو شاگرد نہایت زبردست تھے۔ جو اُن کے بعد اُن کے خلیفہ ہوئے۔ ایک کا نام شیدی لندھور تھا۔ دوسرے کا نام شیدی فولاد +

جس زمانے میں شیدی سالمین بالکل بڈھے اور ضعیف ہو گئے۔ پنجاب سے ایک قوی ہیکل پہلوان جہلم کا رہنے والا انکے اکھاڑے پر آیا اور پوچھا شیدی سالمین کہاں ہیں۔ یہ اکھاڑے کے باہر بیٹھے ہوئے حقہ پی رہے تھے۔ شیدی لندھور نے کہا تم اپنا مطلب کہو۔ اُس نے کہا ہم اُن سے کشتی مانگنے آئے ہیں۔ شیدی لندھور نے کہا اُستاد تو اب بہت بڈھے ہو گئے۔ تم اگر کشتی مانگتے ہو تو اُن کے شاگردوں میں سے جس کو پسند کرو وہ تم سے لڑسکتا ہے۔ اُس نے کہا نہیں ہم اُسی سے لڑیں گے۔ شیدی لندھور نے کہا دیکھو ہمارا اُستاد وہ بڈھا آدمی ہے جو سامنے بیٹھا ہوا حقہ پی رہا ہے +

اُس نے کہا تو اُن سے کہو کہ پہلوان کشتی مانگتا ہے۔ شیدی فولاد نے کہا بابا ہمارا اُستاد بڈھا ہے وہ کیا لڑسکیگا۔ تم اُس کے شاگردوں سے کشتی کرو۔ یہ اُٹھ شیدی سالمین کے پاس گیا اور کشتی مانگی انہوں نے کہا تم دیکھتے ہو کہ میں اب لڑنے کے قابل نہیں رہا۔ جس نے چٹ لنگوٹ اُتار ڈالا۔ تم شیدی لندھور شیدی فولاد سے لڑو۔ اگر ان کو چت کر لو گے تو میں ہار مان لونگا۔ اُس نے پھر واپس آکر فولاد سے کہا کسی طرح اپنے اُستاد کو راضی کرو۔ اُس نے کہا بابا ہمارا اُستاد بڈھا ہے تم سے کہدیا ہمارا اُستاد بڈھا ہے۔ بڈھا ہے۔ اُس نے کہا تو پہلوان کیوں بنا ہے اُس سے کہو کہ ہم سے لڑے یا ہار مان لے تب تو شیدی فولاد کو غصہ آگیا اور اُس نے کہا وہ بڈھا ہے بڈھا ہے، یہ کہتے کہتے اپنے دونوں ہاتھ کی اُنگلیاں اُس کے پیٹ میں اُتار دیں اور پیٹ سے سینے تک چیر کر پھینکدیا۔ پہلوان اُسیوقت مر گیا۔ فوراً یہ خبر مرزا مستیا بیگ کوتوال کو پہنچی وہ اُسیوقت موقع واردات پر پہنچے اور تفتیش کر کے پہلوان کو دفن کرادیا۔ اور رپورٹ سرکار میں بھیجدی +

اب حبشیوں کے رسالے کو یہ خبر ملی بہت تشویش تھی کہ خدا جانے کیا حالت ہو۔ سب نے کہا اگر شیدی فولاد سے انتقام لیا گیا تو ہم لوگ بھی مر کر اپنی جان دیدینگے +

شیدی سالیں آسیوقت علی نقی خاں کی ڈیوڑھی پر پہنچے اوسّان کی بیگم سے سارا قصہ بیان کرکے کہا اب اس کی جان بچانا آپ ہی کا کام ہے۔ یہ حضرت میرزا واجد علی شاہ بہادر کی ساس تھیں۔ جب بادشاہ محل میں تشریف لائے تو باتوں باتوں میں بیان کیا سنتے ہیں کہ آج سے شیدی فولاد نے باتوں باتوں میں دو ٹکڑے کر دیا۔ یہ کہکر ہنسنے لگیں۔ بادشاہ نے کہا یہ ہنسنے کا کون موقع ہے ایسے کاموں سے سلطنت کی بدنامی ہوتی ہے۔ اب شیدی فولاد کو پھانسی دینا چاہئے ●

بیگم صاحبہ نے کہا پھانسی کی تو کوئی بات نہیں ہے اشتعال طبع کی حرکت ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو اُس کے ساتھیوں میں سے اُس کا کوئی عزیز ہو اُسے جان کے بدلے کچھ روپیہ دیکر راضی کر لیا جائے اور خونبہا دلوایا جائے ●

اس پہلوان کا کوئی خاص عزیز ساتھ آیا تھا۔ عدالت نے بُو کرا سے کچھ روپیہ لینے پر راضی کرکے قاضی کے حکم سے قصاص دلوا کر فیصلہ کر دیا ●

شیدی لندھور بہت گراں ڈیل آدمی تھا۔ کوئی گھوڑا اُسے سواری نہیں دے سکتا تھا۔ اس کی کوئی اولاد نہ تھی ایک بیوی تھی۔ شیدی غلام علی کو اپنا بیٹا بنایا تھا۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ اسقدر گراں ڈیل تھا کہ چوک میں کنارے کنارے چلتا تھا تو بھی آدھی سڑک رک جاتی تھی اور لوگ اسی کو دیکھنے لگتے تھے۔ جب شیدی غلام علی کا ہاتھ پکڑ کے چلتا تھا۔ تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی بچے کو اپنے ساتھ لئے ہے۔ دس روپے روز کی اس کی چٹنی ہوتی تھی اور بیس سیر دودھ۔ دو بکروں کی نہاری ملتی تھی ●

جب آخری شاہ اودھ معزول ہو کر کلکتہ چلے گئے اور انقلاب سلطنت ہو گیا۔ شیدیوں کا رسالہ چھڑا دیا گیا۔ اور یہ سرا جان پریشان ہو کر متفرق مقام میں چلے گئے تو شیدی لندھور زندہ تھا۔ تمام نواب زادے شہزادے اپنی اپنی مصیبت میں مبتلا تھے۔ ان کو کھانے کو کون دیتا۔ ان کا ایک شاگرد نان بائی تھا۔ اس نے کہا اُستاد ایک وقت کا کھانا تو فی الحال میرے یہاں کھایا کیجئے۔ اُس نے کہا نا بابا میں تم پر اپنا بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا ہاں اتنا کرو کہ مجھے کچھ دنوں قرض کھلا دو ●

بھیم کے اکھاڑے سے شاگردوں کو زور دلا کر شیدی لندھور دس بجے پاٹے نالے پر اپنے شاگرد نان بائی کے یہاں آتے تھے۔ وہ ایک روپیہ کا چھبیس سیر آٹا لا کر خمیر اُٹھاتا تھا اور سیر کی چار چار روٹیاں پکاتا تھا۔ اور نہاری اپنے پاس سے کونڈے میں ڈالتا جاتا تھا۔ یہ ایک روٹی کے دو نوالے کرکے کھاتے جاتے تھے۔ بیچ میں دو چار بدھنے پانی کے پی جاتے تھے۔ چھبیس سیر کی روٹی کھانے کے بعد ڈکار لیتے تھے۔ دوسرے وقت فاقہ کرتے تھے۔ جب کسی شاگرد سے کچھ ملتا تھا تو نان بائی کو دیدیتے تھے ●

کچھ زمانے کے بعد نواب کلب علی خاں بہادر مسند آرائے خلافت رامپور ہوئے۔ لکھنؤ کے تمام اہل ہنر ان کے دربار میں طلب ہوئے بڑے بڑے شرفا، شاعر، باورچی، نواب زادے اکثر ان کے دربار میں نظر آتے تھے ●

ایک دن نواب برہان الدین حسین خاں نے نواب صاحب سے کہا کہ حضور کے دربار میں تو بہت سے پہلوان ہیں۔ لکھنؤ کا ایک نامی پہلوان جس کا جوڑ خدا نے آجتک پیدا نہیں کیا۔ سلطنت کے مٹ جانے سے تباہ حال ہے۔ اگر حضور اسے بھی اپنے ملازمین میں رکھ لیں تو بہتر ہے۔ نواب نے حکم دیا کہ اسے طلب کر لو۔ انہوں نے کہا کہ حضور کچھ زاد راہ مرحمت فرمائیں تو وہ آ سکتا ہے۔ نواب نے فرمایا تین سو روپے بھجوا دو۔ نواب برہان الدین خاں نے اپنے بھتیجے کے پاس تین سو روپیہ بھجوا دیا۔ اور کہا یہ روپیہ شیدی لندھور کو زاد راہ دیکر بھجوا دو ●

انہوں نے اس کو بلوا لیا اور کہا اُستاد تم کو نواب صاحب

رامپور نے یاد فرمایا ہے۔ ہمارے چچا نے تمہاری تعریف اُنسے کی ہے +

اُس نے کہا تو غلام کو کیا عذر ہے میں تو اس خاندان کا زرخرید ہوں۔ جب آپ حکم دیں۔ اُنہوں نے کہا تین سو روپیہ رسمز خرچ کا بھیجا ہے۔ اُس نے کہا میں روپیہ لے کر کیا کرونگا۔ کچھ کپڑے میرے بنوا دیجئے اور کچھ روپیہ اپنی لونڈی کو دیدیجئے اُنہوں نے ان کی پوشاک بنوا دی۔ بیل گاڑی کرایہ پر طے کردی۔ کھانے پینے کو پچاس روپے دیدئے۔ کچھ جنس ساتھ رکھدی باقی روپیہ ان کی بیوی کو بھجوا دیا۔ پانچ روز میں رامپور پہنچ گئے۔ نواب صاحب نے دربار میں طلب فرما کر پوچھا تم کیا تنخواہ لوگے۔ انہوں نے کہا غلام بھی کہیں تنخواہ پاتے ہیں۔ مجھے پیٹ بھر کھانے کو دیجئے۔ موٹا کپڑہ ستر پوشی کو ملے۔ اور اپنی لونڈی کو کچھ خرچ بھیجدیا کیجئے۔ روپیہ کا مجھے کیا کرنا ہے +

نواب صاحب نے حکم دیا کہ ایک مہینہ تک ہمارے دسترخوان سے اسے کھانا ملا کرے اور کچھ پوشاک بنوادی ایک مہینے کے بعد دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ شیدی لندھور کے کھانے میں پانچسو روپیہ صرف ہوا +

نواب کو حیرت ہوگئی چارو ناچار وہی پانچسو روپیہ ماہوار ان کی تنخواہ مقرر کی۔ اس پر بھی مہینے میں دو چار فاقے اس غریب کو ہو جاتے تھے +

نواب کے دربار میں کوئی ایسا پہلوان نہیں تھا کسی شہر میں ان کے مقابلے کی جوڑ نہ ملی۔ شیدی غلام علی کو راجہ شعبان علی خاں نے اپنی سرکار میں سلیم پور بلوالیا تھا اور بہت قدردانی کرتے تھے۔ ان کی جوڑ کا بھی کوئی پہلوان نہ تھا۔ پانچ روپیہ روز خوراک کے ملتے تھے۔ مشہور ہے کہ اکھاڑے کے قریب ایک پرانی املی کا درخت تھا اُس کے دو ٹہنوں کو چیر کر ایک اینٹ رکھ دی تھی اور کہا کوئی پہلوان اسے نکال دے۔ کسی میں اتنی طاقت نہ تھی جو اینٹ نکال سکتا +

پنجاب سے ایک پہلوان نامی آیا۔ ریاست سلیم پور میں پہنچا اور راجہ صاحب سے عرض کیا کہ میں شیدی غلام علی سے کشتی چاہتا ہوں۔ راجہ صاحب نے منظور کر لیا۔ پہلوان بہ اعتبار قدو قامت شیدی سے بہت بھاری تھا۔ اکھاڑے میں دونوں پہلوان اُترے۔ شیدی نے ہاتھ ملاتے ہی ایک اُکھیر ماری۔ پہلوان زمین پر اوندھا گرا اور زمین پکڑ لی۔ شیدی غلام علی نے اُسے گھسّے دینا شروع کئے۔ اُس نے کہا یہ خلاف اصول گھسّے کیوں دیتے ہو تمہاری انگوٹھیاں میرے جسم میں چُبھتی ہیں۔ غلام علی نے کہا بیشک میں انگوٹھیاں اُتارے ڈالتا ہوں۔ لیکن گھسّے دینا تو پہلوانی کا فن ہے۔ پھر اکھاڑے میں پکار کر کہا کوئی پہلوان میرے ہاتھ سے انگوٹھیاں اُتار لے۔ کئی پہلوان اُتر آئے اور انگوٹھیاں اُتارنے لگے۔ لیکن اس وقت انگوٹھیاں کچھ گوشت میں ایسی پیوست ہو گئی تھیں کہ اُتر نہ سکیں۔ آخر میں اس کی انگوٹھیوں پر کپڑا لپیٹا گیا +

اُس نے کہا صاحبو میں ہاری مانتا ہوں۔ شیدی غلام علی نے خود انصاف سے کہا کہ نہیں کشتی برابر لکھی جائے۔ کیونکہ اگر میں چت کرلیتا تو اپنی جیت مان لیتا۔ جب پہلوان نے اس کا موقع نہیں دیا کشتی برابر رکھنا چاہئے +

شیدی لندھور شیدی فولاد کی جوڑ کا کوئی پہلوان ہندوستان میں نہ ملا۔ رامپور کے لوگ لندھور کو دیکھ کر کہتے تھے آدمی نہیں ہے دیو ہے +

نواب کلب علی خاں بہادر کے انتقال کے بعد اس ہنر کی قدردانی نہ رہی۔ پچیس تیس برس کا زمانہ ہوتا ہے کہ پنجاب سے ایک پہلوان سیف اللہ دیو ہیکل آیا تھا جیسے چلتا پھرتا منار تھا۔ لکھنؤ میں اس کے جوڑ کا کوئی پہلوان نہ نکلا +

آخر میں سبحان خاں پہلوان فیض آبادی بھی غنیمت تھے۔ ان کے شاگردوں کی تعداد بہت تھی۔ سوڈیڑھ سو اکھاڑہ ان کے

شاگردوں کا تھا۔ بدھو خاں انہیں کے شاگرد تھے۔ شیدی غلام علی پہلوان انہیں کا شاگرد تھا۔ سبحان خاں کے ہاتھ پاؤں کچھ ایسے نہ تھے۔ دُبلے پتلے آدمی تھے۔ شہ زور بھی نہ تھے۔ لیکن پھپیت نامی تھے۔ شاگردوں کو اچھے اچھے پیچ بتائے۔ بہت زور آور پہلوان ان کے شاگرد ہوئے۔ آخر زمانہ میں لنگوٹ کھول ڈالا۔ اکھاڑے میں بھی نہیں اُترتے تھے۔ ان کا خلیفہ شیدی غلام علی تھا جسے شیدی لندھور نے بیٹا بنایا تھا۔ ایک دن ایک پہلوان آیا اُس نے پوچھا سبحان خاں کہاں ہیں۔ سبحان خاں نے خود جواب دیا وہ تو اس وقت نہیں ہیں آپ اپنا مطلب فرمائیے۔ کہنے لگا ہم اُن سے کشتی مانگنے آئے ہیں۔ آپ نے کہا وہ تو اب ضعیف ہوگئے آپ سے لڑنے کے قابل نہیں ہیں اُن کے شاگرد موجود ہیں اُن سے زور کر لیجئے۔ اُس نے کہا نہیں میں تو اُنہیں سے لڑوں گا اس وقت نہیں ہیں تو کل آؤنگا +

دوسرے دن پھر آیا۔ سبحان خاں نے کہا وہ تو نہیں ہیں شاگردوں نے کہا اُستاد یہ تو کوئی گاؤدی معلوم ہوتا ہے۔ کہئے تو ایک دھپ رسید کروں۔ آپ نے کہا نہیں ایسا کام مجھے پسند نہیں۔ میرا کیا نقصان ہے۔ دو چار دن میں خود تھک کر چلا جائیگا پھر تیسرے دن آیا تو اس وقت سبحان خاں حسین آباد میں رام نرائن حلوائی کی دُکان پر دودھ اور پوریاں مول لے رہے تھے۔ سودا لیکر چلے تو وہی پہلوان آگیا۔ تیور بدل کر کہنے لگا۔ تم خوب مجھے دھوکا دیتے تھے۔ اب تو معلوم ہوگیا سبحان خاں تم ہی ہو میری تمہاری یہیں پر دھڑ پیچ ہوگی۔ جس کو خدا دے وہ لے۔ کہنے لگے میں ضعیف آدمی ہوں تجھے شرم نہیں آتی۔ مجھ سے لڑنے کو کہتا ہے۔ اُس نے کہا میں کچھ نہیں جانتا۔ اس وقت تم کو جانے نہیں دونگا۔ یہ سنکر اُنھوں نے پوریاں اور دودھ تو حلوائی کی دوکان میں رکھدیا اور کہا بھائی جا۔ تیری شامت آئی ہے بات کرتے کرتے ہاتھ پکڑ کر جو ایک اکھیر مارتے ہیں۔ تو وہ چاروں شانے چت زمین پر آرہا۔ اور آپ اس کے سینہ پر گھٹنہ ٹیک کر بیٹھ گئے۔ یہ تماشا دیکھ کر حلوائی دکان سے اُتر پڑا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا کچھ بیدھا ہوا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی سب شاگرد دوڑے آئے اور بہت غصّے میں تھے لیکن سبحان خاں نے فساد کو رفع دفع کرکے اُسے بھگا دیا۔ ایک دن نواب باقر علی خاں رئیس شیش محل نے سبحان خاں سے کہا اب تو تم بڈھے ہوگئے اپنے شاگرد شیدی غلام علی کا کچھ کمال دکھاؤ۔ اُس نے کہا بہت خوب۔ نواب کے حکم سے گنبد خانے کے اس طرف اکھاڑا کھودا گیا۔ شیدی غلام علی اپنے چار زبردست شاگرد شیدی ہلال۔ شیدی یعقوب۔ شیدی فیروز وغیرہ کو لے کر آیا۔ اور چاروں کو اکٹھا کھڑا کیا۔ دو شاگرد تو اُستاد کی کمر سے لپٹ گئے اور دو کو اُس نے دونوں بغلوں میں دبا کر کمر کو جو جھٹکا دیتا ہے تو یہ دونوں اکھاڑے کی ڈنڈھ پر جا گرے اور جو دو شاگرد بغل میں دبے ہوئے تھے۔ اُن کو چت کردیا۔ نواب صاحب نے دیکھکر بہت تعریف کی + اب تو لکھنؤ کی سرزمین پہلوانوں سے خالی ہے۔ اور حقیقت میں کوئی اس فن کا قدر دان بھی نہیں رہا +

عشرت لکھنوی

رُباعی

دُزدیدہ نگاہی کا سبب کیا کہئے بیگانگیٔ حسنِ طلب کیا کہئے
دل کے گاہک ہیں کیا ہی سیانے گاہک انداز پیامِ زیرِ لب کیا کہئے

میرزا یگانہ لکھنوی

مطائبات

گرما و سرما

(نیرنگ خیال کے مشہور مزاحیہ نویس حضرت "ادیب" کے قلم سے)

نیرنگ خیال والوں کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ بارود خانہ میں رہ کر سامان آتشبازی کے لئے مضافات میں آرڈر بھیجتے ہیں۔ چنانچہ کل کی ڈاک سے حکیم صاحب کی ایک چٹھی ہمیں موصول ہوئی کہ عید نمبر کے لئے کوئی مضمون از قسم آرٹو بھیجکر مشکور فرمائیں کوئی ان حضرت سے پوچھے کہ یہ عید الفطر ہے یا لوہڑی کہ آپ اس کے لئے پٹاخوں، چرخیوں، مہتابیوں، آفتابیوں، ہوائیوں، پھلجھڑیوں اور اناروں کا بندوبست کر رہے ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ ان بارود خانہ والوں نے اتنی دور بیٹھے ہوئے بغیر دیکھے یہ خوب سمجھ لیا ہے کہ یہ ادیب صاحب بھی کوئی پکے آرٹو ہیں۔ بہت خوب پہچانا حضرت! اب ہم سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ "چہ طور شناختی آغا!"

ادھر ہماری مضمون نویسی کی طرز و روش عجیب متضاد اصولوں پر مبنی ہے۔ یعنے ہم اپنے مضمونوں میں کسی ثقیل لفظ کا لانا بے ادبی اور کسی خفیف لفظ کا لانا ادب ناشناسی خیال کرتے ہیں۔ اب ناظرین کرام خود دیکھ سکتے ہیں کہ ایسے مضمون لکھ کر ہم نہ ادیب رہ سکتے ہیں نہ مودب۔ لیکن "الامر فوق الادب" پر عمل پیرا ہو کر اب مجبوراً ہم ادب و قواعد کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ یعنے علم ادب کے اصولوں اور قواعد صرف و نحو کے ضابطوں سے بلند تر ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:۔

ہمارا شہر جسے ہم مصلحتاً (یعنے اپنی رسوائی کے ڈر سے) انگریزی طرز میں پہلے لفظ کا صرف پہلا حرف لے کر "اے۔ آباد" کہتے ہیں سطح سمندر سے ۱۲۰۴ فٹ اونچا ہے۔ گو یہ پیمائش ہم نے خود نہیں کی اور نہ ہماری نگرانی میں ہوئی ہے۔ الا زبانی صاحبان انگریز کی یہی سنا ہے۔ اور جو کچھ زبانی صاحبان انگریز کی سنا جائے اُسے باور نہ کرنا انگریزی خواں مولاناؤں کی شریعت کی رو سے کفر ہے اور تعزیرات ہند کی رو سے بغاوت۔ پس چونکہ ہم نہ کافر کہلانا چاہتے ہیں اور نہ باغی۔ اس لئے طوعاً و کرہاً ہم اس عدد کو صحیح اور بالکل صحیح سمجھ لیتے ہیں۔ البتہ اتنی شہادت ہمارا دل بھی دیتا ہے کہ یہ شہر ضرور سطح سمندر سے کچھ اوپر واقع ہے۔ ورنہ اس کا پانی بہہ کر سمندر میں کس طرح جا ملتا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ پانی ہمیشہ نشیب کی طرف جاتا ہے۔ اے۔ آباد کی ۱۲۰۴ فٹ کی بلندی اس وقت بھی ظاہر ہوتی ہے جبکہ کئی گھنٹوں بلکہ کئی دنوں کی لگا تار اور موسلا دھار بارش کے بعد آپ گھر سے باہر تشریف لے جائیں۔ تو سڑکیں اس طرح معلوم ہوں گویا ابھی میونسپل کمیٹی والوں نے چھڑکاؤ کیا ہے۔ لیکن اس میونسپل کمیٹی کو ہمارے شہر کی میونسپل کمیٹی نہ سمجھیں۔ کیونکہ یہ کمیٹی سڑکوں پر پانی چھڑکنے کو کفایت شعاری کے اصولوں کے منافی اور گرد و غبار کو

ٹیکس دہندوں کے جھگڑوں کے لئے نہایت مفید ثابت تصور کرتی ہے) آئے آباد کے مقابلہ میں کسی ایسے شہر کو لیجئے جو سطح سمندر سے ۲۰۰۰ فٹ اونچا نہ ہو۔ دور کیوں جائیے پشاور کو دیکھئے ایک گھنٹہ کی بارش پورے ایک ہفتہ کے لئے اسقدر کیچڑ مہیا کر دیتی ہے جو نہ صرف پشاوریوں بلکہ بچہ سقہ والے کابلیوں اور درہ خیبر کے نواح والے آفریدیوں، ذکاخیلیوں اور مہمندوں کے تمام سیاسی، معاشرتی، اخلاقی، مذہبی، تعلیمی، دیوانی اور فوجداری ضروریات کے لئے کافی اور کافی سے زیادہ ہوتا ہے۔ بارش کے دن یا بارش سے کئی دن بعد کسی بازار سے نکل جائیے ایسا معلوم ہوگا کہ کیچڑ کا ایک دریا بہہ رہا ہے۔ جس کے دونوں کناروں پر دکانیں اور مکان آباد ہیں۔ گویا سری نگر کا شہر ہے کہ دریائے جہلم کے دورویہ تعمیر ہوا ہے +

برخلاف اس کے آئے۔ آباد کے پانی کا ہر ایک قطرہ اپنی برادری کے دوسرے افراد سے مل کر نالہ دوڑ سے ہوتا ہوا اوایا انڈس (یعنی دریائے سندھ کے راستے) سیدھا کراچی پہنچتا ہے۔ اور بحیرہ ہند میں جا ملتا ہے۔ یہ اس لئے کہ اس شہر کا پانی ہمیشہ "تھرو پراپر چینل" چلتا ہے۔ یعنی پہلے گلیوں کی نالیوں میں۔ پھر نالہ جب میں پھر نالہ دوڑ میں۔ پھر دریائے سندھ میں پہنچکر سیدھا اپنے گھر کی راہ لیتا ہے۔ اگر میدانی علاقوں پانی کی طرح یہ پانی بھی ادھر ادھر آوارہ ہو جائے تو کبھی منزلِ مقصود پر نہ پہنچے۔ کیونکہ قانون قدرت کی رو سے منزلِ مقصود پر پہنچنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے۔ اور وہ ذریعہ ہے۔ یہی پراپر چینل۔ جو کام آپ تھرو پراپر چینل کریں گے وہ کبھی خراب نہ ہوگا۔ اس راہ پر چلئے تو کوئی سد راہ آپ کے مزاحم نہو سکیگا آپ نے دیکھا نہیں کہ گذشتہ گرمیوں میں بھی ہمارے علاقے کا پانی اپنی پراپر چینل کے ذریعہ کراچی تشریف لے جا رہا تھا۔ کہ دوڑ کا پل راہ میں مزاحم ہوا۔ پھر کیا تھا۔ نہ دوڑ کا پل تھا اور نہ وہ اس کی مزاحمت۔ چنانچہ آجتک وہ پل دوبارہ تعمیر نہ ہو سکا۔ بلکہ اس کے پایوں کی بنیادیں بھی ابھی قائم نہیں ہوئیں۔ بحالیکہ سرکار دولتمدار (میم نافیہ) کا ہزار ہا روپیہ آج تک روڑی کنکریٹ اور سیمنٹ کی شکل میں شتر مرغانِ محکمہ بارکماشری کے پیٹ میں جاکر ہضم ہو چکا ہے

ہمارے بارروم کے ملحقہ ایک باتھ روم ہے جس میں ایک برتن پڑا ہوا ہے۔ جسے انگریزی زبان میں پس پاٹ کہتے ہیں۔ اتفاق زمانہ نے اس پس پاٹ میں کئی سوراخ کر دیئے ہیں اور پانی ان سوراخوں سے نکل کر باتھ روم کے فرش سے ہوتا ہوا۔ نالی میں چلا جاتا ہے۔ ایک دن ایک صاحب کہنے لگے کہ اس پس پاٹ کے وہاں رکھنے کا کیا فائدہ ہے۔ پانی یوں بھی فرش پر ہی جا رہتا ہے۔ چودھری صاحب نے یہ سن کر فرمایا کہ نہیں رہنے دیجئے ہر کام تھرو پراپر چینل ہونا چاہئے۔ اس پر تمام اصحاب نے چودھری صاحب کی اس ضابطہ پسند طبیعت کی بہت داد دی۔ چنانچہ یہ پس پاٹ ابتک وہیں پڑا پراپر چینل کا کام دے رہا ہے +

آپ نے کبھی غور فرمایا کہ ہماری سرکار ہندوستانیوں کی چیخ پکار کے باوجود مہاتما گاندھی کے چرخہ کاتنے کے باوجود مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی کی خلافت کمیٹی کے باوجود کانگریس کے ریزولیوشن کے باوجود۔ تلک فنڈ کے چندوں کے باوجود۔ مولانا ظفر کے نکاہات کے باوجود۔ انقلاب کے افکار و حوادث کے باوجود۔ مسلم لیگ اور مسلم آوٹ لک کے باوجود۔ ہماری حریت آموز اور حیات افروز نظموں کے باوجود اور سب سے بڑھ کر سانڈرس مرڈر کیس اور دہلی بم آؤٹ ریج کے باوجود ہندوستان پر کس طرح بالاستقلال حکومت کر رہی ہے؟ بات یہ ہے کہ سرکار جو کام کرتی ہے تھرو پراپر چینل کسی کو انڈمان بھیجنی ہے تو تھرو پراپر چینل کسی کو انڈیا کونسل کا ممبر بنا کر انگلستان بھیجتی ہے تو تھرو پراپر چینل۔ غرضیکہ سرکار کے کسی کام میں آپ بےراہروی (یعنی آوارہ گردی) نہ دیکھیں گے۔ آپ نے کبھی کسی سرکاری محکمہ میں

کوئی درخواست دی ہے۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس پر پہلا حکم یہ ہوتا ہے کہ "سررشتہ سے کیفیت گزرے"۔ آپ کسی پر نالش کریں تو پہلا فقرہ جو آپ کے عرضی دعویٰ پر لکھا جائے گا۔ یہی ہوگا کہ سررشتہ سے کیفیت گزرے۔ یہ سررشتہ کی کیفیت ہماری سرکار کی براپرچینل کا سب سے پہلا مرحلہ ہے *

آپ روز روشن میں عین احاطہ کچہری میں تمام حکام وقت کی نظروں میں کسی کو قتل کر کے دیکھ لیں۔ موقعہ پر آپ کو کوئی پھانسی نہیں دیگا۔ پہلے ابتدائی رپورٹ مرتب ہوگی۔ پھر پولیس پرچہ چاک کریگی۔ پھر تفتیش کرے گی۔ پھر چالان مرتب کریگی پھر وہ چالان پاس ہوگا۔ پھر عدالت میں پیش ہوگا۔ گواہان استغاثہ بلائے جائیں گے۔ وہ آپ کے روبرو بیان دیں گے۔ آپ ان پر جرح کریں گے۔ گویا وہ تمام جھوٹ بک رہے ہیں۔ کمرۂ عدالت میں وقتاً فوقتاً آپ کو "زندہ باد انقلاب" کے نعرے لگانے کی بھی اجازت ہوگی۔ پھر آپ کا بیان ہوگا۔ بیان کے بعد آپ پر فرد جرم مرتب ہوگا۔ اور پھر آپ کا مقدمہ سپرد عدالت سشن ہوگا۔ وہاں پھر وہی گواہ اور پھر وہی بیانات از سر نو لکھے جائینگے از سر نو جرح ہوگی۔ آپ کی صفائی کے گواہ لئے جائیں گے۔ جو بروز وقوعہ آپ کو موقعۂ واردات سے پانچسو کوس دور بیان کریں گے وکلا کی بحث ہوگی۔ اسیسروں سے رائے پوچھی جائے گی سشن جج فیصلہ لکھیگا اور آپ کے لئے پھانسی تجویز کرے گا۔ یہ تجویز ہائیکورٹ میں جائے گی۔ آپ کی اپیل بھی وہاں سُنی جائے گی جو مسترد ہوگی۔ بعد ازاں حضور لاٹ صاحب آپ کی رحم کی درخواست پر غور فرمائیں گے۔ اور اسے نامنظور کریں گے۔ اس کے بعد آپکے پھانسی پر لٹکائے جانے کی تاریخ مقرر ہوگی۔ اس تاریخ پر لاہور سے پانچ روپے یومیہ پر ایک جلاد منگوایا جائے گا۔ جو آپ کو جناب معلی القاب سپرنٹنڈنٹ صاحب بہادر جیل اور ایک حاکم وقت کے روبرو صحیح سالم اور بخیر و عافیت گلے میں رسی ڈال کر ایک

کنوئیں میں لٹکا دے گا۔ پھر آپ جتنی دیر چاہیں زندہ لٹکتے رہیں۔ اور زندہ لٹکتے لٹکتے تھک جائیں گے تو بیشک مر جائیں کسی کو اعتراض کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا *

یہ راز ہے ہماری سرکار کی حکومت کا۔ اگر آج گورنمنٹ عالیہ تھرو پراپرچینل کام کرنا چھوڑ دے تو کل اس کا خاتمہ ہوجائے گا مہاتما گاندھی بے شک چرخہ نہ کاتیں۔ اور ہم بے شک نظمیں لکھنا چھوڑ دیں *

اور کیا آپ نے کبھی غور فرمایا کہ اللہ میاں روز ازل سے لیکر آجتک خدائی اور شہنشاہی کر رہا ہے۔ اور کبھی کوئی بچہ سقہ اسے تخت و تاج سے محروم کرنے کے لئے نہیں آیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ بس یہی ہے کہ اللہ میاں کے تمام کام بھی تھرو پراپرچینل ہوتے ہیں۔ وہ قادر مطلق ہے سب کچھ کر سکتا ہے۔ اور کسی قاعدے یا ضابطے کا وہ قانوناً پابند نہیں۔ لیکن پراپرچینل والے قاعدے کی خلاف ورزی وہ بھی کبھی نہیں کرتا۔ کبھی آپ نے کوئی ایسا آدمی دیکھا ہے جسے اللہ میاں نے تھرو پراپرچینل پیدا نہ کیا ہو۔ کبھی آپ نے کوئی ایسا جانور سُنا ہے جو تھرو پراپرچینل نہ آیا ہو۔ کبھی خدا نے کوئی درخت ہوا میں اُگایا ہے۔ کبھی اُس نے کسی موتی کو گھڑے کے پانی میں نشو نما دی ہے۔ کبھی اُس نے بغیر بادل کے مینہ برسایا ہے؟

پس یقین جانئے کہ دنیا میں تمام کامیابیوں کا راز اسی تھرو پراپرچینل والے قاعدے میں پوشیدہ ہے *

بات سے بات نکل آئی اور ہم کہیں سے کہیں جا پڑے۔ مدعا صرف یہ تھا کہ آبے۔ آباد کے پانی کا ہر ایک قطرہ تھرو پراپر چینل بحر ہند میں جا پہنچتا ہے اور اس لئے اس شہر میں کیچڑ کا نام نہیں ہوتا۔ سطح سمندر سے ۴۱۰۰ فٹ بلند ہونے کا ایک تو یہ فائدہ تھا۔ اور دوسرا یہ ہے کہ یہاں گرمی بہت کم ہوتی ہے اور سردی بہت زیادہ۔ گو ہم نے سائنس سکول میں بھی پڑھی تھی اور ایک مولوی صاحب امام مسجد سے بھی۔ لیکن ابتک ہماری

سمجھ میں یہ بات نہیں آسکی کہ جو شہر سطح سمندر سے اتنا اونچا ہو یعنے میدانی ملکوں کے مقابلہ میں سورج سے اسقدر قریب تر ہو وہاں گرمی کیوں کم ہو۔ اور سردی کیوں زیادہ۔ بہرحال ع رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند۔ ہم کو اس سے کیا پڑی ہے۔ ہم تو یہ دیکھ کر خوش ہیں کہ یہاں گرمی زیادہ نہیں ہوتی +

اور شہروں میں بھی گرمی آتی ہے۔ اور گرمی کے بعد سردی سردی آتی ہے اور سردی کے بعد گرمی۔ گرمی اپنے ساتھ گرمی کے سامان لاتی ہے۔ اور سردی اپنے ساتھ سردی کے سامان۔ لیکن ہمارے شہر کے گرمی کے سامان اور شہروں کی گرمی کے سامان اور ہمارے شہر کی سردی کے سامان اور شہروں کی سردی کے سامان سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ اور شہروں کی گرمی اپنے ساتھ جسم کو جھلسا دینے والی گرم ہوائیں لاتی ہے اور آندھیاں۔ پسینہ لاتی ہے اور سن سٹروک خس کی ٹٹیاں لاتی ہے اور بجلی کے پنکھے۔ رنگا رنگ کے شربت لاتی ہے۔ اور کارخانے کی برف۔ ہمارے شہر کی گرمی ان چیزوں میں سے ایک چیز بھی اپنے ساتھ نہیں لاتی +

ہماری گرمی جو سامان اپنے ساتھ لاتی ہے اُس کی کیفیت بھی ملاحظہ ہو۔ جونہی موسم بہار (جسے شاعر لوگ فصل گل بھی کہتے ہیں) رفتن مصدر کی گردان میں ماضی مطلق پر پہنچا اور گرمی نے ذرا زور کیا تو ایک روز علی الصباح جب کہ آپ بستر استراحت پر ابھی آرام فرماتے ہوں گے۔ باہر سڑک سے ایک نہایت مترنم آواز آئے گی۔ "لو الو جونکاں" +

بس اس روز سے سمجھئے کہ گرمی آگئی ہے۔ اور پنجاب میں لو چل رہی ہے۔ ان جونکوں والے خانہ بدوشوں کو خدا جانے کس نے کہہ دیا ہے کہ اس آباد کے رہنے والوں کا خون گرمیوں کے شروع میں ہی فاسد ہو جاتا ہے۔ کہ یہ لوگ جوق در جوق یہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اور گلی گلی کوچے کوچے پکارتے پھرتے ہیں "لو الو جونکاں" +

دوسرے روز شام کے وقت آپ سیر کو نکلیں گے تو دیکھیں گے کہ چوک میں ایک مداری بیٹھا ڈگڈگی بجا رہا ہے۔ اور شہر کے تمام بیفکرے اس کے گرد جمع ہیں۔ یہ مداری ہمارے پولیٹکل مداریوں (یعنے بعض ہندوستانی لیڈروں) کی طرح کچھ شعبدے دکھائیگا اور کچھ فضول باتیں بنا کر لوگوں کی جیبیں خالی کرائے گا۔ اور تماشا ختم ہونے پر اپنی جیب پُر کر کے دل ہی دل میں ہنستا ہوا کسی سرائے کو چلا جائے گا۔ کہ آج خوب اُلّو بنائے۔ کل پھر دیکھیں گے۔ یہ دوسری قسم کا سامان ہے جو ہماری گرمی اپنے ساتھ لاتی ہے +

اس سے ایک دو روز بعد آپ ابھی صبح کی چائے پی رہے ہوں گے کہ ملازم کسی میجیکل پروفیسر کا وزیٹنگ کارڈ آپ کے سامنے لا کر رکھ دیگا۔ آپ باہر تشریف لے جائیں گے تو اپنے دفتر میں ایک اچھے خاصے پروفیسر نما جانور سے ملاقی ہونگے۔ جو آپ کو دیکھتے ہی آپ کے سامنے ایک کتاب رکھ دے گا۔ جس میں راجاؤں نوابوں۔ رئیسوں۔ خان بہادروں۔ ڈپٹیوں۔ وکیلوں بیرسٹروں اور الیسوں ویلسوں کے صدہا سرٹیفکٹ ہوں گے جن میں لکھا ہوگا کہ ان پروفیسر صاحب کے کرتب ضرور دیکھئے۔ اور ان کے کمالِ فن کی داد دیجئے +

اگر ناظرین ابھی تک نہیں سمجھے تو ہم یہ سمجھانے کی تکلیف گوارا کر لیتے ہیں کہ یہ میجیکل پروفیسر صاحب بھی ذات کے وہی مداری ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پڑھے لکھے ہیں۔ اور موہوم آمدنی کے بھروسے پر چوک میں تماشا نہیں دکھاتے۔ بلکہ اُجرت پہلے مقرر کر کے کسی ہال میں شعبدہ بازی کرتے ہیں۔ ان حضرت کی تشریف آوری پر آپکو اور بھی زیادہ یقین ہو جائیگا۔ کہ گرمی آگئی +

اُسی روز یا اس کے ایک دو روز بعد آپ اپنے دفتر میں بیٹھے کسی پیٹ کے دھندے میں لگے ہونگے کہ ایک نہایت شریف وضع۔ متقطع اور مسجع انسان جو سر تا پا انگریزی لباس میں ملبوس

ہوگا۔ ایسی رسیلی آواز سے آپ کو گُڈ مارننگ کہے گا کہ آپ فوراً تاڑ جائیں گے کہ یہ کسی بیمہ کمپنی کا ایجنٹ ہے۔ وہ آپ سے کہیگا کہ جناب زندگی کا بیمہ کرا لیجئے (ورنہ مر جانے کا اندیشہ ہے) اور بیمے کے فواید پر بزبان انگریزی اتنی فصیح و بلیغ تقریر کرے گا کہ جواب میں آپ کی انگریزی بھی آپ کو جواب دے جائیگی۔ اور آپ کے دلایل بھی اُس کے دلایل کے سامنے پھیکے پڑ جائینگے لیکن آپ کو متردد دیکھ کر وہ کہے گا کہ آپ غور فرمالیں میں پھر حاضر ہو جاؤنگا۔ چنانچہ بھوت کی طرح وہ آپ کے سر پر ایسا سوار ہوگا کہ کوئی دن خالی نہ جائے گا۔ حتیٰ کہ آپ اپنی آمدنی کا ایک معقول حصّہ بیمہ کمپنی کی نذر کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اِلّا ماشاءاللہ۔ ان حضرت کی آمد گرمی کی آمد کی گویا ایک اور دلیل ہے ٭

اسی پر بس نہیں۔ مختلف قومی کالجوں۔ سکولوں۔ مسجدوں مندروں۔ گئوشالوں۔ پاٹھ شالوں۔ انجمنوں۔ سبھاؤں اور یتیم خانوں کے سفیر (جن میں بعض اصلی اور اکثر جعلی اور نقلی ہونگے) چندہ لینے کی غرض سے ایک ایک دو دو روزانہ کے حساب سے آپ کے پاس تشریف لائیں گے۔ اور باوجود آپ کے تمام حیلوں اور تمام حجتوں کے آپ کو قلاش کر کے چھوڑیں گے۔ یہ لے نہیں۔ یہ ایک اور تحفہ ہے۔ جو ہماری گرمیاں ہمارے لئے لاتی ہیں ٭

آپ ابھی کسی چندے والے سے جان چھڑانے کی تجاویز سوچ رہے ہوں گے کہ باہر سے بین کی آواز آئے گی۔ اتنے میں۔ اتنے میں ایک عجیب ہیئت کا انسان آپ کے سامنے آ کر بیٹھ جائے گا۔ اور نہایت مؤدبانہ لہجہ میں کہیگا کہ حضور کچھ کیڑے لایا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ بین بجاتا جائے گا۔ اور مختلف قسموں کے سانپ نکال نکال کر آپ کے سامنے رکھتا جائے گا۔ اور جبتک کچھ ربود کر نہ لے گا پیچھا نہ چھوڑیگا۔ یہ ایک اور نشان ہے اس امر کا کہ میدانی ملکوں میں گرمی زور پر آ گئی ہے ٭

قصہ مختصر یہ کہ گرمی آئی اور ساتھ کیا لائی۔ جونکوں والے۔ مداری ہپنجیکل پروفیسر۔ بیمہ کمپنیوں کے ایجنٹ۔ چندہ جمع کرنے والے اور سپیرے۔ انہی غریبوں پر کیا موقوف ہے۔ گرمیاں آتے ہی پنجاب اور صوبہ سرحد کے نواب۔ خان بہادر۔ ڈپٹی۔ جج۔ منصف۔ وکیل۔ بیرسٹر۔ تاجر۔ سادھو۔ فقیر۔ سرکس والے (تھیٹر کمپنی کبھی نہیں آئی) تپ دق والے۔ مختلف محکموں کے انسپکٹر ہیڈ ماسٹر اور پروفیسر سیکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں آ موجود ہوتے ہیں ٭

جس طرح اور تمام چیزیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک بڑی قسم کی اور ایک چھوٹی قسم کی۔ اسی طرح پروفیسر بھی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک بڑی قسم کے اور ایک چھوٹی قسم کے۔ مثلاً اگر دو بھائی متشاکل سے پروفیسر ہو گئے تو بڑے بھائی بڑی قسم کے پروفیسر ہوں گے۔ اور چھوٹے بھائی چھوٹی قسم کے پروفیسر۔ ہم آیندہ بڑی قسم کے پروفیسر کو بڑے پروفیسر صاحب اور چھوٹی قسم کے پروفیسر کو چھوٹے پروفیسر صاحب کہیں گے ٭

گزشتہ گرمیوں کا ذکر ہے۔ دروغ بر گردن راوی (اگرچہ سوئے لاہور است) جولائی کی بائیس تاریخ تھی کہ چھوٹے پروفیسر صاحب کا تار ہمیں اُس وقت ملا۔ جبکہ ہم ایک عدالت میں کھڑے باتوں باتوں میں اپنے موکل کی فیس ہضم کر رہے تھے۔ تار میں لکھا تھا کہ مابدولت شام کی گاڑی سے تشریف لا رہے ہیں اور آپ کے لئے بہت سی کتابیں بھی ساتھ لا رہے ہیں۔ بس اور کیا چاہئے تھا دیوانہ راہوئے بس است۔ ہمیں اُلو بنانے کے لئے کتابوں کا نام لینا کافی تھا۔ اور پھر یہ کہ بہت سی کتابیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ چھوٹے پروفیسر صاحب کے آنے کی اطلاع تھی جن کے واسطے ہم ہر وقت چشم براہ رہتے تھے۔ گو بڑے پروفیسر صاحب کئی روز پہلے سے آئے بیٹھے تھے۔ لیکن وہ تھے سراسر رایتم۔ ایس بی۔ پہلے تو لتے تھے پھر بولتے تھے۔ ہم ہوے اتنے۔ آباد کے مشہور باوہ گو اور بیہودہ شنو۔ لغویاتِ علمی اور واہیات ادبی ہماری روحانی غذا ہوئی

بھلا ہم ان کی اچھی باتوں سے کیا حظ اندوز ہوتے ۔

پس شام ہوتے ہی ہم تمام دینی (؟) اور دنیاوی کام چھوڑ کر سردار صاحب کے موٹر میں چودھری صاحب کو ہمراہ لئے سیدھے سٹیشن پر جا پہنچے (جو شہر سے دس میل کے فاصلہ پر ہے) انتظار کا ایک ایک لمحہ (اگر آپ نے کبھی کسی کا انتظار کیا ہوگا تو معلوم ہوگا) سال سال بھر کا ہوتا ہے۔ بہر کیف انتظار کی گھڑیاں کٹ گئیں اور ریل گاڑی اسٹیشن پر پہنچ ہی گئی۔ اب چھوٹے پروفیسر صاحب اور ان کے ساز و سامان کی کیفیت سنئے کہ علاوہ دیگر سامان اور کتابوں کے آٹھ دس بکسوں کے ایک بکس ہارمونیم باجے کا تھا۔ ایک بکس طبلوں کا۔ ایک تھیلا (قد آدم کے برابر) ستار کا اور دوسرا تھیلا (قد آدم سے بھی زیادہ) دلربا کا۔ یہ دبلے پتلے جسم کے گندم رنگ سرو قد چھوٹے پروفیسر صاحب رومی ٹوپی بند گلے کی لمبی اچکن وضع کوٹ اور شلوار کے ساتھ (اور باقی بمع ساز و سامان) ایک عجیب و غریب چیز نظر آتے تھے ۔

مختصر یہ کہ گرمیوں کے ان دو اڑھائی مہینوں میں یا چھوٹے پروفیسر صاحب تھے اور یا ہمارے یارانِ طریقت۔ چودھری صاحب اور مہتہ صاحب اور سردار صاحب۔ دن رات مجلس گرم رہتی تھی۔ چھوٹے پروفیسر صاحب کے علمی اور ادبی لطیفوں۔ اُن کے طبلے کی تھاپوں۔ ہارمونیم۔ ستار اور دلربا کی تانوں اور موسیقی کے دلکش اور باریک ترانوں کی آوازیں آج تک کانوں میں گونج رہی ہیں۔ بخصوص اجب وہ ہمارا یہ شعر

دیرش مراد است و کعبہ مریدش

مومن دلِ من کافر دلِ من

ستار پر مقامات زیریں لگایا کرتے تھے۔ تو ہم پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا۔ ایک تو شعر ہمارا اور پھر گانے والے ہمارے چھوٹے پروفیسر صاحب۔ کبھی کبھی جب شاہ صاحب ہارمونیم پر۔ میاں چھٹن ستار پر۔ چھوٹے پروفیسر صاحب (طبلوں کی) جوڑی پر۔ گورکھا بابو وایولن پر بالاتفاق لگ جاتے تھے تو سڑک پر چلنے والے رہرو بھی چپ منہ لگ جاتے تھے ۔

یہ چھوٹے پروفیسر صاحب بھی دستِ قدرت کے ایک عجیب شاہکار ہیں۔ طبیعت اسقدر تھی کہ دن بھر ایک لحظہ بیکار نہ بیٹھتے تھے۔ انگریزی کتابیں پڑھتے پڑھتے اُکتاتے تو فارسی کتابیں پڑھنی شروع کر دیں۔ پڑھنا چھوڑا تو لکھنا شروع کر دیا لکھنا چھوڑا تو جوڑی لے کر بیٹھ گئے۔ انگلیوں نے جواب دیا تو ستار لے بیٹھے۔ ستار کو ایک کونے میں رکھا تو دلربا کے ساتھ دل بہلانے لگے۔ ادھر سے دل اُٹھا تو ہارمونیم سامنے رکھ لیا۔ شانِ خدا مشاغل یہ۔ نہ کوئی ورزش نہ صبح شام کی سیر۔ پھر کھانے پر بیٹھیں تو دو اڑھائی سیر گوشت (صرف بھونا ہوا) اکیلے کھا جائیں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ یہ شاید فارسی کے ایم۔ او۔ ایل ہونے کی برکت ہے۔ ورنہ صرف انگریزی کے ایم۔ اے تو ہم نے اور بھی کئی دیکھے ہیں ۔

ادبی دنیا کے رہنے والے انسانوں کی شکل و شباہت کے متعلق لوگوں کے قیاس عجیب و غریب نوعیت کے ہوتے ہیں آپ نے اگر کسی مصنف کی کوئی کتاب پڑھ لی یا کسی شاعر کی کچھ نظمیں دیکھ لیں۔ یا کسی مضمون نگار کے چند مضمون کسی رسالے میں ملاحظہ فرما لئے تو بس آپ نے فی الفور اُس مصنف یا شاعر یا مضمون نگار کے قد و قامت خد و خال اوضاع و اطوار اور لباس کے متعلق ایک ذہنی تصویر اپنے دل میں کھینچ لی۔ پھر جس وقت آپ اس کا نام سنینگے۔ یا اس کی کوئی تحریر پڑھیں گے تو فوراً وہ موہوم حلیہ آپ کی آنکھوں کے سامنے آ جائے گا۔ یہ مشق بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچیگی کہ آپ کو یقینی یقین ہو جائے گا کہ وہ مضمون نویس یا شاعر یا مصنف فی الحقیقت اسی شکل کا انسان ہے۔ گویا آپ نے اسے کئی بار دیکھا ہے۔ سوئے اتفاق سے اگر کہیں آپکی اس سے ملاقات ہوگئی تو وہ تمام طلسم ٹوٹ جائے گا۔ اور آپ اسقدر

مایوس ہونگے کہ توبہ ہی بھلی۔ آپ نے سُنا نہیں کہ پچھلے دنوں مولانا نیاز۔ علّامہ اقبال کو دیکھ کر اسیطرح مایوس ہوئے تھے۔ اور یہ مایوسی ایسی پریشان کن تھی کہ مولانا کے حواس بجا نہ رہے۔

اسی طرح ہماری کتابیں خریدنے والے۔ ہماری نظمیں پڑھنے والے اور ہمارے مضمون دیکھنے والے کبھی کبھی ہماری تیرہ بختی سے ہم سے ملنے بھی آجاتے ہیں اور ہمیں دیکھ کر ہمیشہ مایوس ہوتے ہیں۔ اُن میں سے کئی اصحاب جن کی طبیعت کی اُفتاد قدرے بے تکلف ہوتی ہے۔ ہمارے منہ پر ہمیں کہہ دیتے ہیں کہ... صاحب آپ کو دیکھ کر بڑی مایوسی ہوئی۔ اس وقت یہی جی میں آتی ہے کہ اُن کی بے تکلفی کا جواب ایسا بے تکلفی سے دیا جائے کہ دیوان سوزنی کا نشتر بھی جواب کھلا سکے۔ لیکن آپ ہی انصاف کریں کہ انسان کس کس سے لڑے اور کہاں تک لڑتا رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے ابتک حکیم صاحب سے یہ درخواست نہیں کی کہ ہمارا فوٹو رسالے میں چھاپ دیجئے۔ خیال آتا ہے کہ تھوڑی بہت بنی ہے۔ بنی رہے۔

ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ یہ غائبانہ تصویریں دل میں کیوں کھینچ لیتے ہیں۔ اور پھر اس بات پر مصر ہوتے ہیں کہ وہ شاعر یا ناثر جب کبھی اُن کے سامنے آئے اپنی واقعاتی صورت کو گھر چھوڑ آئے اور ان کی خیالاتی تصویر بن کر ان کے سامنے پیش ہو۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ادبی فضا میں نشوونما پانے والے ذی روح یعنے کتابیں یا نظمیں یا مضمون لکھنے والے انسان تمام تر باغِ بہشت سے بھاگے ہوئے حور و غلمان ہوں یا دشتِ نجد سے نکالے ہوئے قیس عریاں۔

مثلاً (آپ انصاف کریں) ہم نے آجتک مولانا... کو نہیں دیکھا (نام لے کر کون لڑائی مول لے) صرف ان کی حسین و جمیل ادبیات کا مطالعہ کیا ہے۔ کیا ہم اُن کے متعلق دل میں یہ خیال کر سکتے ہیں کہ اُن کا پندرہ یا سولہ برس کا سن ہوگا۔ سرو قامت ہونگے (اور قدِ رعنا میں وہ پیچ و خم ہوگی کہ قیامت بھی دیکھ کر شیدا ہو) رفتار سے کبک دری کو شرمندہ کرتے ہوں گے (اور موج خرام کیا کیا گل نہ کترتی ہوگی) آنکھیں مست ہونگی (اور ہزار ہا میکدے آپ کی چشم نیم باز کی گردش کے ہمرکاب ہوتے ہونگے) صراحی دار گردن سفید صاف اور شفاف ہوگی (پانی پیتے ہونگے تو گلے سے اُترتا نظر آتا ہوگا) رخسار بہشتی پھولوں کا گلدستہ ہونگے (اور اگر ذرا پی لیتے ہوں گے تو چہرہ فروغ مے سے سعدی کی گلستاں بن جاتا ہوگا) پلکیں تیر و خنجر سے خونریز تر ہونگی (اور کبھی سرمہ لگا لیتے ہونگے تو دشنۂ مژگاں کی تیزی امتحان کے قابل ہوتی ہوگی) محراب ابرو سجدہ گاہ عشاق ہوگا (اور اسے دیکھ کر عاشقوں کی جبینِ نیاز میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں سجدے تڑپ اُٹھتے ہونگے) سرخ ہونٹوں کی آب و تاب کے تصوّر میں لعل بدخشانی ہزاروں کوس دور کان میں پڑا کانپ جاتا ہوگا۔ اُن کے دُرِ دنداں کا خیال آتا ہوگا تو بحر او قیانوس کی پُرسکون گہرائیوں میں کتنے شاہوار موتی دامن صدف کے اندر ہی اندر مارے شرم کے پانی پانی ہوجاتے ہونگے۔ سبزۂ خط کی دلآویزی کا وہ عالم ہوگا کہ خود رضوان کبھی اس کو اور کبھی چمن فردوس کے حواشی کو دیکھتا ہوگا (گویا اس اصل سے اُس نقل کا مقابلہ کر رہا ہے) اور ہونٹوں کے نزدیک ضرور ایک تل بھی ہوگا جسے بعض لوگ دیکھ کر حیران ہوتے ہوں گے کہ یہ آگ پر بارود کا دانہ کیسے پڑا ہے۔ اور بعض لوگ دیکھ کر خیال کرتے ہونگے کہ حوضِ کوثر کے کنارے پر حضرت بلالؓ کھڑے ہیں۔ اور بعض نکتہ شناس آدمی اسے صفحۂ عارض پر نقطۂ انتخاب سمجھتے ہونگے۔ اور اگر ظہیر فاریابی زندہ ہوتے تو اُسے دیکھ فی البدیہہ یہ کہہ اُٹھتے کہ

یکے خالِ سیہ جا کردہ بر کنج لبِ لعلش
تو گوئی بر لبِ آبِ بقا بنشستہ ہندوئے

اب اگر آتش شوق تیز ہوجائے اور ہم مولانا..... کو دیکھنے..... چلے جائیں اور وہاں پہنچکر جب اُنہیں دیکھیں تو

ہماری تمام اُمیدوں پر پانی پھر جائے اور ایک حد درجہ غیر شاعرانہ صورت نظر آئے۔ تو فرمائیے اس میں قصور ہمارا ہے یا مولانا.... کا ✦

یا مثلاً ہم نے آجتک علّامہ.... کو نہیں دیکھا (نام لے کر بے ادبی کیوں کریں) صرف اُن کی فلسفیانہ اور قومی درد سے بھری ہوئی نظمیں پڑھی ہیں۔ تو کیا ہم اُن کے متعلق یہ خیالی نقشہ دل میں بنا سکتے ہیں کہ سن شریف نوّے سے متجاوز ہوگا۔ قد فلسفے کے بوجھ سے جھک کر کمان بن گیا ہوگا۔ چلتے ہوں گے تو عصا کے سہارے نہایت آہستہ آہستہ۔ قوم کے درد میں رات دن رو رو کر آنکھیں خراب کر لی ہونگی۔ سر اتنا وزنی ہوگا کہ گردن اُس کے بوجھ سے دب گئی ہوگی۔ چہرہ زرد ہوگا۔ گوشت کا نام نہ ہوگا۔ ہڈیاں نکلی ہوئی ہونگی۔ سیلِ اشک کی روانی کے نشان دونوں رخساروں پر عیاں ہونگے۔ پلکیں جھڑ چکی ہونگی۔ ابرو اتنے لٹک گئے ہونگے کہ جب تک اُن کو دونوں ہاتھوں سے اُٹھاتے نہ ہونگے کچھ دیکھ نہ سکتے ہونگے۔ ہونٹ خشک ہونگے منہ میں ایک دانت نہ ہوگا (صرف قوم کا غم کھاتے ہوں گے کھانا کھانے سے بے نیاز ہونگے) داڑھی سفید ہوگی لیکن بال صرف اتنے ہونگے کہ انگلیوں پر گنے جاسکیں۔ کمر سے اوپر کا لباس فلسفیانہ ہوگا۔ اور نیچے کا شاعرانہ۔ جس مکان میں رہتے ہونگے اُس کی چھت فلسفیانہ ہوگی اور نیم شاعرانہ۔ متعلقین نصف شاعر ہوں گے اور نصف فلسفی۔ ماتھے سے فلسفیانہ نور کی کرنیں اُٹھ اُٹھ کر دیکھنے والوں کی آنکھوں کو چندھیا دیتی ہونگی۔ چہرے کی شاعرانہ روشنی رات کو دن بنا دیتی ہوگی۔ بات چیت کرتے ہوں گے تو ایسا معلوم ہوتا ہوگا کہ کوئی مصری قاری کلام مجید پڑھ رہا ہے ✦

پھر اگر ہمیں کبھی.... جانے کا اتفاق ہو جائے۔ اور وہاں علّامہ.... کے ملنے کا موقع بھی مل جائے۔ تو یہ دیکھ کر کہ وہ ہماری اس ذہنی تصویر کے خلاف ایک ہشاش بشاش خوش صورت۔ خوش وضع درمیانی عمر کے ایک آدمی ہیں۔ ہمارا کیا حق ہے کہ ہم اُن سے روٹھ جائیں۔ اور گھر آکر اُن کو کوسنا شروع کردیں۔

بارے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم (یعنے ابدولت صاحب) اور چھوٹے پروفیسر صاحب اور بڑے پروفیسر صاحب ایک دوسرے کو دیکھ کر کبھی مایوس نہیں ہوئے۔ اور ہوں بھی کیوں۔ ہم مصنف ہیں لیکن قد و قامت مصنفانہ نہیں۔ شاعر ہیں لیکن خد و خال شاعرانہ نہیں مضمون نگار ہیں لیکن وضع قطع اور لباس مضمون نگارانہ نہیں چھوٹے پروفیسر صاحب انگریزی کے ایم۔ اے ہیں۔ لیکن شکل انگریزی نہیں۔ فارسی کے ایم۔ او۔ ایل ہیں۔ لیکن صورت فارسی نہیں۔ ایک نہایت عظیم الشان کتب خانہ کے مالک ہیں لیکن چہرہ کتابی نہیں۔ فن موسیقی کے ماہر ہیں لیکن قطع و برید قطعاً تان سینی نہیں۔ بڑے پروفیسر صاحب مشہور مصنف ہیں۔ لیکن شکل و صورت بالکل انسانوں کی سی۔ پرانے ایم۔ ایس سی ہیں۔ لیکن خط و خال بالکل غیر سائینٹفک۔ پرانے اُستاد ہیں لیکن مشاغل بالکل غیر طالب علمانہ ✦

یہی وجہ ہے کہ جب ہم ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں تو ہرگز مایوس نہیں ہوتے۔ بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ کہ اگر ہم ایسے ہیں تو یہ بھی بالکل ویسے ہی ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذلک ✦

ہمیں بے حد افسوس ہے کہ گذشتہ گرمیوں کی یہ پُرلطف صحبتیں چشم زدن میں گزر گئیں۔ کیا خوب کہا ہے مرقع چغتائی والے غالب نے ع

گرمیٔ بزم ہے اک رقصِ شرر ہونے تک

گرمیاں گزر گئیں اور سردیاں شروع ہو گئیں۔ جونکوں والے چلے گئے۔ مداری چلے گئے۔ میجیکل پروفیسر چلے گئے۔ بیمہ کمپنیوں کے ایجنٹ چلے گئے۔ چندہ مانگنے والے چلے گئے۔ نواب چلے گئے۔ خان بہادر چلے گئے۔ ڈپٹی چلے گئے۔ جج چلے گئے

منصف چلے گئے۔ وکیل اور بیرسٹر چلے گئے۔ تاجر چلے گئے۔ سادھو فقیر اور سرکس والے چلے گئے۔ تپ دق والے کوئی یہاں ہی مر گئے اور کوئی واپس چلے گئے۔ انسپکٹر ہیڈ ماسٹر اور پروفیسر چلے گئے۔ رہ گیا صرف خدا کا نام اور خدا کے نام لیوا اسے آباد ی ٭

اب سنئے کہ سردی اپنے ساتھ کیا لائی۔ صرف برف گلیوں میں برف ہے۔ سڑکوں پر برف ہے۔ چھتوں پر برف ہے۔ درختوں پر برف ہے۔ شہر کی پہاڑیوں پر جہاں موسم گرما میں صنف نازک کے بے شمار ریوڑ چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ اب برف ہے اور صرف برف ہے۔ زمین اور آسمان سفید ہیں۔ بادل سفید ہیں اور تمام فضا سفید ہے۔ وہی اسے آباد جو گرمیوں میں فردوس بریں کا ایک ٹکڑا نظر آتا تھا۔ جس کی سرسبز پہاڑیاں رنگارنگ پھولوں کے بے شمار چھوٹے چھوٹے چمن سرو وصنوبر۔ دیودار اور یوکلپٹس۔ سفیدے اور چنار۔ وادئی کشمیر کے دلفریب مناظر کو بھی شرمندہ کرتے تھے۔ آج سنسان پڑا ہے۔ اور زمہریر کا خطہ بن گیا ہے۔ بند کمروں میں انگیٹھیاں جل رہی ہیں اور بچے، جوان اور بوڑھے ان انگیٹھیوں کے گرد اگرد بیٹھے آتش پرستی کر رہے ہیں۔ کاش وہ لوگ جو اسے آباد میں گرمی بسر کرنے آتے ہیں۔ یہاں کی سردی بھی آکر دیکھیں اور قدر عافیت معلوم کریں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ بہار بھی ایسی ہی خزاں کے بعد آتی ہے۔ جہاں ایسی خزاں نہیں وہاں بہار بھی نہیں۔ میدانی ملکوں کے لوگ تو بہار کا مفہوم ہی نہیں جانتے۔ معلوم نہیں وہ غزلوں میں بہاریہ اشعار پڑھ کر کیا سمجھتے ہونگے۔ ہم سکول میں پڑھتے تھے تو نظم کی کتابوں کے ساتھ سکول ماسٹروں کی بنائی ہوئی ان کتابوں کی فرہنگیں بھی خرید لیا کرتے تھے۔ یہ فرہنگیں ہماری معلومات میں جو اضافہ کرتی تھیں اور ان کے ذریعے اشعار کے سمجھنے میں جو مدد ہمیں ملا کرتی تھی۔ اس کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

عقیق۔ ایک قیمتی پتھر کا نام ہے ٭

لعل رمانی۔ ایک قیمتی پتھر کا نام ہے ٭

یاقوت ایک قیمتی پتھر کا نام ہے ٭

صنوبر۔ ایک درخت کا نام ہے ٭

شمشاد ایک درخت کا نام ہے ٭

لالہ۔ ایک پھول کا نام ہے ٭

ریحان۔ ایک پھول کا نام ہے ٭

یاسمن ایک پھول کا نام ہے ٭

عنبر۔ ایک مشہور خوشبو کا نام ہے ٭

مشک۔ ایک مشہور خوشبو کا نام ہے۔ وغیرہ وغیرہ ٭

اب اس فرہنگ کی مدد سے مندرجۂ ذیل اشعار کو سمجھئے اور ان سے بہرہ اندوز ہونے کی کوشش فرمائیے۔ خاک بھی نہ سمجھئے گا ٭

گر عقیق لب او در دہنم آب شود
عاشق تشنہ محال است کہ سیراب شود

زچشم لعل رمانی چو مے بہند مے خندند
ز رویم راز نہانی چو مے بیند مے خوانند

یاد باد آنکہ چو یاقوت قدح خندہ زدے
درمیان من و لعل تو حکایت ہا بود

چنداں بود کرشمہ و ناز سہی قداں
کاید بجلوہ سرو صنوبر خرام ما

نسیم لطف تو در باغ دامنے بفشاند
دمید نکہت عنبر ز طرۂ شمشاد

چو لالہ چشم سیلۂ خار داری و سرخ   پیالہ تا بسحر دوش در کنار زدہ ما

جو میلوں تک محیط تھا۔ جا کر دست و گریبان ہو رہی تھیں۔ یہ بدوی سپاہی عرشہ پر کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ کہ ان کا کمانڈر قاسم پاشا اپنے کمرے سے باہر آیا۔ اسے دیکھ کر سپاہیوں میں کچھ گھبراہٹ کے آثار سے نمایاں ہوئے اور انہوں نے فوراً اپنے تئیں حسب مراتب ایک قطار میں کھڑے ہو کر جنگی طریقہ پر سلامی اُتاری اور قاسم پاشا کی درازیٔ عمر کا نعرہ اس مخلصانہ جوش کے ساتھ لگایا کہ سمندر کی لہروں کا شور کچھ عرصہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ قاسم پاشا نے اپنے جاں نثاروں کی عقیدت کے اس اظہار کا جواب ہاتھ کے اشارے اور سر کو قدرے خم کر کے دیا +

قاسم پاشا کے چہرے پر تھکن اور درماندگی کے آثار نمایاں تھے۔ لیکن اس کے ہونٹوں پر ہلکا سا تبسم بھی کھیل رہا تھا۔ اس کا ایک بازو ایک رومال کے ذریعے جو اس کی گردن میں حمائل تھا اس کے سینے پر آویزاں تھا۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کسی نزدیکی معرکہ میں زخمی ہو گیا ہے۔ قاسم پاشا نے ان سپاہیوں کی قطار کے نزدیک پہنچ کر ایک نوجوان عرب کو جو جہاز کا کوئی عہدہ دار معلوم ہوتا تھا کہا:۔

"عبداللہ۔ زخم توقع سے زیادہ گہرا ہے۔ ذرا دیکھو تو سہی" +

قاسم یہ کہہ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ نوجوان عبداللہ نہایت ادب کے ساتھ آگے بڑھا اور اپنے سپاہیانہ ہاتھوں کے ساتھ جن پر سختی اور مشقت کے نشان ظاہر تھے۔ رومال کھول کر زخم دیکھا۔ اس کے چہرے پر یکایک تفکر چھا گیا اور اس نے کہا:۔

"اس کی فوراً "مرہم پٹی" ہونی چاہئے +

لیکن عبداللہ تم جانتے ہو کل کے معرکے میں ہمارا طبی جہاز پیچھے رہ گیا ہے۔ اس وقت کیا ہو سکتا ہے" +

"نصرانی اسیروں میں شاید کوئی اس قابل ہو کہ اس کام کو انجام دے سکے" +

"ہاں اس کو"

عبداللہ "بچشم بسر و چشم" کہہ کر چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد اسیروں کے محافظ ایک معمر عیسائی اور اس کی نوخیز اور حسین لڑکی کے ساتھ واپس آ گیا۔ معمر عیسائی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اور اس کی لڑکی کے ہاتھ بھی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ عبداللہ انہیں اسیروں میں سے انتخاب کر کے لایا تھا۔ اسے بتایا گیا تھا کہ نوخیز نصرانیہ "نرسنگ" کر سکتی ہے۔ لیکن وہ زنان سے تنہا آنا نہ چاہتی تھی۔ اس وقت عبداللہ اس کی خدمات ہر قیمت میں خریدنے کے لئے تیار تھا۔ وہ جانتا تھا قاسم پاشا کے بازو کا زخم نہایت گہرا ہے۔ اور اگر اس وقت اس کا علاج نہ کیا گیا تو اندیشہ ہے کہیں تمام بازو سے ہاتھ دھونے پڑیں۔ دوسرے قاسم پاشا بھی درد کی شدت سے بیتاب تھا۔ اگرچہ وہ اس کا اظہار نہ کرتا تھا۔ لیکن یہ اس کی آنکھوں اور چہرہ کی درماندگی سے صاف ظاہر تھا۔ اس نے اس لڑکی کو اس امر پر آمادہ کر لیا کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ عرشے تک چلے۔ جہاں کمانڈر جہاز ان کا منتظر کھڑا ہے +

یہ حسین نصرانی لڑکی پابند و سلاسل میں اسیر ایک عجیب وقار و متانت کے ساتھ عرشہ پر نمودار ہوئی۔ اس کی آنکھیں فرش پر گڑی ہوئی تھیں اور وہ اس مشرقی اور مغربی وضع کے لباس میں ملبوس تھی جو ان عیسائی ممالک میں پہنا جاتا ہے جو جنگ سے پیشتر ترکی حکومت کے زیر اثر تھے۔ اس کے چہرے پر اس وقت تفکر کی زردی چھائی ہوئی تھی جس نے اس کے ملائک فریب حسن کو اور بھی دلفریب بنا دیا تھا۔ عبداللہ نے اسے بتایا کہ کل کی لڑائی میں قاسم پاشا کو ایک زخم آ گیا ہے جس کی مرہم پٹی فوراً کیا جانا ضروری ہے۔ چونکہ طبی جہاز پیچھے رہ گیا ہے اس لئے کمانڈر یہ عزت اسے بخشنا چاہتا ہے۔ لڑکی نے آہستہ سے گردن اُٹھا کر اپنے باپ کی طرف دیکھا گویا اجازت طلب کرنا چاہتی ہے +

اس کا جواب اسے ایک خشمگیں نگاہ سے دیا گیا۔ وہ اس کا مفہوم فوراً سمجھ گئی اور سر جھکا اپنی جگہ خاموش کھڑی رہی۔ عبداللہ

نے اپنے سوال کو دہرایا تو اُس نے سر ہلا کر انکار کر دیا۔ کہ وہ ایک بے دین مسلمان کے بازو کو کبھی ہاتھ نہیں لگا سکتی"۔

عبداللہ نے اُسے سمجھایا کہ وہ انکار کر کے اپنے اور اپنے رفیق قیدیوں کے لئے کیا سزا تجویز کر رہی ہے اور اس انکار کے عوض میں انہیں کسقدر عذاب عقوبت جھیلنا پڑے گا۔ لیکن ان تمام دھمکیوں کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا اور وہ انکار پر اڑی رہی۔ آخر قاسم پاشا نے خود اسے مخاطب کیا۔

"اے حسین دیوی تیرا مذہب تجھے خدا کی مخلوق سے اسقدر نفرت سکھاتا ہے کہ تو ایک انسان کو محض اس وجہ سے ناپاک خیال کرتی ہے کہ وہ تیرا ہم مذہب نہیں"۔

بلقیس نے گردن اُٹھا کر کہا۔ خدا کے مقدس بیٹے نے جو ہماری نجات کے لئے دنیا میں آیا تھا۔ ایک سامری عورت کو کہا تھا۔ روٹیاں بچوں کے آگے سے اُٹھا کر کتوں کے آگے نہیں ڈالی جا سکتیں۔ میری جان عیسائی مجاہدین پر قربان لیکن خدا وہ دن نہ لائے کہ انہیں مجروح چھوڑ کر میرے ہاتھ ایک مسلمان کے زخموں کی مرہم پٹی کے لئے تیار ہوں"۔

قاسم پاشا: "لیکن پاک ہے وہ خدا جس کا سورج ہم نیک و بد پر یکساں چمکتا ہے۔ جس کی بارش جہاں ایک طرف سنگستانی چٹانوں اور ریگزاروں پر برستی ہے۔ جہاں روئیدگی تک نظر نہیں آتی۔ وہاں وہ لہلاتے ہوئے گلزاروں اور چمنستانوں کو بھی سیراب کرتی ہے۔ اگر ایک طرف وہ اپنے مقبول بندوں کو تخت و تاج دیتا ہے تو اُن کو بھی اس سے قطعاً محروم نہیں کرتا جو اُس کی ہستی کے منکر ہیں۔ دیکھ باب عالی کے زیر سایہ عیسائی اور یہودی بھی ہیں۔ لیکن ان سے وہی سلوک کیا جاتا ہے جو مسلمانوں سے روا رکھا جاتا ہے۔ لیکن تو اے نوجوان نصرانیہ جسے خدا نے فرشتوں کا سا حسن دیکر اپنے بندوں پر رحمت کے لئے بھیجا تھا اسقدر سنگدل ہے کہ اُس کی مخلوق کو رنج و مصیبت میں مبتلا دیکھتی ہے۔ لیکن تیرا دل ذرا نہیں پسیجتا تو اگر میرے بازو کو ہاتھ لگانا نہیں چاہتی۔ نہ لگا۔ تو اگر مجھے اپنے عقیدے کے مطابق بے دین خیال کرتی ہے تو میں تجھے منع نہیں کرتا۔ تجھے اختیار ہے لیکن خدا کے لئے اپنی سحر کار گفتگو سے مجھے محروم نہ کر۔ اپنی پیاری اور شیریں آواز سے ایکبار مجھے اور عزت بخش کہ اس سے میرے درد میں تخفیف ہوتی ہے میں تجھ سے زخموں کی شست و شو کی درخواست نہیں کرتا۔ بلکہ عشوہ ادا کے تیروں کا ملتجی ہوں۔ میں تیری عنایت کا تمنائی نہیں ہوں بلکہ تیرے "انکار" سے راضی ہوں۔

قاسم پاشا یہ کہہ کر آگے بڑھا اور نہایت نرمی و ملاطفت سے بلقیس کے ہاتھوں کی ہتھکڑیاں اُتاریں اور کہا یہ آہنی زیور ان حسین ہاتھوں میں اچھا نہیں لگتا۔ اجازت دے کہ میں اسے اُتار کر ایک طرف پھینکدوں"۔

اس کا بلقیس پر نہایت غیر متوقع اثر ہوا۔ اُس نے خاموشی کے ساتھ قاسم پاشا کا زخم کھولا اور اسے دھو کر نئی پٹی باندھی۔ قاسم پاشا اس کے نرم نرم ہاتھوں کے چھونے سے ایک ناقابل بیان قوت محسوس کر رہا تھا۔ وہ فراموش کر چکا تھا۔ وہ کہاں ہے سمندر کا شور اُسے سنائی نہ دیتا تھا۔ وہ خیال کی وادی میں کھویا ہوا تھا۔ یہاں اُس کا صرف ایک رفیق تھا اور وہ یہ نوخیز نصرانیہ بلقیس تھی۔ بلقیس کو بھی قاسم پاشا کے جذبات کا مبہم سا احساس تھا۔ وہ بھی اس آگ کی خفیف سی تپش محسوس کر رہی تھی جس کے شعلے قاسم پاشا کے دل میں بھڑک رہے تھے لیکن مذہبی تعصب اور اپنے باپ کی موجودگی کا خیال راستے میں حائل تھا۔ اور نسوانی شرم و حیا اُسے اس کے اظہار کی اجازت نہ دیتی تھی۔

جب بلقیس زخم کی مرہم پٹی سے فارغ ہو چکی تو قاسم پاشا نے دریافت کیا۔ کیا تمہارا کوئی اور رشتہ دار بھی اسیر ہے۔ اُس نے

اس کا جواب اثبات میں دیا اور بتایا کہ اُس کا چچا زاد بھائی زراف ان کے ساتھ قید ہے۔ قاسم پاشا نے اسے بھی جہاز کے تختے پر طلب کر دیا۔ اور باتیں کرتے کرتے اپنے بچپن کے افسانے جوانی کے واقعات اپنے کارہائے نمایاں کی روئداد اور ان خطرات اور مصیبتوں کا حال سُنانے لگا جو اُس نے اپنے ملک اور قوم کے لئے جھیلے تھے۔ اس کی اس داستان میں اسقدر پاکیزگی، اثر اور سوز و گداز تھا کہ بلقیس کا نازک دل بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہا۔ اس کے شجاعانہ کارناموں کو سُن کر اس کا دل دھک دھک کرنے لگتا اور مصیبتوں کی روئداد سُن کر اس کی آنکھ پرنم ہو جاتی۔ لیکن جب قاسم پاشا بتاتا کہ ان سے اُس نے کس طرح رہائی پائی تو اُس کا چہرہ پھر شگفتہ ہو جاتا۔ اور اس پر مسرت کی ایک لہر دوڑ جاتی۔

اس کو اس سے عشق ہو گیا تھا۔

یہ محفل تھوڑی دیر تک ہی قائم رہی۔ قاسم پاشا اپنے بازو میں زیادہ تکلیف محسوس کر رہا تھا۔ وہ اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ زراف کو قیدخانے میں واپس بھیجدیا گیا۔ اور بلقیس اور اس کا باپ جعفر تختۂ جہاز پر تنہا رہ گئے۔ باپ نے اپنی بیٹی کو ملامت کرنا شروع کی۔ وہ ایک مسلمان کے دامِ عشق میں اسیر ہو گئی ہے۔ اُس نے اُسے کہا "بے حیا مکار تو خدا کے اکلوتے بیٹے کے کفارہ سے منکر ہو رہی ہے۔ دیکھ آسمانی باپ کا قہر و غضب تجھ پر نازل ہونے والا ہے جو تجھے جلا کر خاک کر دے گا۔ دیکھ اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ اپنے بُرے خیالات سے اگر وہ تیرے دل میں پیدا ہو گئے ہیں توبہ کر اور خدا کے سچے مذہب عیسوی کے احکام پر کاربند رہ۔ اپنے خیالات سے توبہ کر اور بخشش کے لئے دعا مانگ"۔

بلقیس کے بھولے بھالے معصوم دل پر اس کا اسقدر اثر ہوا کہ وہ زار و قطار رونے لگی۔ یہاں تک کہ روتے روتے اُس کی ہچکی بندھ گئی۔ اس وقت اُس نے تختہ جہاز سے کود کر خودکشی کا ارادہ کیا۔ لیکن اُس کے باپ نے اُسے اس سے باز رکھا اور اُسے بتایا کہ اپنے تمام برے خیالات کا کفارہ مسلمان کمانڈر کا قتل کر کے ادا کر سکتی ہے۔

رات اپنی مسافت کا دو تہائی حصہ کاٹ چکی تھی۔ تختہ جہاز پر ہر طرف تاریکی چھا رہی تھی۔ جنگی قانون کے مطابق جہاز کے تمام چراغ گل کئے جا چکے تھے۔ صرف ایک جھلملاتی ہوئی لالٹین عرشے کے مرکزی مستول پر لٹک رہی تھی۔ اس وقت بلقیس زنداں سے ڈیک پر نمودار ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک خنجر چمک رہا تھا۔ وہ پنجوں کے بل چل رہی تھی۔ اس کے بعد وہ قاسم پاشا کے کیبن کے دروازے پر جہاں عبداللہ اپنی اَونی عبا میں لپٹا ہوا سو رہا تھا۔ پھر تاریکی میں غائب ہو گئی۔

اس رات اسٹیج کو نہایت مدہم روشنی میں جو صرف بلقیس پر پڑتی ہے دکھایا گیا۔ وہ رک رک کر ہر آہٹ پر ٹھٹھکتی ہوئی قاسم پاشا کے پلنگ کے پاس جا پہنچی۔ اور ایک لمحہ تامل کے بعد جب اُس نے اطمینان کر لیا کہ کوئی جاگ نہیں رہا قاسم پاشا پر وار کر دیا۔ لیکن خنجر ریشمی رضائی میں ہی اُلجھ کر رہ گیا۔ قاسم پاشا نے حملہ آور کی کلائی پکڑ لی۔ اور دوسرے ہاتھ سے بجلی کے کھٹکے کو دبا کر کمرے کو روشن کر دیا۔ اُس نے دیکھا بلقیس اُس کے سامنے سراسیمگی کی حالت میں کھڑی ہے۔ اُس کا رنگ زرد ہے اور بال بکھرے ہوئے ہیں۔ پہلے تو قاسم پاشا نہ سمجھ سکا لیکن جب رضائی میں خنجر کو اُلجھے دیکھا تو تمام حقیقت اُس پر آشکارہ ہو گئی۔ اُس نے خنجر دوبارہ بلقیس کے ہاتھ میں دیدیا۔ اور خود اُٹھ کر اپنا چوڑا چکلا سینہ اُس کے سامنے پیش کر دیا کہ وہ خنجر کو اس میں اُتار دے۔

قاسم پاشا نے کہا:۔

تیرا ارشاد بجا حاضر ہے کہ تو اُس کے خون سے اپنے ہاتھ کو

گلنار کرے۔ اس سے زیادہ میری خوش نصیبی کیا ہوسکتی ہے کہ تیرے ہاتھوں میری جان جائے۔ اور میں شہید الفت کہلاؤں اے حسین و نوخیز تو خوشی سے مجھ پر وار کر کہ میں تیرے ہاتھوں مرنے کو بے قرار ہوں +

بلقیس کے بدن پر ایک لرزہ طاری ہوگیا چہرہ سپید ہوگیا۔ زرد ہونٹ خزاں رسیدہ پتوں کی طرح کپکپانے لگے اس کی نگاہیں سامنے ایک تصویر پر جم گئیں۔ اس کے ہاتھ قاسم پاشا کے سر پر جا پڑے اور غیر اختیاری طور پر اُس کے بالوں میں پھرنے لگے۔ اُس کے پاؤں بے حس ہو گئے۔ اب وہ وفور جذبات سے بیہوش ہوکر گر پڑی +

قاسم پاشا نے اُسے اپنے مضبوط اور توانا بازوؤں میں اُٹھایا اور برہنہ سر و برہنہ پا اُسے زنداں کی طرف لے گیا +

اسٹیج پر ڈراپ سین گرا لیکن تمام تماشائی خاموش بیٹھے رہے۔ وہ غالباً افسانہ کے باقی ماندہ جزو کے متعلق سوچ رہے ہونگے۔ کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ ارغنوں کی تانوں کے ساتھ پردا پھر اُٹھا۔ اور تمثیل کا دوسرا سین دکھایا گیا۔ اس جنگی جہاز کے عرشے میں چند سپاہی اِدھر اُدھر پھر رہے تھے۔ بلقیس ایک گوشے میں خاموش متفکر بیٹھی تھی۔ نزدیک بوڑھا باپ کھڑا تھا۔ اُس کی آنکھیں خشمگیں تھیں۔ وہ غصہ سے کانپ رہا تھا اور بلقیس پر ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر رہ جاتا تھا۔ بلقیس نے اُسے صاف بتا دیا تھا کہ اب وہ مسلمانوں سے نفرت نہیں کرسکتی۔ مسلمان مسلمان اسقدر شریف اور معزز۔ اسقدر وفادار اور جری سزاوار حقارت نہیں۔ ان کی وحشت اور خونخواری اور سنگدلی کی جو داستانیں ہمیں سنائی جاتی ہیں۔ وہ سب بہتان تراشے ہوئے ہیں۔ جن کو ترکوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ان کے دل مہر و الفت اور ہمدردی کے جذبات سے معمور ہیں اور انسانیت کی خدمت اپنے مذہب کا ایک اہم جزو خیال کرتے ہیں۔ وہ اس لئے نہیں لڑتے کہ انہیں خواہش عز و جاہ ہوتی ہے۔ وہ تلوار اُٹھانے میں مظلوموں کی حمایت میں جنگ کرتے ہیں۔ بیکس اور لاچار لوگوں کی نجات کے لئے اور آہ اُن سے جن کا خدا اُسکا خدا ہے۔ خدا کا اکلوتا بیٹا ان کا محترم پیغمبر ہے کس طرح متنفر ہوسکتا ہے" +

اسکا بوڑھا باپ نہ جانتا تھا کیا کہے۔ اس کی آنکھوں کی بڑھاپے کا سہارا صرف ایک بلقیس تھی۔ جو اب بے دین ہوچکی تھی۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے اُس کا سرمایۂ حیات لُٹ رہا تھا۔ اور وہ کچھ نہ کرسکتا تھا۔ وہ اسیر تھا اور اُس کا غضب اُس کی جان پر ... تھا۔ اتنے میں قاسم پاشا کا رفیق خاص عبداللہ وہاں سے گزرا بلقیس نے اُس سے کہا کہ وہ قاسم پاشا تک اُس کی اس درخواست کو پہنچادے کہ وہ اپنے چچا زاد بھائی زور ... سے ملنا چاہتی ہے عبداللہ یہ درخواست لے کر قاسم پاشا کے پاس گیا۔ اس وقت سپہ سالار فوج حنیف نمودار ہوا اور اسیروں کے قتل کرنے کی اجازت چاہی۔ قاسم پاشا یہ سُنکر خاموش ہوگیا۔ اور جواب دیا کہ وہ فی الحال اسیروں کے قتل کو ملتوی رکھنا چاہتا ہے۔ حنیف نے اُسے فوجی قانون کا حوالہ دیا۔ اس سے قاسم پاشا نے برافروختہ ہوکر اسے معزول کردیا اور ایک فرانسیسی کو اس کا قائم مقام مقرر کردیا +

حنیف نے جاکر سپاہیوں میں یہ آگ لگادی کہ قاسم پاشا اپنے تئیں ایک عیسائی چھوکری کی محبت میں فروخت کرچکا ہے اس سے سپاہیوں میں بغاوت پھیل گئی۔ تختۂ جہاز پر ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ قاسم پاشا باغی سپاہیوں میں گھر گیا۔ لیکن آخر کار اپنے چند جاں نثاروں کی مدد سے اس آگ کو فرو کرنے میں کامیاب ہوگیا +

اب پھر جہاز کا پرسکون منظر دکھایا۔ بلقیس اسیطرح

جہاز پر بیٹھی تھی ۔ اور زراف اس سے اظہار عشق کر رہا تھا۔ وہ دو زانو ہو رہا تھا۔ اور بلقیس کے ہاتھ اُس کے ہاتھوں میں تھے بلقیس بھی مضطرب تھی لیکن وہ اُسے کہہ رہی تھی پیارے بھائی میں تمہارے لئے صرف اسقدر کر سکتی ہوں کہ جب ہم خشکی پر پہنچیں تو تم خنجر کو میرے سینے میں بھونک دو۔ زراف نے اس سے پھر وہی التجا کی آنسو بہا کے بلقیس کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چومے بلقیس کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہو گئے۔ لیکن اُس کے لب شرمندۂ سکوت ہی رہے۔ دونوں اپنے اپنے جذبات میں محو تھے کہ قاسم پاشا اپنے کمیں سے باہر نکلا۔ اور زراف کو اظہار محبت کرتے دیکھ کر بدگمانی سے ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا لیکن پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ اس نے بلقیس کے پیارے چہرے پر آنسو بہتے دیکھے۔ یقین ہو گیا کہ دونوں ایک دوسرے پر جان دیتے ہیں۔ اس کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا۔ اور اس نے فوراً زراف کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ بلقیس نے بڑھ کر بچشم تر قاسم پاشا کو اپنی بے گناہی کا یقین دلایا۔ اور بتایا کہ وہ زراف کی محبت کی گنہگار نہیں۔ زراف اُس کا بھائی ہے۔ اور اُسے اُس کے ساتھ صرف برادرانہ محبت ہے۔ اُس نے خدا کے بیٹے اور مقدس کنواری کی قسم کھائی۔ لیکن زراف نے جو پاس کھڑا یہ تمام باتیں خاموشی سے سن رہا تھا۔ فرش پر سے ایک اندلسی تلوار اُٹھائی اور قاسم پاشا پر اچانک وار کر دیا۔ قاسم پاشا گو غافل تھا۔ لیکن ہزاروں معرکے دیکھ چکا تھا۔ فوجوں کی قیادت کر چکا تھا۔ اور دست بدست لڑائی لڑ چکا تھا۔ اُس نے تلوار کی چمک دیکھ کر میان سے فوراً اپنی طویل تلوار نکال لی اور پیشتر اس کے کہ زراف کا حربہ اُس کے سر پر پڑتا۔ وہ تلوار سپر کر چکا تھا۔ اب اُس کی باری تھی۔ تلوار بلند ہو گئی لیکن بلقیس درمیان میں آ گئی +

یہاں پھر ڈراپ سین گرتا ہے۔ اور ناظرین نہایت شوق کے ساتھ منتظر رہتے ہیں۔ پردہ اُٹھنے پر عالم بالکل دگرگوں نظر آیا۔ انقلاب زمانہ کے ہاتھ اس جنگی جہاز پر اب یونانیوں کا تصرف ہو چکا تھا۔ قاسم پاشا اسیر تھا۔ اُس کے غدار سپاہی بھاگ چکے تھے۔ فرانسیسی منرو نے جسے قاسم پاشا نے سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ جہاز یونانیوں کے حوالے کر دیا تھا۔ اور بلقیس کا باپ اب جہاز کا کمانڈر تھا +

زراف آزاد تھا۔ اُس نے پھر بلقیس سے اپنے عشق کا اظہار کیا لیکن اس بار بلقیس نے اسے بتایا کہ اُسے قاسم پاشا سے عشق ہے۔ اس کا دل قاسم پاشا کی محبت کا اسیر ہو چکا ہے۔ اور دنیا کی کوئی طاقت اُسے اُس کی محبت سے باز نہیں رکھ سکتی۔ وہ قاسم پاشا پر اپنی جان تک نثار کر دیگی۔ لیکن بے وفا نہ کہلائیگی۔ اس معصوم لڑکی کے ان الفاظ کا زراف پر اسقدر اثر ہوا۔ کہ اُس نے اُس کی مدد کا ارادہ کر لیا اور اُسے یقین دلایا کہ قاسم پاشا کی جان بچانے اور اُس کی رہائی کی ہر ممکن کوشش کرے گا" +

بلقیس کے باپ کو جب ان حالات کا علم ہوا اُس نے قاسم پاشا کو ان دونوں کی موجودگی میں طلب کیا اور اُس کے قتل کئے جانے کا حکم دیا۔ اس وقت زراف اور بلقیس کی بیقراری اور گریہ و زاری دلوں کو ہلائے دیتی تھی بلقیس کا باپ قتل پر تلا ہوا تھا۔ زراف دو زانو ہو کر اس سے معافی کی التجا کر رہا تھا۔ بلقیس وفور غم سے بیہوش ہو چکی تھی۔ لیکن اس کے باپ پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ تھیئٹر کے تمام تماشائی باپ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے کہ وہ ایک بہادر کو صرف اس وجہ سے قتل کرنا چاہتا ہے کہ وہ اس کا ہم مذہب نہیں +

بوڑھا قزاف زراف اور بلقیس کی التجاؤں سے اور غضبناک ہو گیا تھا۔ وہ قاسم پاشا کا اور بھی دشمن ہو گیا۔ اُسے اُس کی لڑکی سے عشق تھا۔ وہ بھی اس پر جان دے رہی تھی۔ اُس کے ساتھ اپنے تئیں ہلاک کرنا چاہتی تھی۔ اُس کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ وہ بے دین اور ناپاک تھا۔ وہ صلیب کا دشمن تھا اور اس پر رحم کرنا اپنے

اور خدا کا غضب نازل کرتا تھا۔

بوڑھے نے اپنا پستول نکالا۔ نزلاف اُس کو لپٹنے والا تھا کہ اُس نے فائر کر دیا۔ نشانہ قاسم پاشا پر پورا نہ بیٹھا۔ اور وہ شیر بھی غضبناک ہو کر کھڑا ہو گیا۔ ہاتھوں کی زنجیریں ایک ہی جھٹکے سے پارہ پارہ ہو گئیں۔ جہاز میں ایک کھلبلی مچ گئی سپاہی ہجوم کر کے تختے پر آ گئے۔ اور نزلاف نے فوراً قاسم پاشا اور بلقیس کو ایک چھوٹی سی کشتی میں جو اسی مقصد کے لئے پہلے ہی سے تیار تھی، سوار کر دیا۔ اور کشتی پانی کو چیرتی ہوئی سمندر کی وادیوں میں چلی گئی۔

غزل

خدنگ ناز آئیگا تو ارماں دل سے نکلیگا
کوئی پہنچیگا منزل پر کوئی منزل سے نکلیگا

دمِ کشتن لہو جو گردنِ بسمل سے نکلے گا
وہ بن کر اشکِ خونیں دیدۂ قاتل سے نکلیگا

تھکا ماندہ مسافر لیکے دم منزل سے نکلیگا
ترا تیرِ نظر جاں لیکے میرے دل سے نکلیگا

مری آہوں کے بادل عرش پر اسکو لئے ہونگے
جنازہ حسرتِ دیدار کا یوں دل سے نکلیگا

گر یگی دل پہ کوئی برق اُنکی چشمِ فتّاں سے
پئے عاشق کوئی فتنہ چہِ بابل سے نکلیگا

جو رُک رُک کر چھری پھیریگا قاتل میری گردن پر
مرے لے لیکے ارمانِ شہادت دل سے نکلیگا

بہارِ زندگی ہے پیچ و تابِ کاکلِ جاناں
تمہارے گیسوؤں میں پھنسکے دل مشکل سے نکلیگا

اگر ہو خوف رُسوائی کا راہِ عشق میں اے دل
تو یہ مقصد کہ مشکل سہل ہو مشکل سے نکلیگا

جنونِ عشق میں بیکار ہے اندوہِ ناکامی
کہ حاصل کچھ نہ کچھ اس سعیِ لاحاصل سے نکلیگا

خیالِ ساقی و گلشن تصوّر ابر و صہبا کا
کسی کے دل سے نکلا ہی جو میرے دل سے نکلیگا

تمہارا ناوکِ بیداد گر مضراب ہو جائے
عجب جانسوز نغمہ میرے سازِ دل سے نکلیگا

اگر ہمت مصیبت میں نہ اے اصغر کوئی ہارے
میں آساں ہوں میں آساں ہوں لبِ مشکل سے نکلیگا

سیّد نصیر الدین حیدر اصغر عابدی

موت کا سفر

قیصر ولیم کی آخری خواہش

از جناب انیس الدین احمد رضوی، ایم ۔ اے (علیگ)

(۱)

سردیوں کی رات تھی اور میں بجھتے ہوئے کوئلوں کے سامنے اپنے کمرہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اچانک میرے دماغ میں ایک نیا خیال پیدا ہوا۔ میں نے تاریخ کے بڑے بڑے خطرناک واقعات پر غور کرنا شروع کیا۔ اور مجھے نظر آنے لگا کہ ہر ایک ہیرو کے سامنے انجام کار دو راستے پیدا ہو جاتے تھے۔ جہاں پہنچکر ایک یا دوسرے راستہ کو اختیار کرنا اُس کی مرضی پر منحصر ہوتا تھا۔ اُس نے ایک راستہ اختیار کیا۔ اور تاریخ کے صفحات اس انتخاب کے نتائج سے سیاہ ہیں۔ لیکن فرض کیجئے کہ وہ دوسرا راستہ اختیار کرتا۔ کیا انسانی تخیل کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ ان واقعات کی رفتار کا اندازہ لگا سکے۔ جو اس انتخاب کی وجہ سے رونما ہوتے! میرے دماغ میں دلچسپ واقعات کا ایک سلسلہ چکر لگانے لگا۔ اور ہر واقعہ اپنے ساتھ اپنے اہم مسائل کو جلو میں لئے ہوئے تھا۔ اگر سیزر جمہوریۂ روما کے سپہ سالار کی حیثیت سے وفادار رہتا۔ اور ریوبکن کی حدود کو تجاوز کرنے سے انکار کر دیتا تو کیا سلطنت روما کی تمام تاریخ مختلف نہ ہو جاتی؟ اگر واشنگٹن اپنے ہم وطنوں کو اس وقت تک صبر کے ساتھ انتظار کرنے پر رضامند نہ کر لیتا کہ برطانی پارلیمنٹ میں لبرل ممبروں کی اکثریت انکے نقصانات کی تلافی کر دیتی —— تو کیا برطانیہ اور اُس کے تمام ممالک محروسہ آج امریکہ کی عظیم الشان مرکزی طاقت کے اجزائے ترکیبی نہ ہوتے؟ اگر نپولین روسی مہم کا بیڑہ اُٹھانے سے قبل صلح کر لیتا، تو .... وغیرہ وغیرہ +

میں انہیں خیالات میں محو تھا کہ میرے دماغ نے زمانۂ حال کی ایک مثال پیش کی۔ اور اُسی طرح نیم بیداری اور نیم خواب کی حالت میں، جبکہ میری نگاہیں سرخ کوئلوں پر جمی ہوئی تھیں میرے تخیل کے سامنے تصویروں کا ایک سلسلہ گذرنے لگا۔ جسے عالم رویا سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اس میں صحیح واقعات و حقائق کا اضافہ کر دیا جائے۔ تو اس کی کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے :-

(۲)

نومبر ۱۹۱۸ء کا مہینہ تھا۔ فضا پر ایک کثیف کہر طبیعہ کئے ہوئے تھی۔ بلجیم کے چھوٹے سے قصبہ سپا میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی اہم ترین واقعہ رونما ہوا ہے —— ایسا واقعہ جس نے قصبہ کی تمام آبادی میں ہیجان و اضطراب کی لہر دوڑا دی ہے۔ تمام کاروبار بند پڑا تھا۔ اور قصبہ کے لوگ ایک انتشار کی حالت میں سڑکوں پر گروہ در گروہ کھڑے ہوئے واقعات حاضرہ پر رائے زنی کر رہے تھے۔ ان کے درمیان باغی جرمن سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد سبزی مائل بھوری وردیاں پہنے ہوئے ادھر اُدھر

گھوم رہی تھی۔ جن میں سے بعض سپاہی طویل جنگی خدمات کی وجہ سے خستہ اور ماندہ نظر آتے تھے۔ ہر شخص انتہائی اضطراب کی حالت میں تھا۔ اور قصبہ کی تمام سڑکیں چھوٹے چھوٹے مجمعوں سے پٹی پڑی تھیں۔ جن کے شور و غل سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ اخبار بیچنے والے لڑکے وحشیانہ طور پر ادھر سے اُدھر جھپٹتے پھر رہے تھے اور تمام قصبہ چیونٹیوں کے ایک ایسے چھتے کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ جسے اچانک کسی لکڑی سے چھیڑ دیا گیا ہو ۔

یکایک تمام مجمع ادھر اُدھر ہٹ گیا۔ ایک بہت بڑی موٹر کار جس میں چار فوجی افسر اور دو سویلین بیٹھے ہوئے تھے۔ درمیان سے گذری۔ یہ افسر اہم ترین شخصیتوں کے حامل معلوم ہوتے تھے کیونکہ یہ سب لوگ بڑی توجہ اور انہماک کے ساتھ ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ شیر کا سا چہرہ رکھنے والا افسر۔ جو باغی سپاہیوں کے مجمعوں پر غصہ اور حقارت کی نظریں ڈال رہا تھا۔ قصبہ کی آبادی کا بچہ بچہ اسے پہچانتا تھا۔ کیونکہ سپاہی اتنی مدت سے جرمنی کی فوجی قوت کا مرکز بنا ہوا تھا۔ یہ مارشل فان برگ تھا۔ اس کے قریب اپنے خیالات میں محو۔ ایک بڑا بحری افسر بیٹھا تھا جس کے صاف منڈے ہوئے چہرہ پر غور و فکر نے بیسیوں جھریاں ڈال دی تھیں یہ مشہور امیر البحر فان آسپیر تھا۔ دو اور بڑے جنرل اور دو مدبر سویلین جو حال ہی میں برلن سے آئے تھے۔ اس گروہ کے بقیہ ارکان تھے۔ موٹر کار بڑی شاہراہ سے گڑگڑاتی ہوئی گذری۔ اور ایکدم داہنی طرف مڑ گئی۔ پھر ایک خوبصورت پھاٹک میں سے ہوتی ہوئی ولا فرانسیوز کے دروازے کے سامنے جا ٹھہری۔ دروازے کے دونوں سنتریوں نے فوجی طریقہ پر سلام کیا۔ دربان نے دروازہ کھولا۔ اور مشاہیر کا وفد مکان کے اندر غائب ہو گیا۔ درآنحالیکہ عام لوگ حیرت و تعجب کے ساتھ نگاہیں پھاڑ پھاڑ کر مکان کے در و دیوار کو تک رہے تھے۔ کیونکہ قصبہ میں یہ افواہ پھیلی ہوئی تھی کہ آج جنگ عظیم کے متعلق کوئی فیصلہ کن بات طے ہو گی۔ اور لوگوں کا خیال تھا کہ قسمت کے فیصلہ کا وقت آپہنچا ہے ۔

وفد کو ایک بڑے کمرہ میں پہنچایا گیا۔ جو طلائی اور نقرئی سامان سے آراستہ تھا۔ یہاں سے گزر کر وہ ایک وسیع کمرہ میں داخل ہوئے اور ایک میز کے چاروں طرف بیٹھ گئے ۔

"عالی جاہ قیصر جرمنی آپ حضرات کے منتظر تھے" دربان نے کہا۔ "وہ ابھی تشریف لاتے ہونگے" ۔

یہ کہہ کر وہ خاموشی کے ساتھ رخصت ہو گیا۔ اور دروازہ بند کرتا گیا ۔

معلوم ہوتا تھا کہ یہ جماعت کسی قلبی انتشار کی وجہ سے پریشان ہے۔ اور ہر شخص مستفسرانہ نگاہوں سے دوسرے کو تک رہا تھا۔ یہاں تک کہ امیر البحر فان آسپیر نے اس خاموشی کو توڑا ۔

"شاید سب سے بہتر یہ ہوگا" اس نے مارشل فان برگ سے کہا۔ "کہ آپ اس گفتگو کا افتتاح کریں۔ عالی جاہ کو معلوم ہے کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں، وہ ایک وفادار اور صادق دل کی آواز ہوتی ہے" ۔

"کیا آپ کا یہ مطلب ہے، امیر البحر کہ ہماری معروضات وفادارانہ نہیں ہوتیں؟" برلن کے ایک مدبر نے پوچھا ۔

امیر البحر نے اپنے شانوں کو حرکت دی ۔

"آپ بغاوت کے مرکز سے تشریف لا رہے ہیں۔ اور فی الحال ہمیں برلن پر کوئی اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ ہمیں صرف اسی قدر معلوم ہے کہ انہی طاقتوں نے جو ہماری پشت پر کام کر رہی تھیں۔ ہمارے معاملات کو تباہی اور بربادی کی طرف دھکیل دیا ہے" ۔

"اگر آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ——————" مدبر نے غصہ میں چلا کر کہا۔ لیکن فان برگ نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا ۔

"ہم اس پر کافی بحث و مباحثہ کر چکے ہیں" اس نے ترش رو ہو کر کہا۔ "لیکن میں ایک سپاہی ہوں۔ فضول باتوں کو پسند نہیں کرتا۔ لو اگر آپ کی مرضی ہو تو پھر، فان اسٹین، آپ ہی گفتگو کا آغاز کیجئے۔ ہم

ہم سب آپ کے قول کی تائید کریں گے" +

"یہ کوئی خوشگوار کام نہیں ہے" مدبر نے جو ایک طویل القامت قوی الجثہ اور خوبصورت آدمی تھا۔ اور جس کی لمبی بھوری داڑھی سینہ پر لہرا رہی تھی۔ جواب دیا "تاہم اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو ــــــ"

دروازہ کھلا اور ایک شخص اندر داخل ہوا۔ تمام لوگ فوراً سرو قد کھڑے ہو گئے۔ اور اُن کے جوتوں کی ایڑیاں ایک دوسری سے ٹکرا گئیں۔ قیصر نے سر جھکا کر سلام کا جواب دیا اور سب کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس کی تیز بھوری آنکھیں ایک کے چہرے سے دوسرے پر پڑ رہی تھیں۔ گویا کہ وہ ان کے پیغام کو پیشتر ہی سے پڑھ لینا چاہتی تھیں۔ اس کے بعد وہ حسرت زدہ چہرے کے ساتھ میز کے پرلے کنارے پر تنہا جا بیٹھا اور کہنے لگا:۔

"حضرات، میں نے سنا ہے کہ آپ لوگ اپنے شہنشاہ کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ کیا میں آپ کے غور و فکر کے نتائج دریافت کر سکتا ہوں؟"

"عالی جاہا" فان اسٹین نے جواب میں کہا "ہم نے پوری توجہ کے ساتھ موجودہ حالت پر غور کیا ہے۔ اور ہم سب ایک بات پر متفق ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر اعلیٰ حضرت یہاں رہے۔ تو حضور والا کی سلامتی سخت خطرے میں پڑ جائے گی۔ بہر حال جو کچھ وقوع پذیر ہوگا۔ ہم اس کے جواب دہ نہیں ہو سکتے" +

قیصر نے اپنے شانوں کو حرکت دی +

"اگر جرمنی گرنے والا ہے، تو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ افراد پر کیا گزرے گی" +

"جرمنی لڑکھڑا سکتا ہے۔ عالی جاہا۔ لیکن گر نہیں سکتا چھ کروڑ انسانوں کو دنیا کے نقشہ سے محو نہیں کیا جا سکتا۔ عنقریب ہی ملک کے لئے دوبارہ تعمیر کا وقت آ جائے گا۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ ایسے وقت پر اعلیٰ حضرت کی موجودگی کسقدر ضروری ہوگی"

"آپ کی کیا رائے ہے۔ فیلڈ مارشل؟" قیصر نے فان برگ سے سوال کیا +

فان برگ نے اپنے بھاری شانوں کو حرکت دی۔ اور بے چینی کے ساتھ اپنا سر ہلایا +

"عالیجاہ، آج میں نے ساتوں فوجوں سے رپورٹیں طلب کی تھیں۔ سپاہیوں کی زیادہ تعداد ابھی تک دشمن سے لڑنے کے لئے تیار ہے۔ تاہم وہ اپنے ساتھیوں سے لڑنے سے انکار کرتے ہیں۔ اکثر پلٹنیں ہاتھ سے جا چکی ہیں" +

"اور بیڑہ، امیر البحر؟"

"اس سے کوئی اُمید نہیں، عالی جاہا۔ کیل اور ولیمس ہیون میں ہر جہاز پر سرخ جھنڈا لہرا رہا ہے۔ اور افسروں کو خشکی پر نکال دیا گیا ہے۔ حالانکہ بغاوت کے آثار بہت کم ہیں۔ تاہم اشتراکی خیالات کے لوگ جہازوں کی کمان کر رہے ہیں" +

"اور عالمین حکومت کا کیا حال ہے ہنتان اسٹین؟"

"وہ اب کسی صورت سے جنگ جاری رکھنے کی تائید نہیں کریں گے۔ عالی جاہا۔ وہ اس سے عاجز آ چکے ہیں۔ اور صرف صلح کا مطالبہ کر رہے ہیں" +

"کیا وہ ہمارے ہتھیار ڈال دینے کے نتائج و عواقب کو محسوس کرتے ہیں؟"

"ارزبرجر اور اس کی جماعت کے لوگ فرانسیسی ہیڈ کوارٹر میں گئے ہوئے ہیں۔ تاکہ حسبقدر سہل شرائط ممکن ہو سکیں منظور کرالیں۔ میرے خیال میں اعلیٰ حضرت یہ شرائط شاید اتنی بُری نہ ہوں جتنی حضور والا خیال فرماتے ہیں" +

"خود کو فریب دینے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں صرف اپنے دل سے ہی پوچھنا چاہئے کہ خود ہماری شرائط کیا ہوتیں۔ اگر ہم فاتح ہوتے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ شرائط ہمارے بیڑے کے، ہماری

نوآبادیات کے۔ اور ہر اُس چیز کے نقصان کے مترادف ہیں جس کی تعمیر میری نگرانی میں گذشتہ پچیس سال کے عرصہ میں ہوئی ہے لیکن آخر کیوں۔ کس وجہ سے یہ خوفناک بلا ہم پر نازل ہوئی؟"

"کیونکہ قوم کی وہ طاقت جو ہماری پُشت پر کام کر رہی تھی۔ ہمارا ساتھ نہ نباہ سکی" +

"لیکن کیوں نہ نباہ سکی؟" قیصر کی آنکھوں میں غصہ کی چمک نمودار ہوئی۔ اور جواب کے لئے وہ ایک ایک کی صورت دیکھنے لگا +

"آزمائش بہت سخت تھی، عالی جاہ! انسانی قوتِ برداشت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ وہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتے تھے" +

"غلط!" شہنشاہ نے غصہ میں چلا کر کہا۔ اور میز پر ہاتھ مارا۔ "اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے ان پر اعتماد نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں غلط اطلاعات بہم پہنچائی گئیں۔ جس طرح خود مجھے غلط اطلاعات بہم پہنچائی گئی تھیں۔ یہانتک کہ تم پر سے۔ اور مجھ پر سے اور ہر شخص پر سے ان کا اعتماد جاتا رہا" +

"غلط اطلاعات، عالی جاہ؟"

"ہاں، ہر موقع پر غلط اطلاعات دی گئیں۔ میں اس سے زیادہ سخت الفاظ استعمال کر سکتا ہوں۔ میں آپ لوگوں کو انفرادی حیثیت سے الزام نہیں دے رہا ہوں حضرات۔ میں ان مختلف محکمہ جات کا ذکر کر رہا ہوں۔ جن کی آپ قایم مقامی کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ خود آپ حضرات بھی اس معاملہ میں بے قصور نہیں ہیں۔ اور آپ میں سے ہر ایک نے مجھے ایسی اطلاعات دی تھیں۔ جو غلط تھیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری تمام تجاویز قطعی غیر مستحکم بنیادوں پر قایم کی گئی تھیں۔ اگر مجھے ان واقعات کا پہلے ہی سے علم ہوتا۔ جن کو میں اب دیکھ رہا ہوں تو ہم ہر وقت عزت کے ساتھ صلح کر سکتے تھے" +

مجلسِ شوریٰ کے اراکین بے چینی کے ساتھ پہلو بدلنے لگے اس وقت برلن کے ڈوکٹر ریڈ نے جو ایک پستہ قد، گندم گوں اور چست و چالاک شخص تھا۔ جواب میں ابتدا کی +

"اعلیٰ حضرت شاید وہ الزام ہمارے سروں پر رکھ رہے ہیں۔ جو انصافاً ہم سے زیادہ معزز سروں پر ہونا چاہئے تھا" +

"خاموش رہئے!" فان برگ نے سختی کے ساتھ کہا۔ "ہمیں یہاں پر آپ کی برلن والی گستاخیوں کی ضرورت نہیں" +

"ہمیں حقیقت کی ضرورت ہے!" ڈوکٹر نے جواب میں چلا کر کہا "جو گذشتہ عرصہ میں شہنشاہِ معظم تک بہت کم پہنچی ہے۔ کیا خود اعلیٰ حضرت نے یہی ارشاد نہیں فرمایا؟"

"لیں، برو تر!" امیر البحر نے غصہ ہو کر کہا "یہاں ہم شہنشاہ معظم کے ارشادات سُننے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ نہ کہ مخالفین کی تقریریں۔ لیکن عالی جاہ! حضور والا کا الزام بہت سخت ہے۔ اعلیٰحضرت کے مشیر کس طرح اور کس وقت ساتھ نباہنے میں ناکامیاب رہے؟"

"ہر موقع پر!" شہنشاہ نے بگڑ کر کہا۔ "مجھ سے یا قوم سے شاید ہی کوئی ایسا زبردست وعدہ کیا گیا ہوگا۔ جو جھوٹا ثابت نہیں ہوا۔ خود اپنے محکمہ پر غور کیجئے، امیر البحر فان ٹرپیز۔ کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ آپ کے اربابِ حل و عقد نے ہمیں یقین دلایا تھا کہ اگر ہم فروری ۱۹۱۷ء کے بعد جدید (   ) بحری طریقہ جنگ پر عمل پیرا ہونگے۔ تو انگلستان کو بھوکا مار دیں گے۔ اور اس طرح فتح حاصل کر لینگے کیا یہی بات بار بار نہیں دُہرائی گئی؟ اب نومبر ۱۹۱۸ء ہے۔ بتلایئے کہ انگلستان کو کہاں بھوکا مارا گیا؟"

"واقعات ہمارے لئے بہت زبردست ثابت ہوئے عالی جاہ!" +

"ایک عقلمند مشیر واقعات کی پیش بینی کر لیتا ہے۔ اور آپ فان برگ، کیا آپ نے اور جنرل لیوڈنڈارف نے مجھے یہ یقین نہیں دلایا تھا کہ جس وقت روسیوں کو شکست ہو جائیگی اور ہماری مشرقی افواج مغربی محاذ پر آ جائینگی، تو ہم فرانسیسیوں کو پیرس کے بارہ

انگریزوں کو سمندر میں دھکیل دیں گے؟"

"ہم ایسا کرنے میں تقریباً کامیاب ہو گئے تھے، عالی جاہ!"

"آپ کے یقینی مشوروں میں کوئی صحت نہ تھی۔ آپ سب ملکر کہہ رہے تھے کہ ایسا ہوگا اور ویسا ہوگا۔ اور کیا ہر ایک فوجی افسر نے ۱۹۱۴ء میں مجھے یہ یقین دلایا تھا کہ خشکی پر انگریزوں کو بالکل نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟ تاہم یہ اخبارات!" اُس نے اپنا ہاتھ میز پر رکھے ہوئے صندوقچہ پر مارا۔ "مجھے بتا رہے ہیں کہ گزشتہ چار مہینہ کے عرصہ میں اُنہوں نے ہمارے اس سے زیادہ قیدی اور زیادہ توپیں گرفتار کی ہیں۔ جتنی کہ کُل اتحادیوں نے ملکر کی ہونگی۔ کیا آپ اس قسم کے غلط اندازوں سے چشم پوشی کر سکتے ہیں؟"

بہادر سپہ سالار نے اپنی نگاہیں نیچی کر لیں۔

"میں نے انگریزوں کو کبھی حقیر نہیں سمجھا، عالی جاہ!"

"لیکن میرے مشیروں نے سمجھا۔ اور امریکہ والے! کیا میرے مدبّروں نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ جنگ میں شامل نہیں ہونگے؟ کیا میرے جہاز رانوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ کوئی فوج یورپ تک نہ لا سکیں گے؟ کیا میرے سپاہیوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہاں لانے کے لئے ان کے پاس کوئی فوج نہیں ہے؟ اور اب" اس نے صندوقچہ ہاتھ میں پکڑ کر اُٹھا لیا اور اُسے ہلا کر کہنے لگا "ان کے دس لاکھ سے زاید آدمی محاذ پر موجود ہیں۔ اور یہ امریکہ کی ہی بحری توپیں ہیں۔ جو ماں میدی اور کانفلاٹر کے درمیان سڑکوں پر گولہ باری کر رہی ہیں۔ اور میری مشرقی افواج کی پسپائی کے لئے یہی ایک تنہا راستہ تھا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ وہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ سب کچھ ہوا۔ کیا یہ تعجب کی بات ہے کہ جب تمام مواعید جھوٹے ثابت ہوں تو قوم کے افراد دل چھوڑ دیں؟"

اس وقت ایک پتلا، دُبلا، درشت رو جنرل جو چشمہ لگائے ہوئے تھا۔ اور اب تک خاموش رہا تھا۔ مکالمہ میں شامل ہو گیا۔ اس کی سرد اور سخت آواز سے تیقّن کی بو آتی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ منضبط نظام اوقات اور مقررہ اصول کا پابند ہے۔

"عالی جاہ! یہ الزامات اور اُن کے جوابات کا وقت نہیں جو سوال ہمارے پیش نظر ہے۔ وہ فوری اور ضروری ہے۔ اشتراکی عقاید کے لوگ سپا سے صرف پندرہ میل کے فاصلہ پر موجود ہیں۔ اور اگر خدانخواستہ حضور والا ان کے ہاتھوں میں پڑ گئے۔ تو کوئی شخص نتائج کے متعلق پیشین گوئی نہیں کر سکتا۔ حضور والا کی زندگی خطرہ میں ہے۔ اور اعلیٰ حضرت کی ذات کے متعلق تمام داری ہمارے سر ہے۔"

"پھر کیا رائے ہے آپ کی، جنرل فان گرونر؟"

"ہم سب اس امر میں متفق ہیں عالی جاہ، کہ حضور والا کو فوراً سلطنت ہالینڈ کی حدود میں داخل ہو جانا چاہئے۔ یہ تجویز جنرل فان ہنڈنبرگ نے پیش کی ہے۔ ہالینڈ کی سرحد یہاں سے صرف چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور خود حضور والا کی اسپیشل ٹرین اسٹیشن پر موجود ہے۔"

"اور سرحد کو عبور کرنے کے بعد مجھے کہاں جانا چاہئے؟"

"اتنا تو ہم کر چکے ہیں، عالی جاہ۔ کہ ہم نے حکومت ہالینڈ کو تار دیدیا ہے۔ ہمیں ابھی تک اس کا جواب نہیں موصول ہوا۔ لیکن ہم انتظار نہیں کر سکتے۔ خود آپ کی گاڑی میں ہر قسم کے آرام و آسایش کا سامان مہیا ہے۔ اور اعلیٰ حضرت کے ذاتی خدمت گاروں کو بھی لیجا سکتی ہے۔ باقی تمام امور بعد میں طے ہو سکتے ہیں۔ جس وقت ہم یہ سُن لیں گے کہ حضور والا ایڈن پہنچ گئے۔ اس وقت ہمارے دل و دماغ کو سکون اور اطمینان حاصل ہو سکیگا۔"

شہنشاہ تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا سوچتا رہا۔ اور بالآخر کہنے لگا۔

"کیا اس کے یہ معنی نہ ہوں گے کہ میں اپنی قوم کو اور اپنی فوج کو ضرورت کے وقت چھوڑ کر بھاگ رہا ہوں؟ اس موقع پر میری ذاتی عزّت کا بھی خیال رکھنا پڑیگا۔"

"اعلیٰ حضرت،" فان گرونر نے جواب دیا۔ "جبتک حضور والا

اپنے مشیروں کی ہدایات پر کاربند ہوں گے۔ آپ سے کوئی باز پرس نہیں کی جا سکتی"۔

"کسی شخص کی عزت اُس کے ذاتی معاملات کا ایک جزو ہوتی ہے۔ اور کوئی شخص اپنی ذمہ داری کو کم نہیں کر سکتا" شہنشاہ نے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے، حضرات، کہ میں اب آپکو رخصت کر دوں۔ آپ نے اپنی پوری قابلیتوں کے ساتھ مجھے مشورہ دیا ہے۔ اور اب باقی امور کا تمام میرے اختیار میں ہے۔ اگر آپ ذرا ٹھہر جائیں، فان برگ اور آپ بھی، امیر البحر، تو مجھے آپ سے آخری گفتگو کرنی ہے"۔

سپہ سالار اور امیر البحر کے علاوہ باقی اراکین سلام کر کے کمرے سے باہر چلے گئے۔ شہنشاہ پھر اپنے دونوں سب سے بڑے خادموں کی طرف بڑھا۔ جو تعظیماً سرو قد کھڑے ہوئے تھے۔

"تم میں" قیصر نے اپنا ہاتھ بوڑھے سپہ سالار کی آستین پر رکھ کر کہا۔ "اور تم میں، امیر البحر میں، دو ایسی ہستیاں پاتا ہوں جو میری فوج اور میرے بیڑے کی عزت کی قایم مقام ہیں۔ سب لوگوں میں سے میں تم کو ہی اس اہم مسئلہ پر منصف قرار دیتا ہوں اب مجھے تبلاؤ، جس طرح ایک دوست دوسرے دوست کو مشورہ دیتا ہے۔ کیونکہ اس وقت شہنشاہ اور رعایا کا کوئی سوال نہیں، کہ آیا تم مجھے ہالینڈ چلے جانے کا مشورہ دو گے؟"

"ہم ضرور دینگے" دونوں نے ہم آواز ہو کر کہا۔

"کیا تمہارا خیال ہے کہ ایسا کرنے سے میری عزت پر کوئی حرف نہ آئیگا؟"

"ہرگز نہیں، عالیجاہا۔ ہمیں اب شرائط صلح طے کرنی ہیں۔ اور جمہوریہ امریکہ کے صدر نے یہ اعلان کرنے کی جرأت کی ہے کہ وہ حضور والا کے ساتھ گفتگوئے صلح میں حصہ نہیں لیگا۔ جبتک حضور والا تشریف نہ لے جائینگے، ہر کام بند رہیگا۔ اعلیٰ حضرت کے لئے ملک کی بہترین خدمت یہی ہوگی کہ اپنے جذبات و احساسات کی قربانی فرما کر اس منظر سے روپوش ہو جائیں"۔

شہنشاہ تھوڑی دیر تک غور کرتا رہا۔ اُس کی آنکھیں آدھی بند تھیں۔ اور اُس کے چہرے پر انتہائی غور و فکر کی وجہ سے گہرے گہرے نشانات پڑے ہوئے تھے۔ آخرکار اُس نے خاموشی کو توڑا

"ہمیں اپنے سبق کے لئے آج سے ایک صدی قبل پر نظر ڈالنی چاہئے۔ فرض کرو کہ شہنشاہ نپولین اپنے آپ کو حوالہ کرنے سے یا تخت سے دستبردار ہونے سے انکار کر دیتا، تو کیا ہوتا؟"

"بے نتیجہ جنگ اور وحشیانہ قتل عام جس کا اختتام اُسکی موت یا گرفتاری پر ہوتا"۔

"تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔ فرض کرو کہ وہ واٹرلو کے میدان جنگ کو کبھی نہ چھوڑتا۔ بلکہ اپنے پرانے محافظین کے حلقہ میں کھڑا ہو کر اُن کے ساتھ فنا ہو جاتا، پھر کیا ہوتا؟"

"اس سے کیا حاصل ہوتا، عالیجاہا؟"

"شاید فرانس کو تو سوائے ایک مثال کے کچھ حاصل نہ ہوتا لیکن کیا خود اس کی یاد زیادہ پُر عظمت نہ ہو جاتی؟ کیا وہ آج ایک مافوق الادراک فرشتۂ موت کی طرح معلوم نہ ہوتا جس نے ملاءِ اعلیٰ کی بلندیوں سے اُتر کر اس زمین پر قدم رکھا تھا؟ کیونکہ اس وقت سینٹ ہلینا کی قید و بند کا افسانہ وقوع پذیر نہ ہوا ہوتا جس نے انتہائی کمال کے بعد انتہائی زوال کا مرقع ہماری نگاہوں کے سامنے کھینچ دیا ہے"۔

سپہ سالار نے اپنا بھاری سر ہلایا۔

"اعلیٰ حضرت مجھ سے بہتر تاریخ داں ہیں۔ اس کے علاوہ مجھے خوشی ہے کہ میرے دماغ پر اس وقت بھی کافی بار ہے میں ایک صدی پیشتر لوٹنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا"۔

"اور تم، فان اسپیر؟ کیا تمہیں کچھ کہنا نہیں؟"

"اگر اعلیٰ حضرت جواب پر اصرار فرماتے ہیں تو میرے خیال میں نپولین کو واٹرلو میں جان دے دینی چاہئے تھی"۔

شہنشاہ نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا +

"تم میرے ہم خیال ہو۔ میں تمہاری بات مانتا ہوں کہ خواہ کوئی راستہ اختیار کروں، میری عزت پر حرف نہ آئے گا۔ لیکن ایک چیز ایسی بھی ہے، جو عزت سے کہیں زیادہ بلند ہے جب کوئی شخص اس سے زیادہ کر گزرتا ہے، جتنی کہ اُس سے توقع کیجاتی ہے۔ تو یہی وہ فوق العزت شے ہوتی ہے۔ جس کو ہم شجاعت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ نپولین اس صفت کو حاصل کرنے میں ناکامیاب رہا۔ اچھا اب حضرات، میں آپ کو وداع کہتا ہوں۔ یقین رکھئے کہ جو کچھ آپ نے مجھ سے فرمایا ہے۔ میں اس پر کافی غور و خوض کرونگا۔ اور اس کے بعد اپنے لائحہ عمل کا اعلان کرونگا"

شہنشاہ اپنا سر دونوں ہاتھوں پر رکھ کر بیٹھ گیا۔ اور ان دونوں کے قدموں کی، پھر موٹر کار کی گڑگڑاہٹ کی آواز سنتا رہا۔ آدھے گھنٹہ یا اس سے زیادہ تک وہ بےحس و حرکت اپنے خیالات میں محو بیٹھا رہا۔ اس کے بعد ایک دم کھڑا ہو گیا۔ اور اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے +

"اے خدا! مجھے ہمت عطا فرما!"

اس کے بعد اُس نے ایک برقی گھنٹی بجائی، اور نوکر حاضر ہوا "کپتان سیگورڈوان ان سے کہو میں ان کا انتظار کر رہا ہوں"

ایک لمحہ بعد ایک نوجوان خوبصورت افسر جس کی آنکھوں سے تیز فہمی اور ذہانت ٹپکتی تھی، کمرے میں داخل ہوا۔ اور سلام کیا۔ یہ شہنشاہ کا ایڈی کانگ تھا +

"سیگورڈ"! شہنشاہ کہنے لگا۔ "ممکن ہے کہ ہمیں عنقریب سخت خطرناک لمحات سے دوچار ہونا پڑے۔ لہٰذا اس موقع پر میں تم کو ان تمام ذاتی اطاعت گزاریوں سے آزاد کرتا ہوں۔ جو تم پر واجب تھیں۔ میں نے سنا ہے کہ نواب میکلس والئی ریاست بیڈن نے شاید اپنی ہی خواہش پر تمام جرمنی کو میرے حلقۂ اطاعت سے آزاد کر دیا ہے" +

"مجھے آزاد ہونے کی کوئی تمنا نہیں، عالی جاہا۔ حضور والا ہمیشہ کے لئے میرے آقا اور میرے شہنشاہ ہیں" +

"لیکن میں تم کو اپنے حسرتناک انجام میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا"

"میں خود مبتلا ہونا چاہتا ہوں، عالی جاہا!" +

"لیکن اگر اس کے معنی موت کے ہوں؟"

"پھر بھی کوئی پرواہ نہیں"

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ حرف بحرف صحیح ہے۔ اگر تم آخر تک میرا ساتھ دو گے۔ تو تم کو موت کا سامنا کرنا پڑیگا" +

"مجھے اس سے بہتر قسمت کی خواہش نہیں، عالیجاہا!" +

شہنشاہ نے نوجوان شخص کا ہاتھ پکڑ لیا اور چلا کر کہنے لگا:-

"پھر تو اس دربر گوست جسم میں ہم ایک دوسرے کے شریک ہیں۔ آؤ، یہاں میرے قریب میز پر بیٹھ جاؤ۔ تاکہ ہم اپنی تجاویز پر غور کر سکیں۔ یاد رکھو کہ شرمناک خودکشی تمہارے شہنشاہ کے دورِ حیات کا خاتمہ نہیں کر سکتی۔ مرنے کے اس سے زیادہ شریفانہ طریقے ہیں، اور ان کو حاصل کرنا میرا کام ہے" +

(۳)

اس رات سٹ پاکے ریلوے اسٹیشن پر ایک عجیب منظر پیش نظر تھا۔ حالانکہ سوائے اس کے تین ایکٹروں کے اس منظر کی کسی اور کو خبر تک نہ تھی۔ یہ منظر اسٹیشن ماسٹر کے کمرے میں ہو رہا تھا جس کے دروازے بند تھے۔ اور پردے چھوٹے ہوئے تھے۔ تین آدمی ایک گول میز کے چاروں طرف بیٹھے تھے۔ اور ایک بڑا لیمپ اُن کے سروں پر جل رہا تھا۔ باہر سے گاڑیوں کی گڑگڑاہٹ اور سیٹیوں کی آواز آ رہی تھی۔ اور ساتھ ہی ساتھ پلیٹ فارم کے شور و غل سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ تمام اسٹیشن پر گڑبڑ، بدنظمی اور بے لگامی پھیلی ہوئی ہے۔ تاہم، اس تمام شور و غل سے بے نیاز، وہ شخص جس کا عین فرض یہی تھا کہ اسٹیشن کا انتظام کرے۔ کمرے میں میز کے پاس اپنے چہرے پر حیرت و استعجاب کی ایسی علامات

مرتسم کئے ہوئے بیٹھا تھا۔ گویا کہ وہ باہر کی چیخ پکار کی طرف سے بالکل بہرا بن چکا ہے۔ اسٹیشن ماسٹر "بام گارٹن" ایک چست و چالاک نوجوان آدمی تھا ——— ایسا آدمی کہ جس کے کسی فوجی مرکز سے متعلق ہونے کی توقع کی جاتی ہے۔ وہ اپنی پوری توجہ اس امر کی طرف مبذول کئے ہوئے تھا جس کی تشریح اس کے دونوں ملاقاتیوں میں سے زیادہ عمر رسیدہ کر رہا تھا۔ یہ ملاقاتی جو اپنے ساتھی کی طرح بھورے رنگ کی ٹوئیڈ کا ڈھیلا ڈھالا سوٹ پہنے ہوئے تھا ریلوے کے ایک نقشہ کا بڑی توجہ سے مطالعہ کر رہا تھا۔ دوسرا اُس کا نوجوان ساتھی اس کے کندھوں پر سے جھک کر دیکھ رہا تھا۔

"صرف ایک جگہ بدلنا پڑیگا، عالی جاہا!" اسٹیشن ماسٹر نے کہا۔

"یہی میرا خیال ہے"۔ شہنشاہ نے اپنی انگلی کانوں پر رکھ کر کہا۔ "بس اس مقام سے نکل جائیں، تو پھر ہم محفوظ ہو جائینگے لیکن سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ ہم پہچانے نہ جائیں"۔

"افسوس، عالی جاہا۔ اعلیٰ حضرت کے چہرے سے لوگ اچھی طرح واقف ہیں۔ اور بغیر پہچانے اُن کی نگاہوں سے بچ نکلنا حضور والا کے لئے قطعی ناممکن ہے"۔

"سوچو، مردِ خدا، سوچو!" شہنشاہ کے نوجوان ساتھی نے بے صبری کے ساتھ چلّا کر کہا۔ "اس معمّہ کو تم ضرور حل کر سکتے ہو"۔

بام گارٹن اپنا سر کھجانے لگا، اور اضطرابی کیفیت میں کمرہ میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ یکایک اس کے دماغ میں ایک خیال پیدا ہوا۔ وہ ٹھہر گیا اور میز کی طرف مڑا۔

"مال گاڑی کا ایک ٹھنڈا ڈبہ ہے، عالی جاہا! جو ابھی ابھی ترکاریوں سے بھرا ہوا ہالینڈ سے آیا ہے۔ ہم ڈبہ کے ٹھنڈا رکھنے والے آلات کو بند کر دیں گے۔ ڈبہ بالکل بند ہے۔ اور کوئی کھڑکی بھی نہیں۔ اگر اعلیٰ حضرت منظور فرما ———"

"ان اطلاعات کو چھوڑ دو"۔ شہنشاہ نے چاروں طرف مشکوک نظر میں ڈالکر کہا۔

"اچھا تو جناب اگر آپ اس ادنیٰ طریقہ پر سفر کرنے کے لئے تیار ہوں، تو ہم اس پر "نہ کھولا جائے" کا لیبل لگا دیں گے۔ اور اگلی گاڑی کے ساتھ ہی کیل کو روانہ کر دیں گے"۔

"بہت خوب! اس سے بہتر بات نہیں ہو سکتی۔ البتہ ضرور دیکھ لینا کہ اس میں کچھ کھانے پینے کا سامان بھی رکھ دیا گیا ہے"۔

"اور ایک بستر، عالی ——— ایک بستر، جناب"۔

"ہا! ہا! گھاس پھونس بھی اتنا ہی کام دے سکتا ہے۔ کیا ہم اسی وقت روانہ ہو سکتے ہیں؟"

"آدھ گھنٹہ کے اندر۔ لیکن آپ یہاں پلیٹ فارم پر بغیر نظر آئے کس طرح جائینگے؟"

"اس مشکل کی میں نے پیش بندی کر لی تھی"۔ نوجوان ایڈی کانگ نے کہا اور اپنی جیب سے ایک پٹی نکالی۔

"اگر آپ ایک ایسے افسر کا پارٹ کرنے پر راضی ہوں، جس کے چہرہ پر زخم آگیا ہے۔ تو میں بآسانی آپ کا بھیس بدل سکتا ہوں"۔

"زخم تو میرے دل پر ہے"۔ شہنشاہ نے کہا۔ "لیکن اس لباس کا کیا ہوگا؟"

"آجکل کے زمانہ میں لوگ اس قسم کی باتوں پر دھیان نہیں دیں گے"۔

چند ماہرانہ لپیٹوں کے بعد نوجوان ایڈی کانگ نے پٹی شہنشاہ کے چہرے پر باندھ دی۔ اور وہاں سے پیچ دیکر غماز مونچھوں کو بھی اس کے لپیٹ میں چھپا دیا۔

"میرا خیال ہے، جناب، کہ اب آپ محفوظ ہیں"۔

"خوب رہا، سیگورڈ۔ اچھا، بام گارٹن، ہم یہاں انتظار کرتے ہیں، اور جب تم کہو گے، ہم تیار ہو جائیں گے"۔

(۴)

چھتیس[۳۶] گھنٹہ بعد کیل کے اسٹیشن ماسٹر نے، جو شاہ پسند مشہور تھا، مال گاڑی کے ایک مقفل ڈبہ کا دروازہ کھولا۔ اندر سے ایک متوسط عمر کا آدمی، جس کے چہرہ پر سخت زخم کی وجہ سے پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اور اُس کا نوجوان ساتھی، جو ولی عہد دی کے ساتھ اس کی خبر گیری کر رہا تھا، نکلے۔ دونوں نووارد بے پرواہ اور سرد مہر نظر آتے تھے۔ لیکن اسٹیشن ماسٹر تیزی کے ساتھ ان کو اپنے کمرہ میں لے گیا۔ جہاں گرم کافی اور گرم آتشدان کا انتظار کر رہے تھے +

"میرے لائق کوئی خدمت، عالی جاہا؟ صرف حضور والا کے حکم کی دیر ہے" +

"آپ کو ابھی معلوم ہو جائے گا" شہنشاہ نے کہا۔ "اس عرصہ میں آپ یہ رقعہ امیر البحر خان ڈروتھا کے پاس خود لے جائیے یا کسی معتبر آدمی کے ہاتھ بھجوا دیجئے۔ جب وہ آ جائیں تو انہیں یہاں لے آئیے" +

ایک گھنٹہ بعد ایک حیرت زدہ افسر، جو شاہی محکمۂ بحری کی وردی پہنے ہوئے تھا۔ اس معمولی کمرہ میں داخل ہوا۔ وفاداری اور اطاعت کے بے پایاں جذبات اس کے جسم کو مرتعش بنائے ہوئے تھے، جس کے گہرے گہرے نقوش اُس کے چہرے کے ہر ہر خط میں مرتسم ہو رہے تھے۔ وہ قیصر کے سامنے اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑا۔ لیکن قیصر نے اُسے اُٹھا کر کھڑا کر دیا +

"عزیز امیر البحر! اس قسم کی باتوں کے دن گذر چکے۔ کیا نواب میکس نے یہ اعلان نہیں کیا، کہ میں تاج و تخت سے دستبردار ہو چکا ہوں۔ حالانکہ میں اقرار کرتا ہوں کہ یہ خبر میرے لئے بالکل نئی تھی۔ اب تو میرا تخت یہ ہے" +

اُس نے اسٹیشن کی کرسی کی طرف اشارہ کیا +

"اعلیٰ حضرت ہمیشہ کیلئے ہمارے شہنشاہ ہیں" +

"ہاں، ہاں۔ قیصر نے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا۔ "میں ہمیشہ کے لئے شہنشاہ ہوں۔ خدا نے مجھے یہ امانت عطا فرمائی تھی۔ اور صرف وہی اس بار کو میری گردن سے اُتار سکتا ہے۔ لیکن آجکل میں معمولی سے کسی عیوض یا کسی عنایت کا خواستگار نہیں، سوائے ایک کے مگر وہ سب سے اہم اور سب سے دُشوار ہے۔ کیا تمہاری وفاداری اس کی بلندی تک پہنچ سکیگی؟"

"میری وفاداری بڑی سے بڑی بلندی تک پہنچ سکتی ہے عالیجاہا۔ ارشاد تو فرمائیے" +

"یہ کہ تمہیں میرے ساتھ جان دینی چاہئے" +

"عالی جاہا، یہ میری سب سے بڑی تمنا ہے" +

وفادار جہاز راں کے چہرے پر عقیدت و محبت کے آنسو بہنے لگے۔ شہنشاہ نے بھی اپنا ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لیا +

"مجھے دغا باز دوست ملے تھے۔ لیکن دنیا میں سچے دل والے بھی موجود ہیں۔ آؤ، امیر البحر، یہاں بیٹھ جاؤ۔ پوسٹ ڈم[۱] کے عالیشان محل سے، جہاں ہم آخری مرتبہ ملے تھے، یہ ماحول بالکل جداگانہ ہے لیکن ہمیں تنہائی حاصل ہے۔ جو سب سے زیادہ ضروری ہے۔ میں کیل میں اس غرض سے آیا ہوں کہ اپنا بیڑہ برطانیہ کے خلاف لڑنے کے لئے نکالوں" +

امیر البحر کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا +

"لیکن، عالی جاہا، ملاح باغی ہو رہے ہیں۔ انہوں نے افسروں کو خشکی پر نکال دیا ہے۔ ہم جہازوں پر ملاحوں کا انتظام کس طرح کریں گے؟"

"وہ آ جائیں گے، وہ آ جائیں گے، وہ جرمن ہیں۔ اور اپنے شہنشاہ کو تنہا مرنے کے لئے نہیں جانے دینگے ——— کیونکہ میں خود جا رہا ہوں، امیر البحر، خواہ وہ صرف ایک تار پیڈو کشتی ہی کیوں نہ ہو، جو مجھے لے جائے گی" +

---

[۱] جرمنی کا شاہی محل، جو برلن کے قریب واقع ہے +

"اور میں اس تارپیڈو کشتی کا کمانڈر ہونگا۔" امیر البحر نے چلاّ کر کہا۔

"اور میں عرشہ پر۔" سیگورڈ وان مان نے کہا۔

"لیکن حضور والا کی تجویز کیا ہے عالی جاہا؟" امیر البحر نے پوچھا۔ "اعلیٰ حضرت نے اپنے ذہن میں کوئی لائحۂ عمل ضرور معین فرمالیا ہوگا۔"

ہاں، امیر البحر، میں نے اس کی جزئیات تک پر نظر ڈال لی ہے۔ سب سے پہلے، کیا تم کوئی ایسا وسیع مکان بتا سکتے ہو، جہاں کئی سو آدمی خفیہ طور پر جمع کئے جا سکتے ہوں؟"

"جی ہاں، عالی جاہا۔ کاؤنٹ وان والڈ ارف کے بنگلہ سے ملحق اُن کی رقص گاہ ہے، جو حضور والا کی ضروریات کے لئے مناسب ہوگی۔ یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ کاؤنٹ اعلیٰ حضرت کے وفادار خادم ہیں۔"

"اگر ہم تمام افسروں تک یہ پیغام پہنچا سکیں، اور اُن کو وہاں پر جمع کرلیں، تو میں خود اُن سے اعانت اور اشتراکِ عمل کی اپیل کرونگا۔"

"عالی جاہا، میں اپنے رفقائے کار کے جذبات سے واقف ہوں۔ اُن سے ایسا سوال کرنا بالکل وقت ضائع کرنے کے مترادف ہوگا۔ جرمن بیڑے کے افسروں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے، جو اعلیٰ حضرت کی اطاعت گذاری میں ذرا بھی پس و پیش کرے۔ اعلیٰ حضرت صرف اپنی خواہش کا اظہار فرمادیں۔ وہ جان و دل سے اسے پورا کرنے کیلئے تیار ہیں۔"

"پھر تو استقدر وقت بچ گیا، اور آجکل ایک ایک گھنٹہ انتہائی اہمیت کا ہے۔ محاذِ جنگ پر اور ملک کے اندر ہر جگہ فتور نظر آتا ہے۔ ہم کو فوراً کام کرنا چاہئے۔ ورنہ روک دیئے جائیں گے لیکن خلاصیوں کا کیا ہوگا؟"

"مجھے خوف ہے عالی جاہا، کہ وہ نہیں آئیں گے۔ ان کو اس بات کا علم ہو جانا بھی خطرناک ہے کہ حضور والا شہر میں موجود ہیں۔"

"خطرہ کوئی چیز نہیں، جب منزلِ مقصود لازمی طور پر موت ہو، تو راستہ کے خطرات کی کون پرواہ کرتا ہے؟ میں افسروں کے متعلق تمہاری بات مان لیتا ہوں، امیر البحر لیکن کیا ملاحوں میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں، جو وفادار اور قابلِ اعتماد ہوں؟"

"بہت سے ہیں، عالی جاہا۔ لیکن وہ اقلیت میں ہیں۔"

"وہ ہمارے لئے قاصدوں کا کام دیں گے۔ جسقدر ہو سکیں جمع کرلو۔ اور اُن کے ہاتھ ہر جہاز میں خطوط روانہ کردو۔ ملاحوں سے درخواست کرو کہ اپنے نمائندے اس رقص گاہ میں بھیجیں جس کا تم نے تذکرہ کیا ہے ——— بڑے جہاز سے تین، ہلکے کروزر سے دو، اور چھوٹے جہاز سے ایک۔ انہیں لکھ دو کہ تین بجے ان کا شہنشاہ ان سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ بلکہ میرا نام ولیم فان ہوہنزولرن لکھنا اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ مجھے کیا کہہ کر پکاریں گے، بشرطیکہ آجائیں۔"

"عالی جاہا، وہ آئیں گے۔ اور حضور کے وفادار افسروں کا ایک دستہ اعلیٰ حضرت کے گرد ہوگا۔ وہ صرف ہمارے مردہ جسموں کے اوپر سے ہو کر حضور والا تک پہنچ سکیں گے۔"

"کسی افسر کی ضرورت نہیں، امیر البحر۔ مجھے صرف ملاحوں پر اعتبار کرنا چاہئے اور نہ ہمارا معاملہ غارت ہو جائیگا۔ بس تم اور کپتان فان مان، اور کوئی نہیں۔ میرے لئے ایک بند موٹر کار بھیجدینا۔ اور اپنے دوست کاؤنٹ فان والڈ ارف کو میری آمد سے مطلع کردینا۔ بس اب تین بجے ملاقات ہوگی۔"

(۵)

وقت مقررہ سے بہت پہلے تمام کیل میں ہیجان و اضطراب کی ایک لہر دوڑ گئی۔ شہر میں یہ خبر بجلی کی سُرعت سے پھیل گئی کہ شہنشاہ یہاں آیا ہوا ہے۔ اور والڈ ارف میں مقیم ہے۔ سڑکوں پر لوگوں کے ہجوم جمع ہونے لگے۔ کہیں کہیں کوئی سرخ جھنڈا بھی اُڑتا

نظر آتا تھا، تاہم یہ اجتماع مظاہرے کے طور پر نہ تھا۔ ہر شخص کے چہرے سے انتہائی حیرت و استعجاب کے جذبات نمایاں تھے کہ شہنشاہ تمام شہروں کو چھوڑ کر یہاں آیا ہے، جو انقلابی فسادات کا خاص مرکز ہے —— گویا کہ اس نے اپنا سر شیر کے مُنہ میں دیدیا ہے۔ حیرت! حیرت!! اس کے بعد لوگوں کا تعجب اور ترقی کر گیا، جب ایک کھلی ہوئی موٹر کار جس میں ایک داڑھی والا افسر امیرالبحر کی وردی پہنے بیٹھا تھا، آہستہ آہستہ ہجوم کے درمیان سے گذری، اور افسر بنگلہ میں داخل ہوا۔ اس پتلے دبلے افسر کو تمام لوگ بہت اچھی طرح جانتے تھے، یہ ہنری، قیصر ولیم کا چھوٹا بھائی اور جرمن بیڑے کا سب سے بڑا امیرالبحر تھا۔ آخر کیا ہو رہا ہے؟ اس کا مطلب کیا ہے؟ کیا وہ کسی تبدیلیٔ حکومت کی سازش کر رہے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ انقلاباتِ حکومت اسقدر آسانی سے نہیں مٹائے جا سکتے۔ یہ اور اسی قسم کے الفاظ ہجوم کے اندر سے سنائی دے رہے تھے اور تمام ہجوم کی نگاہیں اس عالیشان بنگلہ کے دروازے سے لگی ہوئی تھیں ✦

اور اب نمائندے جمع ہونا شروع ہوئے۔ دو دو اور تین تین ہو کر، ہجوم کو بمشکل کہنیوں سے ہٹاتے ہوئے وہ آنے لگے گو ہر شخص ان کا مضحکہ اُڑا رہا تھا۔ بہتوں کی گردنوں میں سرخ رومال نمایاں طور پر بندھا ہوا تھا اور اکثر ٹوپیوں پر سرخ فیتہ لگائے ہوئے تھے۔ بنگلہ کا وسیع ہال، جس میں بہترین ساز و سامان تھا اور بلوط کے تختوں کا فرش لگا ہوا تھا، بہت جلد پُر ہونے لگا۔ سخ مخمل کی کرسیاں جو قطار در قطار رکھی ہوئی تھیں، ملاحوں سے بھر گئیں، اور ہال میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔ ہر شخص سگرٹ پی رہا تھا، جس کے دھوئیں سے کمرہ کی فضا نیلی ہو گئی تھی۔ ایک ملاح نے انقلابی گیت گانا شروع کر دیا، جس کی صدائے بازگشت رقص گاہ کی اونچی اونچی چھتوں سے ٹکرا کر لوٹنے لگی۔ اس شورو غل کے درمیان شہنشاہ نمودار ہوا ✦

گیت کی آواز ایک دم بند ہو گئی، اور ہر شخص کی نگاہ اس پستہ قد لیکن اکڑی ہوئی شکل پر جم گئی، جس کے بازو پشت کے پیچھے جھول رہے تھے۔ اُس پُر خلوص متفکر چہرے پر جم گئی جو ہال کے ایک طرف ڈائس پر کھڑا ہوا اُن کی طرف محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس وقت نیلے رنگ کا معمولی بلا کالر ساکوٹ پہنے ہوئے تھا۔ اور انہی کی شکل محکمۂ بحری کا ایک آدمی معلوم ہوتا تھا، جو اس سے پیشتر اپنے شاہانہ ملبوسِ فاخرہ میں کبھی معلوم نہ ہوا تھا۔ حاضرین کے دلوں سے ہمدردی اور احترام کے جذبات نکل نکل کر اُس کے قدم چومنے لگے۔ جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے فوراً سرو قد کھڑے ہو گئے۔ اور دو ملاح جنہوں نے تیز سیٹیوں سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا، زبردستی کمرے سے نکال کر باہر پھینک دیئے گئے ✦

شہنشاہ آگے بڑھا، اور اپنا ہاتھ مطلا جنگلہ پر رکھ کر کھڑا ہو گیا اُس کا بھائی ہنری امیرالبحر فان ڈرو تھا، اور نوجوان سیگورڈ وان مان اُس کے پیچھے کھڑے تھے۔ اُس نے تقریر شروع کی، تو اُس کی آواز سے جو اُس وسیع ہال میں اس سرے سے اُس سرے تک گونج رہی تھی۔ استقلال ٹپک رہا تھا ✦

"میں جرمنوں سے ایک جرمن کی حیثیت میں مخاطب ہوا ہوں میں نے یہی مناسب سمجھا کہ میں خود یہاں آؤں۔ اور آپ حضرات سے بالمشافہ گفتگو کروں۔ میں سیاسیات پر بحث نہیں کروں گا۔ میرے دماغ میں ملوکیت یا جمہوریت کا کوئی سوال نہیں۔ مجھے صرف ایک خیال ہے۔ اپنی ذاتی عزت کا، اپنے بیڑے کی عزت کا، اور اپنے ملک کی عزت کا"✦

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے حاضرین کے دلوں کو مسخر کر لیا تھا، جس طرح کہ پُر خلوص صداقت ہمیشہ کر لیا کرتی ہے۔ موسم زدہ چہرہ تھا سمندر سر تا پا اُس کی طرف متوجہ تھا۔ انکی نگاہیں

مفرور کے چہرے پر جم کر رہ گئی تھیں ۔

"وہ برلن میں ہتھیار ڈال رہے ہیں۔ کیا یہ کوئی وجہ ہوسکتی ہے کہ ہم یہاں کیل میں سرِ تسلیم خم کردیں؟ فوج بہت بہادری کے ساتھ لڑ رہی ہے۔ لیکن وہ اب خستہ ہوچکی ہے۔ اور آئندہ نہیں لڑسکتی۔ یہ میں نہیں ہوں۔ جس نے فوج کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بلکہ خود فوج میرا میرے عزائم کا ساتھ نہ نباہ سکی۔ بیڑہ بھی بہت بہادری کے ساتھ لڑا ہے۔ مگر وہ خستہ نہیں ہوا۔ اُس نے ابھی تک کوئی بڑی لڑائی نہیں لڑی" ۔

"اسکیجر ریک" بہت سی آوازوں نے چلا کر کہا ۔

"ہاں! تم نے اسکیجر ریک پر بہت بہادری دکھائی لیکن تمہاری لڑائی برطانی بیڑے سے نہ تھی۔ بلکہ جہازوں کے زیادہ سے زیادہ دو یا تین دستوں سے تھی۔ ہمیں ابھی تک اپنی پوری طاقت کے ساتھ اُن سے دو دو ہاتھ کرنا ہیں۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ یہ فضول ہے۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ ان کے جہازوں کی تعداد کی وجہ سے یہ ناممکن ہے۔ لیکن بہادر آدمیوں کے لئے دنیا میں کوئی چیز فضول یا ناممکن ہے؟ تو کیا بہرحال یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ ہم او ہمارے جہاز بحیرۂ شمالی کی تہہ میں پڑے ہوتے ہوں' بہ نسبت اس کے کہ بغیر ہاتھ اُٹھائے ان کو دشمن کے حوالہ کردیا جائے؟ اے جرمن بیڑے کے ملّاحو! کیا تم سے یہ اُمید کی جاسکتی ہے کہ تم کھڑے کھڑے تماشہ دیکھو اور تمہاری آنکھوں کے سامنے ایسا ہو جائے؟ یا تم اپنے شہنشاہ کے ساتھ جان دینے کے واسطے آمادہ ہو؟"

اُس نے اپنا بازو ولیمانہ طور پر ایک دلکش انداز میں آگے بڑھایا۔ اس کے بعد مفتخرانہ' مسرت انگیز تبسم اُس کے چہرے پر کھیلنے لگا۔ کیونکہ اُس نے اپنے مقصد پر فتح پائی تھی۔ آگے بڑھے ہوئے ہاتھوں کا ایک جنگل' سرخ اطاعت گزار چہروں کا ایک سمندر' گہری بھرائی ہوئی آوازوں کا ایک طوفان ———— اس کی فتح کا پرچم اُڑا رہے تھے۔ بیڑہ اپنے قیصر کے ساتھ جان دینے کے لئے تیار تھا ۔

"جلدی' ولیم! بہترین موقع ہے!" اُس کے بھائی نے چپکے سے کہا ۔

"تم میرے ساتھ چلو گے۔ میں جانتا تھا کہ تم چلو گے۔ لہٰذا میرے الفاظ اپنے ساتھیوں تک پہنچا دو۔ کہہ دو کہ کسی کو اپنی مرضی کے خلاف آنے کی ضرورت نہیں۔ وہ ساحل پر کھڑے رہیں۔ لیکن تم اور میں اور تمام سچے جرمنی دل جرمن بیڑے کے **موت کے سفر** پر ایک دوسرے کے ساتھ روانہ ہونگے' اور جو کچھ میں نے کہا ہے وہ کرو" ۔

بھاری بھاری قدموں کی آواز کمرہ میں گونجنے لگی۔ اور چند لمحات میں کمرہ بالکل خالی ہوگیا۔ ہر دروازہ سے جوش میں بھرے ہوئے ملّاح دھکے دے دے کر لڑ لڑ کر' جھگڑ جھگڑ کر نکل رہے تھے۔ کسی نامعلوم طریقہ سے باہر کے ہجوم کو بھی ایک لمحہ میں ہی اندر کا حال معلوم ہوگیا۔ اور اندر کی آگ وہاں بھی اپنا اثر دکھا چکی تھی۔ تمام شہر جوشِ شجاعت اور وفورِ مسرت کا منظر بنا ہوا تھا۔ ہر طرف جھنڈے ہی جھنڈے نظر آتے تھے۔ اور ہر حصہ میں انقلابی سرخ نشان کے ساتھ جرمنی کا لڑائی کا جھنڈا بھی لہرا رہا تھا۔ کم از کم اس امر میں ملاح ضرور مستقل مزاج رہے ———— جنگ کا علم بلند کر دیا گیا۔ لیکن سرخ جھنڈوں کو نہیں اُتارا گیا۔ تمام دن اور تمام رات اشتراکیوں کے جلسوں میں گرما گرم مباحثے ہوتے رہے۔ جہاں کئی مرتبہ ایسے لوگوں نے' جو قیصر کے ساتھ جانا چاہتے تھے۔ اپنے مخالفین کو نیچا دکھا دیا۔ ولیمس ہیون سے بھی خبریں آنا شروع ہوئیں کہ یہ جوشِ اضطراب وہاں بھی پھیل گیا ہے' تمام افسر جہازوں پر بلا لئے گئے۔ ملّاح اپنی اپنی جگہ پر کام کرنے لگے اور انجنیروں نے جہازوں کی مرمت کے لئے بھٹیاں روشن کرلیں۔ بیڑہ روانہ ہونے کے لئے تیار ہوگیا ۔

---

(۶)

اس کے بعد چند روز تک نہر کیل میں سے جہاز مسلسل گزرتے رہے۔ تاکہ اصل بیڑے کے ساتھ، جو جیڈ میں لنگر انداز تھا، شامل ہو جائیں۔ ایک ہلکے کروزر کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے کچھ تاخیر واقع ہو گئی۔ جس نے نیو ورتن برگ کے قریب راستہ مسدود کر دیا۔ لیکن اس کو بہت جلد درست کر لیا گیا، اور تیسرے دن کی شام تک تمام جہاز یا تو جیڈ کے قرب و جوار میں جمع ہو گئے یا ولہیم ہیون کی بندرگاہ میں۔ اسی رات کو نئے جنگی جہاز بیڈن کے ایک کمرہ میں مجلسِ مشاورت منعقد کی گئی، جس میں تمام جرمن سردار معہ شہنشاہ کے موجود تھے۔ شہنشاہ نے ایک معمولی جگہ بیٹھنے پر اصرار کیا اور امیر البحر فان اسپیر، جو اس وقوعہ کی پہلی افواہ سنتے ہی کیل سے بسرعت تمام یہاں آ پہنچا تھا، مجلس کا صدر منتخب کیا گیا۔ تمام نائب امیر البحر اور بڑے بڑے جہازوں کے کپتان، جن کی مجموعی تعداد چالیس تھی، جلسہ میں شریک تھے۔ ہر شخص کے چہرے پر حسرت و یاس، لیکن اسی کے ساتھ استقلال اور ثبات کے آثار ہویدا تھے۔

"میں جہاں تک سمجھا ہوں، عالی جاہ!" فان اسپیر نے کہا۔ "حضور والا کے احکامات یہ ہیں کہ لڑائی آخر وقت تک جاری رہیگی"

"ہاں، میری یہی خواہش اور یہی حکم ہے"۔ شہنشاہ نے جواب دیا۔ "بیڑے کو غرق ہونا ہے۔ اور یہ بہتر ہوگا کہ وہ اپنے ساتھ دشمن کے جس قدر جہاز سمندر کی تہ میں لے جا سکے، لیجائے"۔

"ہمیں نتائج و عواقب سے بھی دوچار ہونا پڑیگا۔ اس کے معنی عالی جاہ کی موت کے ہونگے"۔

"مجھے اس سے بہتر قسمت کی تمنا نہیں"۔

"اور پچیس ہزار افسروں اور ملاحوں کی موت کے"۔

"کیا اس کونسل میں کوئی شخص ایسا ہے، جو موت سے خوف کھاتا ہو؟" شہنشاہ نے سوال کیا۔

جلسہ میں خاموشی طاری رہی۔ سب آمادہ تھے، بیڑا آمادہ تھا۔

"لیکن میں بصد احترام یہ عرض کرونگا"، ایک نوجوان نائب امیر البحر نے کہا۔ "کہ کیا یہ ضروری ہے کہ ہم اس طرح گفتگو کریں گویا شکست لازمی ہے؟ ہم نے اسکیجر ریک پر انگریزوں کو شکست دی۔ کیا ہم دوبارہ ایسا نہیں کر سکتے؟"

"اس کے علاوہ" دوسرے نے کہا۔ "آج ہمارا بیڑہ اس وقت کی نسبت طاقتور ہے، بہت زیادہ طاقتور ہے۔ کیا ہم نے اپنی تعداد میں بیڈن اور میکنسن جیسے بڑے اور پندرہ انچ کی توپوں والے جہاز اضافہ نہیں کر لئے۔ حالانکہ اسکیجر ریک میں ہماری تعداد بارہ سے زیادہ نہ تھی؟ اور ہنڈنبرگ بھی! کیا یہ اضافہ نہیں ہوا؟ اور آگ نہ لگنے دینے کا نیا انتظام؟ کیا ہم انگریزوں کو دریائے جیڈ میں غرق نہ کر دیں گے؟"

"لیکن یہ بعد از وقت ہے"۔ وان اسپیر نے کہا۔ "اگر ہم فتح حاصل کر لیں، تو ہمارا کوئی وطن نہ ہوگا، جہاں ہم لوٹ کر جا سکیں"۔

اس نے اپنی جیب سے ایک تار نکالا اور زور سے پڑھ کر سنایا:

"حکومتِ وقتی اس احمقانہ تجویز کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے، جو بیڑے نے اچانک حملہ کرنے کے متعلق پیش کی ہے، جس سے جہازوں اور آدمیوں کے غیر ضروری نقصان کے سوا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔ اس تجویز کی خبر نے صلح کی گفت و شنید میں خطرناک رکاوٹیں پیدا کر دی ہیں۔ تمہاری حکومت کی اطاعت شعاری کا یہ تقاضہ ہے کہ تم فوراً جہازوں کو اپنی اپنی لنگرگاہ کو واپس چلے جانے کا حکم دیدو"۔

افسروں کی زبان سے غصہ اور حقارت کے الفاظ نکل گئے۔ ان کے امیر البحر نے کاغذ پھر اپنی جیب میں رکھ لیا اور کہنے لگا:-

"حضرات، میرا خیال ہے کہ آپ اس امر میں مجھ سے متفق ہونگے کہ ہماری فرمانبرداری ہمارے شہنشاہ اور صرف شہنشاہ کے لئے مخصوص ہے"۔

"آپ نے اس کا جواب دیدیا ہے کیا؟" قیصر نے دریافت کیا

"نہیں، عالیجاہ! ہمارا فعل خود اس کا جواب دیگا۔ لیکن میں نے ایک پیغام کا مسودہ تیار کیا ہے۔ جس کو اعلیٰ حضرت کی رضامندی پر میں برطانی کمانڈر انچیف کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں۔ اس کا مضمون یہ ہے :-

"جرمن بیڑہ کسی صلح کے لئے راضی نہیں۔ اس کی تجویز ہے کہ وہ فوراً آئے اور اُمید کرتا ہے کہ پیر کے روز ہیلیگولینڈ سے ٹھیک جانب مغرب ستر میل کے فاصلے پر موجود ہوگا۔ بشرطیکہ راستہ کی صفائی نے اجازت دی۔ اگر ہم کو دیر ہو جائے تو آپ بلاشبہ ہمارا انتظار کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں گے" +

"بہت خوب!" شہنشاہ نے چلّا کر کہا، اور تمام کونسل نے تالیاں بجائیں +

"پھر یہ ابھی روانہ کر دیا جائے"؟ امیرالبحر نے کہا +

"لیکن کیا دشمن اس مقام پہ اپنی غوطہ خور کشتیاں نہ لا ڈالینگے؟" ایک کپتان نے پوچھا +

"ہم مقام کی اسقدر پابندی ہی نہیں کریں گے۔ ہمارے ہلکے کروزر ہمارے مقام تک دشمن کی رہنمائی کرینگے لیکن کپتان مولر، آپ نے جو ہمارے بیڑے میں اضافہ کے متعلق اور ماسکیچر ٹریک کے متعلق کہا تھا۔ اس میں غلط فہمی نہ رہنی چاہئے۔ دشمن بھی اس عرصہ میں غافل نہیں رہے ہیں، اور اُنہوں نے جو کچھ کیا ہے، اس کی ہمیں برابر اطلاعات ملتی رہی ہیں۔ اگر ہم جہاز بنا سکتے ہیں۔ اگر ہم ان میں اصلاح کر سکتے ہیں، اور ان کی تنظیم کر سکتے ہیں۔ تو اسی طرح وہ بھی مجبور نہیں ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ انہیں دو بڑے جہازوں کا نقصان اُٹھانا پڑا تھا۔ کیونکہ اسلحہ خانہ اور توپوں والے بُرج کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ اب اس کا علاج کر لیا گیا ہے ان کے عرشوں کی حفاظتی دیواریں۔ اور ان کے توپوں والے برجوں کی چھتیں پہلے کی بہ نسبت زیادہ مضبوطی کے ساتھ گولہ باری کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ ان کے گولوں میں پھٹنے کی زیادہ طاقت ہے۔ اُنہوں نے اپنے دستوں میں کئی طاقتور جہازوں کا اضافہ کر لیا ہے۔ میرے پاس ان کے نام موجود ہیں۔ ان میں رینمیلیز، ریزولیوشن، رینائون اور ریپلس، سب پندرہ انچ کی توپوں والے ہیں۔ ان کے پاس امریکہ کے جنگی جہازوں کا بھی ایک دستہ ہے اور امریکہ کی بحری تاریخ بتاتی ہے کہ وہ اس فن کے ماہرین میں سے ہیں۔ ہمارے مقابلہ میں دشمن کا پلّہ بیشتر سے زیادہ بھاری ہے۔ ہم صرف اخیر دم تک لڑنے کی قسم کھا سکتے ہیں۔ سب سے پہلے اپنی طرف سے میں اس کی قسم کھاتا ہوں" +

اتنا کہہ کر اُس نے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ اور جیسا کہ اس بیان سے ظاہر ہوگا۔ اُنہوں نے شریفانہ طریقوں سے اپنی قسموں کو پورا کر دکھایا۔ جرمن بیڑے کی آخری مجلس مشاورت کے یہ آخری الفاظ تھے۔ اور اس کے بعد حسرتناک اور مایوس چہروں کیساتھ اُنہوں نے ایک دوسرے کو الوداع کہی۔ کپتان اپنے اپنے جہازوں کو رخصت ہو گئے۔ لیکن امیرالبحر اپنے شہنشاہ کے ساتھ اپنے مستقبل کے متعلق تجاویز سوچنے کے لئے وہیں ٹھہر گیا +

(۷)

ٹھیک ایک دن بعد برطانی بیڑے کے کمانڈر انچیف کے کمرے میں دو امیرالبحر بیٹھے ہوئے سنجیدہ طور پر گفتگو کر رہے تھے ان میں سے ایک تو وہی کمانڈر انچیف بیٹن تھا، اور دوسرا امریکی امیرالبحر بریڈمین، جس کے خوبصورت دستہ نے جو نیویارک، وینومنگ، فلوریڈا، ڈیلاویر، ارکنساس، اور ٹیکساس پر مشتمل تھا۔ دنیا کی تاریخ میں جنگی جہازوں کے سب سے زیادہ خطرناک اجتماع میں آخری اضافہ کیا تھا۔ بیٹن کے کمرے کے کھلے ہوئے سوراخ میں سے ہر شخص ان جہازوں کو لنگر ڈالے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔ ان پر امریکہ کا قومی نشان لہرا رہا تھا۔ ان کے پار عظیم الشان جنگی جہاز، دیوقامت کروزر اور ہلکے جہاز قطار

ور قطار برطانیہ کا جھنڈا اُڑاتے ہوئے وسیع و عریض دریا کا دہانہ بند کئے ہوئے پڑے تھے۔ سب کے پار وہ نیچا فیرآباد ساحل تھا جو منظر کے اعتبار سے غم انگیزی اور ویرانی میں ساری دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔

بیٹن جس کے خوبصورت چہرے پر ذہنی کشمکش اور غصہ کے آثار نمایاں تھے۔ اپنے رفیق کو جرمن لاسلکی پیغام زور سے پڑھکر سنا رہا تھا۔

"اس سے کیا نتیجہ نکالا بریڈمین؟" اُس نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"بظاہر تو بہت اچھی بات معلوم ہوتی ہے۔ اتنی اچھی کہ صحیح ہونے میں مجھے تو شک ہے"۔

"معلوم نہیں۔ بہرحال اُنہیں اس کے سوا چارہ ہی کیا ہے۔ اور اگر جنگ کا فیصلہ اس کے برعکس ہوتا تو میرے خیال میں ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہئے تھا۔ وہ چاہیں تو بندرگاہوں میں ہی اپنے جہازوں کے پیندے میں سوراخ کر کے انہیں ڈبو سکتے ہیں ——— ورنہ باہر آ کر ہماری توپوں سے سوراخ کرا سکتے ہیں، گو اس صورت میں ہمارے بھی کچھ جہاز وہ اپنے ساتھ سمندر کی تہ میں لے جائیں گے۔ مجھے تو یہی بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ اور بہادر لوگ سب سے پہلے ہمیشہ اسی کا خیال کرتے ہیں"۔

"شاید ایسا ہی ہو۔ لیکن بہرحال یہ ایک چال بھی ہو سکتا ہے۔ جس میں وہ ہمیں پھانسنا چاہتے ہوں"۔

"ہاں، اگر ہم سے ہو سکا، تو ہم اندھا دُھند کانٹوں میں گھسے نہیں چلے جائیں گے۔ ہمارے ہلکے کروزر اس کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتے رہیں گے۔ بہر نوع میرے خیال میں ان کے پاس جواب ضرور بھیج دینا چاہئے"۔ اُس نے ایک پنسل اُٹھائی اور ایک کارڈ پر یہ الفاظ لکھے "بہت اچھا۔ ہم وہاں موجود ہونگے"۔

"کہئے کیسا رہا؟"

"یہ بالکل ٹھیک ہے"۔

بیٹن نے گھنٹی بجائی اور پیغام ایک نوجوان افسر کو دیکر کہا "زیادہ اشارات اور کوڈ کی ضرورت نہیں ہے۔ ڈنکن۔ جس طرح ہے۔ ایسے ہی روانہ کردو"۔

دروازہ بند ہونے کے بعد وہ بحیرۂ شمالی کے بڑے نقشہ کی طرف متوجہ ہوا۔ جس پر پنسل کے اسقدر نشانات اور نقطے لگے ہوئے تھے۔ کہ نقشہ تقریباً بالکل بیکار ہو چکا تھا۔

"اگر ایسا ہی ہے، بریڈمین، تو میرے خیال میں ہم کو اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔ اور اپنی تیاریاں کر لینی چاہئیں۔ ان بدنصیبوں کو مفر نہ مل سکیگا۔ کیونکہ ایک اور دو کا مقابلہ ہے۔ لیکن جٹ لینڈ (اسکیجر ریک) کی لڑائی میں ان کی جو کیفیت میں دیکھ چکا ہوں، اس سے وعدہ کرتا ہوں کہ لڑائی بہت مزیدار رہیگی"۔

ہاں، وہاں اُنہوں نے آپ کو مزا چکھا دیا تھا" بریڈمین نے شرارت سے آنکھ مار کر کہا۔

"ممکن ہے۔ لیکن یہ بھی تو خیال کیجئے کہ اتفاقات کے اوپر منحصر کر دینا بہت دُشوار ہوتا ہے۔ جبکہ ہماری طرف یہ حالت ہو کہ بیڑے کو شکست ہو جانا جنگ میں شکست ہو جانے کے برابر ہے۔ ورآنحالیکہ دشمن ایسی بازی ہی نہیں لگاتا ہمیں جٹ لینڈ میں اسی مصیبت کا سامنا تھا۔ ہم شاہانہ جنگ کے خطرہ میں اندھا دھند نہیں کود سکتے تھے۔ لیکن اب تو ہمارا ہاتھ کھلا ہوا ہے اور برطانی بیڑے کا ہر شخص فیصلہ کن لڑائی چاہتا ہے"۔

"میں بھی اپنے دستہ کی طرف سے یہی اعلان کرتا ہوں" امیر البحر بریڈمین نے کہا۔

اور دونوں جہاز ران نقشہ کے اوپر جھک گئے۔

(۸)

اس خطرناک مہم اور عظیم الشان قربانی کا دن آپہنچا۔ جرمن

بیڑہ خلیج ہلیگولینڈ میں جمع تھا۔ اور نمودِ سحر سے تھوڑی ہی دیر بعد اپنے آخری خوفناک سفر پر روانہ ہوگیا۔ اس کی غوطہ خور کشتیوں نے دو دن کے عرصہ میں راستہ بالکل صاف کر دیا تھا۔ اس عالی شان صف بندی کے آگے آگے ہلکے کروزروں کے دو دستے تھے، جو بیڑے کے پردے کا کام دے رہے تھے۔ ان کے پیچھے دوہری قطار میں جنگی کروزر تھے ـــــ ڈرفلنجر، سیڈلٹز، مالٹکے اور فان ڈر ٹان ـــــ وہی پرانا دستہ، جس نے ابتک اسقدر سختیاں برداشت کی تھیں، اور ہر برطانی جہاز راں کے دل میں اپنا احترام پیدا کر چکا تھا۔ فان لیرٹ اس کا کمانڈر تھا۔ ان کی طاقت دیو قامت ہنڈن برگ کے اضافہ سے اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ کا جہاز میکنسن ابھی تک ناکارہ تھا۔ کروزروں کے پیچھے جنگی جہازوں کی عظیم الشان قطار تھی جن میں آگے آگے وہ طاقتور دستہ تھا، جو حال ہی میں بنکر تیار ہوا تھا ـــــ بے یرن، جس پر فان اسپیر کا جھنڈا لہرا رہا تھا، اور اپنے شہنشاہ کو اپنی پشت پر لئے ہوئے تھا، اور بیڈن، اور ڈو اور۔ یہ تمام بڑے جہاز پندرہ انچ والی آٹھ آٹھ توپیں لئے ہوئے تھے اور بائیس بحری میل فی گھنٹہ کی رفتار تھی۔ ان کے پیچھے چار کانیگ قسم کے جہاز تھے ـــــ کانیگ۔ گِس وسر گو فرسٹ۔ کران پرنز، اور مارک گراف ـــــ جن پر بارہ انچ والی دس دس توپیں تھیں پھر چار قیصر قسم کے جہاز تھے جو کانیگ قسم کے جہازوں کی طرح طاقتور، لیکن اُن سے زیادہ تیز رفتار تھے۔ ان کے پیچھے دیگر جہازوں کی بڑی قطار سمندر کے اُفق پر حدِ نظر تک پھیلی ہوئی نظر آتی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ دیو صف بصف چلے آرہے ہیں ـــــ فریڈرک ڈر گروش، اوسٹ فریز لینڈ، تھورنجن، ھلیگولینڈ، اولڈن بورگ، پوزن، اور کئی اور ـــــ بہت پرانے جہاز بھی، مثلاً ڈلیش لینڈ، اور شلسوگ ھالسٹین، جن پر چار چار بھاری توپیں چڑھی تھیں لیکن سولہ بحری میل فی گھنٹہ کی رفتار سے زیادہ نہیں چل سکتے تھے۔ سب کے پیچھے پیچھے تھے۔ اور اپنے ہمراہیوں کی قسمت میں شریک ہونے کے لئے ہانپتے کانپتے گھسٹتے چلے آرہے تھے۔ جلدی کی کوئی ضرورت نہ تھی، لہٰذا تمام بیڑہ خراماں خراماں آرہا تھا، درآنحالیکہ دونوں بازوؤں پر تباہ کن کشتیاں اچانک حملہ کی حفاظت کے لئے چکر لگا رہی تھیں۔ ان میں اُنہیں صرف جزئی کامیابی حاصل ہوسکی، کیونکہ پوزن پر ایک انگریزی غوطہ خور کشتی نے حملہ کیا۔ اور اُسے ڈوبتی ہوئی حالت میں بندرگاہ کو واپس چلا جانا پڑا۔ وہ غوطہ خور کشتی (م ۳۶) بھی سمندری توپوں کی گولہ باری سے بالکل تباہ ہوگئی +

اتحادی بیڑہ کو اپنی موعودہ ملاقات کے لئے صبح سے بہت پیشتر روانہ ہونا پڑا۔ اگر جرمن صف بندی کو خوفناک کہا جاسکتا ہے تو اس کو صرف ہیبت ناک کے لفظ سے متصف کیا جاسکے گا۔ ہلکے کروزروں اور تباہ کن کشتیوں کے بیشمار ہجوم کے علاوہ بیڑے کے ہراول کا رہنما لائن جہاز تھا جس کی پلیٹوں پر گذشتہ لڑائیوں کے نشانات ابھی تک موجود تھے۔ اس کے پیچھے ٹائیگر تھا، جس پر ریئر ایڈمرل مارٹن کا جھنڈا اُڑ رہا تھا۔ پھر آسٹریلیا اور پرنسس رائل تھے۔ ان سے بھی زیادہ خوفناک دو نئے جہاز تھے، جو اپنی مخصوص صفات کی بنا پر علیحدہ علیحدہ کام کرسکتے تھے۔ یہ ریناؤن اور ریپلس تھے، جن پر پندرہ انچ والی توپیں چڑھی ہوئی تھیں۔ اور بتیس۳۲ بحری میل کی حیرت انگیز رفتار کے مالک تھے۔ کروزروں کے پیچھے امیر البحر ٹامس کی کمان میں ہلکے جہازوں کا دستہ تھا، جس نے جٹ لینڈ کی لڑائی میں کارہائے نمایاں کئے تھے۔ اور تھوڑی دیر تک جرمن بیڑے کے ایک بڑے حصہ کی مسلسل گولہ باری کی زد میں رہا تھا۔ اس میں وہی پُرانے جہاز ـــــ

ملایا، وَیلینٹ، وار اسپائٹ، اور بَرھام ـــــ تھے البتہ کوئین الزبیتھ کا اضافہ ہوگیا تھا، اور پندرہ انچ والی توپیں رکھتے تھے۔ ان کے پیچھے دوہری قطار میں برطانی محکمہ بحری کا نیا مایۂ نازدستہ تھا ـــــ رَیملیز، ریزولیوشن، رایل سَوورین، رامِلیز اور رایل اوک ـــــ جس کی رفتار تیئس بحری میل تھی۔ اور ہر ایک جہاز پر پندرہ انچ والی آٹھ آٹھ توپیں چڑھی ہوئی تھیں۔ ان کے پیچھے چھ جہازوں کا وہ عالی شان امریکن دستہ تھا جن کے نام پیشتر تحریر کئے جا چکے ہیں۔ ان پر چودہ انچ والی توپیں چڑھی ہوئی تھیں۔ اور رفتار اکیس بحری میل فی گھنٹہ تھی۔ ان کے دودکشوں سے دھوئیں کے تاریک بادل نکل نکل کر یہ ظاہر کر رہے تھے کہ وہ کوئلے کی مدد سے چلنے والے جہاز ہیں۔ اس طرح علیحدہ علیحدہ دستوں کی صورت میں یہ عظیم الشان بیڑہ سمندر میں روانہ ہوا۔ اور سب سے پیچھے ایروپلین لیجانے والا وہ عجیب الخلقت دیو ہیکل جہاز فیوریَس تھا جو ایک بہت بڑی کشتیٔ نوح کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ ہر بازو پر محافظت کے لئے بہت دور دور تک بھاری کروزر انفلیکسِ ایبل، نیوزی لینڈ، انڈ امٹیبل وغیرہ تھے درآنحالیکہ ہلکے کروزروں اور تباہ کن کشتیوں کے غول چاروں طرف اُفق کی حد تک پھیلے ہوئے نظر آتے تھے۔ خلیج سے نکل کر بڑے بڑے جہاز چھ قطاروں میں کر دیئے گئے، اور یہ تمام پُرعظمت جلوس اٹھارہ بحری میل فی گھنٹہ کی رفتار سے مشرق کی طرف بڑھا +

سہ پہر کو دو بجکر تیس منٹ پر دو برطانی ہوائی جہازوں نے ایک جرمن زیپلن کو عرض البلد ۲۶°۴۹ رہ ہ اور طول البلد ۱۲°۱۱ رہ شرقی پر دیکھا اور اس پر ناکامیاب حملہ کیا۔ اس کا تعاقب کرنے پر انہوں نے اسکاوٹ (مخبر) کشتیوں کے گھنے ہراول کو دیکھا، جو جرمن بیڑے کے آگے آگے تھا۔ یہ خبر اتحادی بیڑے کے ہر جہاز میں لاسلکی کے ذریعہ سے پہنچا دی گئی۔ اور ان کو یقین ہوگیا کہ جرمنوں کی مبارزطلبی خالی خولی لن ترانی پر مبنی نہ تھی، بلکہ حقیقتاً وہ دن آپہنچا تھا جب ایک فیصلکن لڑائی اس طویل تصفیہ کا خاتمہ کر دیگی۔ ہر جہاز پر لڑائی کے جھنڈے بلند کر دیئے گئے، اور بیٹی نے کم رفتار جہازوں کے پیچھے رہجانے کے خوف کے باوجود، بیڑے کی رفتار بیس بحری میل فی گھنٹہ کر دی۔ تیز جنگی کروزر بیڑے سے علیحدہ کر کے پوری رفتار کے ساتھ آگے روانہ کر دیئے گئے۔ تاکہ اصل بیڑے کے پہنچنے تک دشمن کو روکے رکھیں۔ دن نہایت خوشگوار تھا، لیکن جنوب و مشرق کی سمت سے ایک تیز ہوا فضا میں تموج پیدا کر رہی تھی۔ کروزر اٹھائیس بحری میل فی گھنٹہ کی رفتار سے متلاطم موجوں کے درمیان گڑگڑاتے چیرتے پھاڑتے چلے جا رہے تھے، ان کا اگلا حصہ تقریباً پانی کے اندر تھا اور سمندر کی چھینٹیں اُڑ اُڑ کر ان کے دودکشوں تک پہنچ رہی تھیں دو بجکر چالیس منٹ پر یہ خبر آئی کہ ایک جرمن غوطہ خور کشتی نے ہلکے کروزر فیلٹن کو غرق کر دیا۔ چند منٹ بعد ہی انجام انکانس ممنٹ پھر معلوم ہوا کہ زیپلن کو اسکاوٹ جہاز ارتھوسا کی ہوائی توپوں نے تباہ و برباد کر دیا +

تین بجنے کے تھوڑی دیر بعد ملاحوں کو قہوہ کے ساتھ ہلکی غذا دی گئی اور لڑائی کے بگل بجا دیئے گئے۔ اس وقت اسکاوٹ (مخبر) کشتیوں سے خبریں بڑی کے ساتھ موصول ہو رہی تھیں اور گولہ باری کی آوازیں جنوب و مشرقی سمت سے متواتر آ رہی تھیں ہوائی جہاز ۲۰۴۲ فیوریَس جہاز سے اُڑا۔ اور جرمن بیڑے کے کل طول و عرض کا چکر لگا آیا۔ حالانکہ اس جاسوسی میں اس کا ایک بازو ٹوٹ گیا، تاہم جرمنوں کی پوری قوت کا اندازہ اس نے لاسلکی کے ذریعہ امیر البحر تک پہنچا دیا، جو مخبری کی مصائب اور مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوا۔ اس بیش بہا خدمت کی وجہ سے محکمۂ پرواز کے لفٹننٹ اُوگبور کا مراسلات میں بہت خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا تھا +

دونوں عظیم الشان بیڑے اب بڑی سرعت کے ساتھ ایک دوسرے سے قریب تر ہو رہے تھے، اور برطانی ہلکے کروزروں کا

جو تھا دستہ جرمن اسکاؤٹ جہازوں کے نویں دستہ سے دست و گریبان تھا۔ یہاں تک کہ جب اصلی برطانی بیڑہ گڑگڑاتا ہوا منظر جنگ پر نمودار ہوا ہے۔ تو تمام افق ان چھوٹے چھوٹے جہازوں سے منقوط نظر آتا تھا جن کا اکثر حصہ سمندر میں چاروں طرف گرنے والے گولوں کے دھوئیں میں چھپ کر نگاہوں سے پوشیدہ ہو جاتا تھا۔ چار بجے برطانی بھاری کروزروں کے دستہ کا نشان بردار جہاز جرمن جنگی کروزروں کے سردار ڈرفلنجر سے دست و گریبان ہو گیا۔ گویا لڑائی اب خاصی اچھی طرح شروع ہو چکی تھی ✦

(۹)

اور یہاں میں ٹھہر جاتا ہوں۔ کیا میرے پرواز تخیل کا انجام یہ ہونا تھا کہ میں اس جنگ عظیم کو اس بحری مہابھارت کو بیان کروں؟ اس کے برعکس کیا میرے رویا کا مقصد یہ نہ تھا کہ اس مایوس اور غزدہ انسان کے مختلف انجاموں کا نقشہ کھینچوں جو ایک ایسے دوراہہ پر کھڑا ہے جس کا ایک راستہ بے غرقی کی زندگی کی طرف رہبری کرتا ہے۔ اور دوسرے کی منزل شجاعانہ موت پر جا کر ختم ہوتی ہے؟ تاہم اس کا المناک انجام اس کہیں زیادہ پُر عظمت راستہ کے اسقدر اُلجھا ہوا ہے کہ میرا خواب دوسرے کی مدد کے بغیر پہلے سے بمشکل عہدہ برآ ہو سکا۔ لہذا اب میں سوائے ان تفصیلات کے جو تصویر کو حقیقت کا رنگ دینے کے لئے ضروری ہیں۔ باقی کو نظر انداز کر کے وہ واقعات لکھتا ہوں جو میری تخیل کی آنکھ نے دیکھے ہیں ✦

چونکہ فریقین محاربانہ داؤ پیچ کے بجائے حقیقتاً لڑنے کے متمنی تھے۔ لہذا ہلکے کروزروں کے دستے دشمن کی خبر دینے کے فرائض سے سبکدوش ہو کر ایک دوسرے پر انتہائی تندی کے ساتھ حملہ آور ہو گئے۔ اور پانچ ہزار سے لیکر سات ہزار گز کے دائرہ میں پرجوش محاربات کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہ چھوٹے چھوٹے جہاز آپس کی لڑائی میں اسقدر منہمک تھے۔ کہ وہ ان بڑے جہازوں کی طرف، جو ان کی کشمکش کے درمیان سے گزرتے تھے اور ان میں ایک ہی ضرب سے کسی ایک کو غرق کر سکتے تھے مطلق دھیان بھی نہ دیتے تھے۔ بحری لڑائی کا پرانا قانون جس کی رُو سے بڑے جہاز چھوٹے جہازوں پر گولہ باری نہ کر سکتے تھے، ابھی تک بر سر عمل تھا، لہذا اسکاؤٹ جہاز اپنے قضیات خود ہی طے کرنے کے لئے چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ لڑائی کے شروع میں جرمنوں کا پلہ بھاری رہا۔ کیوں کہ انکا توپخانہ کامل اور بے عیب تھا۔ اور ان کی تباہ کن کشتیاں بیباکی کے ساتھ لڑائی میں گھس جاتی تھیں۔ برطانیہ کے جہاز ٹربوننٹ، ڈریاڈ، کیلیوپ، ڈولفنگ اور لنکاسٹر سب کے سب گولہ باری یا تارپیڈو سے ڈوب گئے، اور آکھالیکا کا نزوان ڈوبتی ہوئی حالت میں بیڑے سے باہر کر دیا گیا۔ دوسری طرف اشٹیفن اور برلن جنگ کے شروع ہی میں ڈوب گئے تھے اور پلاؤ بیکار ہو چکا تھا۔ وقت گذرتا رہا اور برطانیہ کے تازہ دم ہلکے جہاز اور تباہ کن کشتیاں لڑائی میں آ کر شامل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ تعداد کا اور توپوں کا پلہ بھاری جرمنوں کی قوتِ برداشت سے متجاوز ہو گیا۔ اُن کے جہاز اسٹٹ گارٹ، موئچن اور فرینک فورٹ گولہ باری سے ڈوب گئے۔ اور برطانیہ کو صرف کارنووان کا نقصان اُٹھانا پڑا۔ جسے آخر کار سائیکلس برگ نے تارپیڈو سے غرق کر دیا۔ لڑائی گھمسان اور خونریز ہو رہی تھی۔ لیکن اس دن کا مقصد اصلی کچھ اور تھا۔ تباہ کن کشتیوں کے دستے دونوں طرف سے سیدھے دشمن کے بڑے بڑے جہازوں پر حملہ کے لئے بڑھتے اور درمیان میں باہم مقابل ہو کر ہر ایک یہ کوشش کرتا کہ دوسرے کو اس کی منزل تک نہ پہنچنے دے۔ لڑنے والے کتوں کی طرح جھاگ اور چھینٹوں میں آدھے چھپے ہوئے، وہ سمندر کو چیرتے چلے جاتے، اُن کے کنارے ایک دوسرے سے ٹکرا جاتے اور اُن کی توپوں کے شعلے مخالف جہاز کے رنگ و روغن کو اُڑا دیتے

تباہ شدہ جہازوں کے جلتے ہوئے تختے ہر طرف تیرتے نظر آتے تھے۔ کیونکہ تیل کے ذخائر ہر مضروب جہاز کو اُس کے ملاحوں کو چتا کی شکل میں تبدیل کر دیتے تھے ــــ مبارز فریقین کے لئے جو بحری قزاقوں کی نسل سے تھے، یہی کفن دفن سب سے زیادہ مناسب تھا۔ بعض تباہ کن کشتیاں، جرمن یا برطانی جہازوں کے ہجوم میں سے اپنا راستہ اُبھر کر نکال لیتی تھیں، اور کسی بڑے جہاز پر حملہ کرنے میں کامیاب ہو جاتی تھیں۔ جس کا صلہ مخالف کی کامل تباہی کی صورت میں انہیں مل جاتا تھا۔ انگریزی جہاز عاشال مُورو پر جٹ لینڈ کی طرح دوبارہ حملہ کیا گیا۔ اور اس مرتبہ وہ اپنے تمام ملاحوں کے ساتھ سمندر کی تہہ میں چلا گیا آورسا ین کو بھی سخت نقصان پہنچا۔ اور ریکا ربو کر جنگ سے باہر ہو گیا۔ نیو یارک اور سا لیناؤن پر بھی حملہ کیا گیا۔ لیکن انہیں اپنے پشتوں کی مضبوطی کی وجہ سے زیادہ نقصان نہیں پہنچا، اور ان کے معمولی سامانِ جنگ نے چھوٹے سے بہادر حملہ آور کو پسپا کر دیا۔

جرمن بیڑے کو انگریزی بیڑے سے بھی زیادہ نقصان اُٹھانا پڑا۔ کپتان نان ہیز کے جہاز ڈر فلنجر کے پشتہ میں ایک بہت بڑا سوراخ ہو گیا۔ اور وہ ڈوب گیا۔ قیصرین اور گروسر کر فرسٹ بھی ڈوب گئے اور اولڈ نبرگ ناکارہ ہو گیا۔ ایک امریکن دستے نے جو کپتان کُفنل کے ماتحت تھا۔ اس کام میں امتیاز حاصل کیا۔ دونوں طرف مقتولین و مجروحین کی کوئی خبر نہ لی جاتی تھی۔ اُنہیں خود ہی اپنی دیکھ بھال کرنی پڑتی تھی، کیونکہ لڑائی کا خونریز منظر دوسروں کو اپنے اپنے کام کی طرف متوجہ کئے ہوئے تھا۔

بٹین نے اپنے خاص بیڑہ کو دونوں بازوؤں کی طرف اس اُمید میں پھیلا دیا تھا کہ ہر جرمن جہاز کے ہر ایک طرف ایک اتحادی جہاز ہو جائے۔ لیکن نان اسپیر نے اس خطرہ کے انسداد کے لئے فی الفور اپنی صف بندی توڑ کر جہازوں کو دوہری قطار میں کر لیا اب گولہ باری کی برابر کی لڑائی تھی، جو سترہ ہزار گز کے فاصلہ سے شروع ہو کر اس وقت بند ہوئی جب دیوؤں کے دونوں لشکروں کے درمیان صرف بارہ ہزار گز کا فاصلہ رہ گیا۔ دونوں بیڑے ایک دوسرے کے متوازی بڑھ رہے تھے۔ اور کسی ماہرانہ نقل و حرکت کی ضرورت سوائے اُس وقت کے نہ تھی، جب کسی جہاز کو دشمن کے گولہ کا نشانہ خطا کرنے کی وجہ سے اِدھر اُدھر بچنا پڑتا تھا۔ جرمن گولہ انداز اپنے کام میں زیادہ ماہر اور نشانہ لگانے میں زیادہ چست و چالاک تھے۔

لیکن اس کے مقابلہ میں برطانی توپیں زیادہ بھاری اور زیادہ ضرر رساں تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ کثرت تعداد کا پلہ بھاری رہا۔ جرمن بیڑے کے جہاز یکے بعد دیگرے شعلوں اور دھوئیں کی نذر ہو رہے تھے۔ برطانیہ نے جٹ لینڈ کی لڑائی سے سبق حاصل کر لیا تھا۔ اور حالانکہ جرمنوں کی نئی پندرہ انچ والی توپوں کے بھاری گولے توپخانہ کے بُرجوں کی چھتوں پر متواتر آ آ کر لگ رہے تھے۔ اور گولہ اندازوں کا قتل عام کر کے توپخانہ کو بیکار کر جاتے تھے۔ تاہم اب ان کے مہلک شعلوں کے لئے کوئی راستہ باقی نہ رہا تھا، جو بارود خانہ تک پہنچ کر جہاز کو اُڑا دیتے تھے۔ عرشہ کی حفاظت بہرحال ابھی تک دونوں طرف بہت کمزور تھی۔ اور ان جہازوں کی تباہی کی سب سے بڑی وجہ وہ متواتر گولہ باری تھی، جو جہاز کی تہہ تک توڑ کر رکھ دیتی تھی۔ یہی انجام بہت سے جرمن جہازوں کا ہوا۔ اور یہی انجام ٹائیگر، فلیکس ایبل، فلاریاڈا، رامیلیس اور کاننگ وڈ کا ہوا، جو بیشتر کوئین میری کا ہو چکا تھا۔

ایک بھوری شکل، بھورے لباس میں ملبوس، گھٹنوں سے نشان بردار جہاز کے قریب کھڑی تھی۔ یہ قیصر تھا۔ ایک بہت بڑی طاقت کی دوربین اس کے ہاتھ میں تھی۔ جس کی مدد سے وہ تمام خوفناک منظر کا نظارہ کر رہا تھا۔ ساعت بہ ساعت وہ دیکھتا رہا۔ اور محسوس کرتا رہا کہ کس قدر مہیب بلا زمین پر نازل ہوئی ہے۔ ایک ہی نسل اور ایک ہی معاشرت کے لوگ، ایک ہی شمالی فرقہ کی اولاد کے لوگ، اس ہیبت ناک کشمکش میں مبتلا ہیں، جس کا خاتمہ صرف موت

پر ہو سکتا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس وقت قیصر کے خیالات کیا تھے؟

اچانک اس کو اپنے باپ کا خیال آیا، اس بارعب شفیق سنہری داڑھی والے دیو قامت انسان کا، پھر اُس انگریزی خاتون کا، جو اُس کی ماں تھی۔ ہاں! خود اس کی رگوں میں آدھا خون اسی قوم کا دوڑ رہا تھا، جو سامنے والے بھورے رنگ کے جہازوں سے اس کے خلاف برسر پیکار تھی۔ آخر کن غیر معمولی وجوہات کی بنا پر کن منحوس واقعات کے سبب سے یہ بات ہوئی تھی کہ وہ اس وقت ان کے خلاف خونریز جنگ و جدل میں مبتلا تھا؟ آخر اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جب جرمن صنعت و حرفت پیشتر ہی سے اپنی بہترین صناعی کی بدولت دنیا کو فتح کر رہی تھی، اور اپنی نو آبادیات سے کرۂ ارض کو محصور کئے ہوئے تھی؟ ماضی کے واقعات پر نگاہ دوڑانا اب فضول اور لغو تھا۔ اس قدر عرصہ پیشتر، جس کو کئی سال گزر گئے، ایک غلط راستہ اختیار کیا گیا تھا، اور یہ ہے وہ منزل، جس کی طرف اُس نے رہنمائی کی۔ یہ دیوتاؤں کے شفق کی رنگینی تھی، جو نسلِ انسانی کی تاریخ میں سب سے زیادہ خوفناک شے ہے۔ لوگ اسے ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ تاہم وہ جانتا تھا کہ قسمت کے ہاتھوں میں اُس کی حیثیت ایک کھلونے سے زیادہ نہ تھی۔ جو ازل سے مقرر کردہ اصول کے تحت لامحالہ اسی وحشت خیز راستہ پر آگے بڑھ رہا تھا، لیکن پھر کون ذمہ دار تھا؟ —— اس کی ذمہ داری کسی نہ کسی کے سر ہونی لازمی تھی۔ کیا وہ ہاتھ ذمہ دار تھا، جس نے سرویہ کے خلاف احمقانہ اعلانِ جنگ کا مسودہ تیار کیا تھا؟ یا زار روس، اور اُس کی قبل از وقت فوجی نقل و حرکت؟ یا فان ٹرپز، اور اُس کی عظیم الشان بحری تجاویز، جو آج اپنا المناک انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہیں؟ یا فان شلیفن اور اُس کی بلجیم کی حدود میں سے عساکر لے جانے کی تجویز، جس کی وجہ سے انگلستان کا شریکِ جنگ ہونا لازمی تھا؟ یا اس کا ماموں ایڈورڈ ہفتم، جو اس کی طرف سے حد درجہ بدگمان رہا؟ یا اس کے صدر الصدور کا فعل، جب ۱۹۰۲ء میں اس نے نہایت حقارت کے ساتھ انگلستان کی باہمی تجویز کو مسترد کر دیا تھا؟ اس کے ماؤف دماغ میں یہ تمام واقعات اس روح فرسا انجام کے ساتھ کچھ نہ کچھ تعلق رکھتے ہوئے نظر آتے تھے۔ اس کے قدموں پر ایک مجروح نعش پڑی ہوئی تھی، جس کے خون نے اس کے لانبے جوتوں کو گلنار بنا دیا تھا، اس کے بھورے لبادے کے دامن پر اپنی اطاعت شعاری کے داغ ثبت کر دیئے تھے۔ یہ اس کا وفادار ایڈی کانگ سیگور ٹوفان ان تھا، جو اپنے قول کے مطابق موت کے لمحہ تک صادق اور سچا ثابت ہوا۔ اور یہ کچلی ہوئی ٹکڑے ٹکڑے لاش بے وقت موت، جب شباب اپنی پوری اُمنگوں کے ساتھ اپنے زریں عہد میں سے گزرتا ہوتا ہے، ایک نمونہ تھی اُن ایک کروڑ دوسری لاشوں کا، جن کے لئے تمام دنیا اسے ذمہ دار ٹھہرا رہی تھی۔ اُس کی قوتِ متخیلہ اُس کی نگاہوں کو ایسے ہی زہرہ گداز مناظر پیش کر رہی تھی، اور وہ کانپ کانپ کر لرز لرز کر رہ جاتا تھا۔ اس وقت فان آسپیر کی آمد نے اس کے خیالات کے سلسلہ کو منقطع کر دیا۔ امیر البحر کا شانہ ایک کرچ لگنے کی وجہ سے زخمی ہو گیا تھا، اور اس کا چہرہ سفید اور اُترا ہوا نظر آ رہا تھا۔

"کیا کیفیت ہے اب، امیر البحر؟" شہنشاہ نے سوال کیا۔

"بیڑے میں سے ہم نو جنگی جہاز اور چار بڑے کروزر ضائع کر چکے ہیں۔ ھنڈن برگ ابھی ڈوبا ہے۔ خود ہمارے جہاز کے توپوں والے دو برج گولہ باری سے اُڑ چکے ہیں۔ اور ایک اگلے برج کی چھت غائب ہو گئی ہے۔ یعنی ہماری صرف دو توپیں اپنا کام کر رہی ہیں۔ ہم، جیسا کہ عالی جاہ ملاحظہ فرما سکتے ہیں، دونوں سے آگ میں گھرے ہوئے ہیں، اور دود کش کا بھی صرف ایک حصہ باقی رہ گیا ہے۔ انجن میں پانی بھر چکا ہے، اور آگ جلانے والے

ڈوب رہے ہیں۔ ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے"۔

"اور انگریز؟ میں نے اُن کے بھی بہت سے جہاز ڈوبتے دیکھے ہیں"۔

"اس وقت لڑائی کا محاذ پندرہ میل تک پھیلا ہوا ہے بہت سی ہوائیاں بھی چھوڑی گئی ہیں۔ لیکن اغلب یہ ہے کہ اُن کے بھی اسیقدر جہاز ڈوب چکے ہیں، جتنے ہمارے"۔

"اور اب کیا؟"

"اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے"

"اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم آخر دم تک لڑتے جائینگے"۔

اس وقت ایک ادنیٰ افسر ایک پیغام لئے ہوئے دوڑتا ہوا آیا۔

"تاروں کا سلسلہ ٹوٹ گیا ہے، جناب والا!" اس نے سلام کے بعد بلند آواز سے کہا۔ "لہذا مجھ سے کہا گیا کہ میں خود اس کو آپ تک پہنچادوں"۔

امیر البحر نے لفافہ پھاڑ کر خط نکالا، اور کہنے لگا۔

"بیٹی کی طرف سے ایک لاسلکی پیغام ہے۔ لکھا ہے کہ:-

"آپ کی غیرت اور عزت کو اب اطمینان کلی حاصل ہو چکا ہوگا۔ بلاشبہ کوئی شخص اس سے زیادہ نہیں کر سکتا۔ اب یہ فضول قتل عام کس واسطے ہے؟ آپ کے پاس صرف پانچ جہاز ایسے باقی ہیں جو لڑ سکتے ہیں۔ میں دور سے ہی آپ کو محصور کر سکتا ہوں۔ اور اس طرح آپ کو اتنے فاصلہ سے ڈبو سکتا ہوں، جہاں تک آپ نہیں پہنچ سکتے۔ لیکن میں بہادر آدمیوں کو اس طرح مارنے سے نفرت کرتا ہوں۔ اپنی عزت اور یقینی شکست کا اعتراف کر لیجئے اور اپنا جھنڈا گرا دیجئے"۔

"ہرگز نہیں!" شہنشاہ نے کہا۔

"ہرگز نہیں!" امیر البحر نے دُہرایا۔

لیکن اسی وقت وہ حادثہ وقوع پذیر ہوا۔ جس نے معاملہ کا تصفیہ کر دیا۔ بعض کا قول ہے کہ یہ ایک ساتھ کی گولہ باری ڈیفلا وین نے کی، اور بعض کہتے ہیں کہ لائن نے۔ بہرحال آٹھ میں سے چار گولے سیدھے سے تیرن کے عرشہ پر آ گرے اور بارود خانہ تک پہنچ گئے۔ ایک دھماکے کے ساتھ قوی ہیکل جہاز پُرزے پُرزے ہو گیا۔ اس صدمہ کے وقت اس بات سے آگاہ ہو کر کہ مستقبل کے چند لمحات کیا انجام لانے والے ہیں، شہنشاہ اور امیر البحر نے پُرنم آنکھوں کے ساتھ ہاتھ ملائے۔ بہت سے زندہ بچے ہوئے لوگوں نے اس آخری سلام کو دیکھنے کی شہادت دی ہے۔ یہ جرمنی کے شاہی خاندان اور جرمنی کے محکمۂ بحری کی آخری ملاقات تھی۔ عین اسیوقت جنوبی اُفق کا دامن بہت سے بسرعت آنے والوں جہازوں کے دھوئیں سے چاک ہو گیا۔ چھوٹے جہازوں کا رسالہ دستہ تازہ دم اور کمربستہ چلا آ رہا تھا۔ یہ جنگ کا اختتام تھا۔

(۱۰)

اس رات کو جب سورج ڈوب چکا تھا۔ اور صرف ایک سُرخ روشنی مغرب میں چھوڑ گیا۔ برطانی امیر البحر اپنے جہاز پر کھڑا ہوا ہولناک جنگ کے منظر پر فتحمندانہ لیکن حسرت بھری نظریں ڈال رہا تھا۔ ہر طرف تباہ شدہ جہازوں کے ٹکڑے آگ کے شعلوں کی نذر ہوتے نظر آتے تھے۔ اور لوگ بکھرے ہوئے تختوں پر یا امدادی گھرنائیوں پر تیر رہے تھے۔ تیز رفتار تار پیڈو کشتیاں اِدھر سے اُدھر لوگوں کی جانیں بچانے کا فرض انجام دیتی پھر رہی تھیں۔ امیر البحر بیٹی خستہ و ماندہ اپنے جہاز کے عرشہ پر کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ ردِّعمل کے انعکاس کی تمام تاریکیوں کا مرقع معلوم ہو رہا تھا۔

"کیا میں یہ تجویز پیش کر سکتا ہوں، جناب والا!" اس کی

دائیں طرف سے ایک بڑے افسر نے کہا "کہ ہم اس بڑے کو ہمدردی اور احترام کا پیغام ارسال کردیں ؟"

"اس بیڑے میں سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے، اس کو؟" بیگن نے غمزدہ انداز میں تسکرا کر کہا "میں سنتا ہوں کہ ان کا شہنشاہ بھی ان کے نشان بردار جہاز کے ساتھ غرق ہوگیا۔ مُرڈوک، میرا خیال یہ ہوگا کہ ہم اپنے جھنڈے ایک بہادر آدمی کے اعزاز میں بلند کردیں"

(۱۱)

یہ تھا میرا خواب تہدیلی انتخاب کے متعلق۔ تاہم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قسمت اس سے زیادہ عقلمند ثابت ہو اور سطح زمین کا راستہ بہ نسبت پہاڑ کی چوٹیوں کے راستہ کے زیادہ بہتر نکلے ◆

(ماخوذ بہ معذرت)

انیس الدین احمد رضوی
ایم۔اے (علیگ)

بھول جا

بھول جا! اُس دن کو جس دن اُس نے اپنی نیم باز آنکھوں سے تجھے دیکھا اور تجھ پر بجلیوں کی بارشیں کیں اور تیرے دل میں ایک نہ مٹنے والی خلش پیدا کرکے روپوش ہوگئی ◆

جب اُس نے اپنی مسحور کن اور سامعہ نواز موسیقیوں سے ترنّم ریزیاں کرکے تیرے دل کے تاریک گوشوں کی ساکن فضاؤں میں ایک ہلکا مگر درد آمیز ارتعاش پیدا کیا تھا۔ اُس وقت کو اور اُس گھڑی کو جب محبّت کی تباہ کن ابتدائی چنگاریاں ایک غیر محسوس طریق پر تیرے صبر و شکیب اور آرام و سکون کے خرمنوں میں پھینکی گئی تھیں۔ بھول جا۔ کیونکہ اُس کی بے نیازیاں تیری نیاز مندیوں سے بے نیاز ہیں ◆

آہ! وہ لمحہ جو بظاہر تیری موت مگر حقیقتاً تیری حیات کی ابتدا تھا۔ اور وہ ساعت جبکہ تیری نگاہِ شوق بے تابانہ اُسکی سانولی صورت کی طرف دوڑتی تھی۔ ان سب کو بھول جا۔ اور اُس کی آستاں بوسیوں کا خیال چھوڑ دے۔ کیونکہ اُس کا آستاں تیرے شوق کی ناصیہ فرسائیوں سے بے نیاز اور بلند و بالا ہے ◆

بھول جا! ہاں، ہاں، بالکل بھول جا! آغازِ اُلفت کے اُن خوشگوار واقعات کو جن کی خیالی تصاویر یکے بعد دیگرے تیرے سامنے سے گزر رہی ہیں ◆

تیری بے چینیوں اور بے قراریوں کا جواب اب اُس کا تغافل اور بے پروائیاں ہیں ◆

"سلطان محمد"
سشن کورٹ۔ انبالہ

اُونہہ

(از مولانا مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب دہلوی)

خدا اس "اُونہہ" سے بچائے جس کی زبان پر آیا اُس کو تباہ کیا۔ جس گھر میں گھسا اُس کا ستیاناس کیا اور جس ملک میں پھیلا اُس میں گدھے کے ہل چلوا دیئے۔ ثبوت درکار ہو تو دنیا کی تاریخ اُٹھا دیکھ لو کہ اس "اونہہ" نے زمانے کے کیا کیا رنگ بدلے ہیں۔ جنرل گروشی کو نپولین حکم دیتا ہے کہ انگریزوں کی فوج کے پیچھے ابھی پہنچ جاؤ۔ اور پو پھٹنے سے پہلے پشت پر دباؤ ڈالو۔ میں سامنے سے حملہ کرتا ہوں۔ بلیوشر کے آنے سے پہلے اس فوج کو رگڑ ڈالیں گے جرنیل گروشی "اونہہ" کر دیتا ہے۔ صبح نو بجے ناشتہ سے فارغ ہو کر روانہ ہوتا ہے۔ واٹرلو کی لڑائی نہ صرف یورپ بلکہ ساری دنیا کا نقشہ بدل دیتی ہے +

ہندوستان میں بھی اس "اونہہ" کا کچھ کم زور نہیں رہا ہے۔ نادر شاہ چڑھا چلا آ رہا ہے۔ محمد شاہ بادشاہ رنگ رلیاں منا رہے ہیں۔ پرچہ لگتا ہے کہ نادر لاہور تک آ گیا۔ بادشاہ سلامت "اونہہ" کر دیتے ہیں۔ جس کا فارسی ترجمہ تاریخوں میں "ایں دفتر بے معنی غرق مے ناب اولیٰ" کیا گیا ہے۔ لیجئے ان کی ایک "اونہہ" سے دلی لٹ جاتی ہے۔ خزانہ خالی ہو جاتا ہے تخت طاؤس اُڑ جاتا ہے۔ مرہٹے بڑھتے آ رہے ہیں۔ دہلی پر قبضہ کر کے کنج پورہ لوٹ لیتے ہیں۔ احمد شاہ ابدالی کو خبر ہوتی ہے۔ وہ بدلہ لینے چلتا ہے۔ ہلکر اور سیندھیا دونوں ہلکر بھاؤ کو سمجھاتے ہیں کہ توپخانہ ہمیں چھوڑ دو۔ ہلکے پھلکے ہو کر مقابلہ کرو۔ آمنے سامنے کی لڑائی ابدالی سے مشکل ہے۔ بھاؤ "اونہہ" کر دیتا ہے۔ اس "اونہہ" کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سلطنت ہند کا جو خیال مرہٹوں کو تھا وہ پانی پت کی لڑائی سے خواب ہو جاتا ہے +

پہلے تو جو کچھ تھا وہ تھا۔ آجکل اس "اُونہہ" کا ہندوستان میں بڑا زور زور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کے انتظام کا اونٹ کسی کروٹ نہیں بیٹھتا۔ ادھر رعایا کے مطالبات پر گورنمنٹ نے "اونہہ" کی اور ادھر اس "اونہہ" کا جواب بم سے ملا۔ ذرا گورنمنٹ کے انتظام پر رعایا نے "اونہہ" کی اور اس "اونہہ" پر مشین گن کی گولیاں برس گئیں۔ رعایا کی حالت دیکھو تو یہاں بھی اسی "اونہہ" کے نتیجے موجود ہیں۔ مسلمان مسلمان میں جھگڑا۔ ہندو ہندو میں جھگڑا ہندو مسلمان میں جھگڑا۔ شمال جنوب میں جھگڑا۔ مشرق مغرب میں جھگڑا۔ یہاں تک کہ زمین آسمان میں جھگڑا۔ اگر یہاں "اونہہ" کا کچھ عرصہ یونہی اور زور رہا تو سوراج ملنا کیا۔ غلامی بھی نصیب ہونی مشکل ہے +

ملک کے بعد اب جلسوں کی کیفیت دیکھو تو وہاں بھی یہی رنگ نظر آئے گا۔ ممبر ہیں کہ بنے ٹھنے گدّے دار کرسیوں پر رونق افروز ہیں۔ اسپیکر جوش میں بہہ کر کہیں سے کہیں نکلے جا رہے ہیں۔ ممبروں نے تھوڑی دیر یہ بے سلسلہ گفتگو سنی اور "اونہہ" کہہ کے آنکھیں بند کر لیں۔ لیجئے ان کے لئے تو جلسہ کی کارروائی ختم ہو گئی جو ممبر ذرا آنکھیں کھولے بیٹھے ہیں۔ وہ بلاٹنگ پر پھول پتے یا گدھے اور آدمیوں کی تصویریں بنا رہے ہیں۔ کوئی ان بھلے آدمیوں سے پوچھے کہ حضرت یہاں آپ سونے اور تصویریں بنانے آئے ہیں۔ یا ملک کے لئے کچھ کام کرنے۔ ووٹ لینے کا وقت آیا اور اُنہوں نے بے سوچے سمجھے مخالفت یا موافقت میں ہاتھ اُٹھا دیا۔ اُن کو نہ یہ معلوم

کرنے کی ضرورت کہ اس مضمون پر کیا بحث ہوئی۔ اور نہ یہ جاننے کی حاجت کہ حالات کے لحاظ سے تردید کرنی چاہیئے یا تائید۔ یہ تو صرف "اونہہ" کرنے اور ہاتھ اٹھانے آئے تھے۔ اس فرض کو پورا کر دیا۔ اب جلسہ کرنے والے جانیں اور اُن کا کام جانے ختم جلسہ پر ان لوگوں سے پوچھو تو انشاء اللہ نوّے فیصدی "اونہہ" سے جواب دیں گے۔ جس کے یہ معنے ہوئے کہ جلسہ بیکار، اسپیکر بے وقوف اور سننے والے گدھے"۔

طالب علموں کو دیکھو تو "اونہہ" کا زور سب سے زیادہ انہی میں پاؤ گے۔ سال بھر کھیل کود میں گزار دیا۔ امتحان کا خیال آیا تو "اونہہ" کر دی یعنی کل سے پڑھیں گے "آخر یہ "اونہہ" یہاں تک کھینچی کہ امتحان آ گیا۔ فیل ہوئے۔ اس فیل ہونے پر بھی "اونہہ" کر دی۔ یہ "اونہہ" بہت ہی بامعنی ہے۔ اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ باپ زندہ ہیں۔ کھانے پینے اور اُڑانے کو مفت ملتا ہے۔ اگر وہ بھی مر گئے تو جائداد موجود ہے۔ قرضہ دینے کو ساہوکار تیار ہیں۔ پھر پڑھ لکھ کر کیوں اپنا وقت ضائع کریں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ ابھی ہماری عمر ہی کیا ہے۔ صرف اٹھارہ برس کی ہے اگر مڈل کے امتحان میں دو چار دفعہ فیل ہو چکے ہیں تو کیا ہرج ہے تیس سال کی عمر تک بھی انٹرنس پاس کر لیا۔ تو سفارش کے بل پر کہیں نہ کہیں جُٹ ہی جائیں گے۔ یا کم سے کم ولایت جانے کا قرضہ تو ضرور مل جائے گا۔ اور ذرا کوشش کی تو بعد میں معافی بھی ہو سکے گا +

اس فیل ہونے پر ادھر انہوں نے "اونہہ" کی اور اُدھر ماں باپ نے "اونہہ" کی۔ اس صورت میں "ابا" اور "اماں" کی "اونہہ" کا دوسرا مطلب ہے۔ یعنے یہ کہ "بچہ" ابھی فیل ہوا ہے۔ دل ٹوٹا ہوا ہے۔ ذرا کچھ کہا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ رو رو کر جان ہلکان کر لے۔ یا کہیں جا کر ڈوب مرے۔ غرض اس "اونہہ" نے صاحبزادہ صاحب کی تعلیم کا خاتمہ بالخیر کر دیا +

گھر والی کی "اونہہ" سب سے زیادہ خطرناک "اونہہ" ہوتی ہے۔ کسی ماما پر خفا ہو رہی ہیں۔ وہ برابر جواب دیئے جاتی ہے یہ "اونہہ" کر کے خاموش ہو جاتی ہیں۔ لیجئے نوکر شیر ہو گئے۔ گھر کا سارا انتظام درہم برہم۔ خود ان کے اختیارات سلب۔ گھر کی حکومت ان سے چھین ماماؤں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ کوئی چیز چوری گئی۔ بیگم صاحبہ نے اِدھر اُدھر ڈھونڈھا۔ کچھ تھوڑا بہت غُل بھی مچایا۔ آخر "اونہہ" کر کے بیٹھ گئیں۔ اب کیا ہے پٹاری میں سے کتھہ چھالیہ غائب۔ خرچ کی صندوقچی میں سے روپے پیسے غائب۔ صندوقوں میں سے کپڑے غائب۔ غرض رفتہ رفتہ سارے گھر کا صفایا ہو گیا۔ ماما نے کوئی رکابی توڑ ڈالی۔ شکایت ہوئی۔ انہوں نے وہی اپنی "اونہہ" کا استعمال کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں الماری کے پیچھے سے شیشے اور چینی کا اتنا ٹوٹا ہوا سامان نکلا کہ خاصے کئی صندوق بھر جائیں۔ بچوں نے کوئلے سے دیواروں پر لکیریں کھینچیں۔ دروازوں پر پنسل سے کیڑے کوڑے بنائے پہلے تو یہ تھوڑی بہت بگڑیں۔ پھر "اونہہ" کر کے چپ ہو گئیں۔ اب جا کر دیکھو تو تھوڑے دنوں میں تمام مکان نقش و نگار سے "غیرت دہ غارہائے اجنٹہ" ہو گیا +

اب رہے میاں۔ تو ان کی "اونہہ" سب سے زیادہ تیز ہے۔ بیوی کسی بات پر بگڑیں۔ میاں "اونہہ" کہکر باہر چلے گئے۔ اب نہ تو میاں کی کوئی عزت نوکروں میں رہی اور نہ بیوی کی نگاہ میں ماما نے پندرہ دن میں دس روپے کی لکڑیاں جلا دیں۔ میاں کو غصہ آیا۔ اور کیوں نہ آتا۔ محنت کی کمائی اس طرح جلتی دیکھ کر کیوں دل نہ جلے۔ کچھ بڑبڑائے۔ بیوی کی طرف امداد کے لئے دیکھا۔ انہوں نے "اونہہ" کر دی۔ ماما نے یہ رنگ دیکھ دوسرے پندرہواڑے میں بیس روپے کی لکڑیاں پھونک دیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میاں بیوی کی یہ "اونہہ" بعض دفعہ وہ کام کر جاتی ہے۔ جو بڑے سے بڑے افلاطون صلاح کار بھی نہیں کر سکتے۔ بیوی کو غصہ آیا۔ میاں

نے "اونہہ" کر دی۔ چلو لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ میاں کسی بات پر بگڑے بیوی نے "اونہہ" کر دی۔ میاں کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اگر "اونہہ" کی بجائے جواب دیا جاتا تو میاں گھر چھوڑتا اور بیوی کو اپنے میکہ جانا پڑتا۔ ہے یہ کہ ہندوستان کے بہت سے گھر اس "اونہہ" ہی نے بچا رکھے ہیں ٭

ہر معاملہ کی دو ہی صورتیں ہیں۔ فتح یا شکست۔ اور دونوں صورتوں میں "اونہہ" نقصان دہ ثابت ہوتی ہے بشکست پر جس نے "اونہہ" کی۔ اُس نے گویا شکست کو شکست نہ سمجھا ایسی شکل میں وہ تلافی کی کیا خاک کوشش کریگا۔ جس نے فتح پر "اونہہ" کی اُس نے گویا اپنی ہمت کی قدر نہیں کی۔ وہ آج نہیں ڈوبا۔ تو کل ڈوبے گا۔ دنیا میں وہی لوگ کچھ کر سکتے ہیں۔ جو فتح کو فتح اور شکست کو شکست سمجھیں۔ اب رہے "اونہہ" والے۔ جو لاپروائی سے شکست اور فتح کو برابر سمجھتے ہیں۔ ان کا بس خدا ہی مالک ہے۔ دنیا سے اگر مٹ نہ جائینگے تو کم سے کم جوتیاں ہمیشہ ضرور کھائیں گے ٭

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں اس "اونہہ" کے مسئلہ ارتقا سے کچھ بحث بھی کر دی جائے۔ اور یہ بتایا جائے کہ یہ پہلے کیا تھا اور کیا سے کیا ہو گیا۔ ہم لوگ تقدیر بلا تعلق تدبیر کے قایل ہو گئے ہیں۔ اور اس یقین سے ہم کو یہ فائدہ پہنچا ہے کہ کوئی ذمہ داری ہم پر باقی نہیں رہی۔ اس لئے ہماری کوشش ہمیشہ یہ رہی ہے کہ اس خالص تقدیر کے مدارج جتنے بڑھائے جا سکتے ہیں۔ اُتنے بڑھا دیں۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ صفت کے تین درجہ ہوتے ہیں۔ اس لئے پہلے تو ہم نے اس تقدیر کو ان تین درجوں پر لیجا کر صبر رضا اور تسلیم تک پہنچایا۔ لیکن اس سے بھی جب ہماری سیری نہیں ہوئی تو چوتھا درجہ "اونہہ" کا نکالا۔ تقدیر خالص کا یہ وہ آخری زینہ ہے جہاں اتنا بھی خیال آتا کہ ہم نے اس معاملہ میں تسلیم سے کام کیا ہے گناہ کبیرہ سمجھا جاتا ہے۔ ہماری ہمتوں کی تعریف کرنی چاہئے۔ کہ ہم اس آخری زینہ کو بھی طے کر چکے ہیں۔ اور اگر زمانہ کی یہی حالت رہی تو تھوڑے ہی دنوں میں اس "اونہہ" سے بھی کوئی اونچا مقام نکالکر وہاں پہنچنے کی کوشش کرینگے۔ اور انشاء اللہ ضرور کامیاب ہونگے ٭

میری طرف سے کوئی ہندوستان کے لیڈروں کو سنا دے کہ سوراج حاصل کرنا ہے تو پہلے اپنے بھائیوں میں سے اس "اونہہ" کو نکالو۔ اس کے بعد ہندوستان کیا ساری دنیا تمہاری ہے۔ اگر یہ نہیں ہو سکتا تو خواہ مخواہ چیخ چیخ کر کیوں اپنا گلا پھاڑتے ہو۔ ہم "اونہہ" کر دیں گے اور تم چیختے چیختے مرجاؤ گے ٭

(دکن پنچ)

فرحت اللہ

ادب لطیف

اے سکھی! تو نے کبھی مجھ سے کوئی بات نہیں چھپائی۔ ہائے تجھے کیا معلوم تیری اس عادت نے آج مجھے کتنا دکھ دیا۔ تو ہنس اور سنکر مجھ بتا کس سے محبت کرتی ہے میری آنکھوں سے پردہ اٹھ گیا۔ میرے بھولے بھالے دل نے سمجھ رکھا تھا وہ میرا اور صرف میرا ہی ہے سکھی تو نے میرا دل توڑ دیا۔ گر میں تجھے الزام نہیں دیتی تجھ سے میں نے بھی کبھی راز دل نہ کہا تھا ٭ اے خدا! میں نے کتنی راتیں رو رو کر کاٹیں۔ مگر اس رونے میں شکوہ تھا۔ کیونکہ اُمید کا دیا میرے دل میں ٹمٹماتا تھا۔ مگر اب...... اے سکھی تیری ایک بات نے میری اُمید کا دیا گل کر دیا۔ اور زندگی کی خوشیاں تاریک ٭

"ثروت"

لیلیٰ کے خطوط

(مشہور ادیب جناب قاضی عبدالغفار خاں صاحب کے قلم سے)

[ان صفحات میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ کچھ بہت تشریح و توضیح کا محتاج نہیں۔ کوشش کی گئی ہے کہ ہندوستان کے مصلحین قوم اور مذہبی رہنما، عورت کے متعلق اپنی غفلت شعاریوں کو ایک آئینہ میں دیکھ لیں۔ جو لوگ ہماری اخلاقی زندگی کے ٹھیکہ دار بنے ہوئے ہیں اُن کو صرف اتنا بتا دینا ہے کہ بداخلاقی کی زندگی کے سارے کرشموں کا منبع بھی اُن ہی کی ذات والا صفات ہے + مجھ پر ظلم ہوگا اگر ان صفحات کو ناول اور افسانہ سمجھ کر پڑھا جائے۔ اس کاغذی پیرہن میں نسوانی زندگی اور نسوانی جذبات کے چند نقوش پیش کئے گئے ہیں کہ اگر کچھ لوگ، اس بدنصیب ملک میں، ان نقوش کے معنی سمجھ سکتے ہوں تو سمجھ لیں۔ یہ نہیں کہتا کہ ایک بازاری عورت کی ظاہری اور باطنی زندگی کا یہ عکس مبالغہ سے یکسر پاک ہے۔ مگر یہ ضرور کہتا ہوں کہ حسن فروشی کے بازار میں عورت کی خونچکاں فطرت کا یہ ایک "مطالعہ" ہے۔ جو زبانِ اُردو کی علمی دنیا اور ہندوستانی مسلمانوں کی قومی زندگی میں ہنوز چشم عبرت کا محتاج ہے +

علم النفس کے نقطۂ نظر سے عورت کی انسانیت کا ٹوٹا ہوا آئینہ بھی اپنے اندر وہ اصلی جوہر محفوظ رکھتا ہے جو عصمت فروشی کی گندگی سے ڈھک جائے مگر فنا نہیں ہوتا۔ "لیلیٰ" کے قلم سے جو خطوط میں نے لکھوائے ہیں وہ محض انشا پردازی کی مشق نہیں ہے۔ ان خطوط میں، اگر آپ دیکھ سکیں تو "لیلیٰ" مجسم ایک خوار و زبوں، اُس کی بذلہ سنجی ایک فریاد، اُس کا فلسفیانہ انداز سخن ایک دُکھی کی "پکار" ہے۔ اُس کی شوخی میں زندگی کے ہولناک ترین زہر کی تلخی ہے۔ وہ جب اپنی بازاری زندگی کے مشاغل بیان کرتی ہے تو گویا اُن زخموں سے کھیلتی ہے جو اُس کے وجود معنوی پر ناسور بن کر رہ گئے ہیں! "لیلیٰ" اپنی مختصر داستان میں اپنی اُن لاکھوں بہنوں کی داستانِ زندگی بیان کرتی ہے۔ جو اس ملک میں مرد کی نفس پرستی پر قربان کی جاتی ہیں۔ غرضیکہ "لیلیٰ" کے کاغذی پیرہن میں اُس کی زندگی کا ایک نقش فریادی ہے جس کی آواز، میں جانتا ہوں کہ بہت کم اثر رکھیگی اور بہت کم سُنی جائیگی۔ لیکن سُنی جائے یا نہ سُنی جائے میرے ضمیر کے لئے تسکین اسی خیال کے اندر ہے کہ یہ صفحات "لیڈران" اور علماء کے خلاف یہ ایک فرد قرار داد جرم ہیں۔ جو اپنی قوم کی آئندہ نسلوں کی رہنمائی کے لئے لکھ رہا ہوں +

پیشہ ور اہلِ قلم مجھ سے جھگڑا نہ کریں، میرا تو یہی خیال ہے کہ ابھی تک اُردو زبان کی علمی ترقی کا دائرہ بہت محدود ہے۔ ناول نویسوں اور ناول فروشوں کی غیر محدود تعداد نے اُردو زبان، اور افسانہ نگاری کے صحیح مذاق کو اس درجہ مجروح کر دیا ہے کہ ناول نویسی اور افسانہ نگاری کا فن اہلِ نظر کے نزدیک ایک معیوب فن سمجھا جانے لگا ہے۔ علم النفس، سائیکالوجی اور "کیریکٹر" ایسی چیزوں سے اُردو لٹریچر تقریباً اجنبی ہے۔ پرانی شاعری کی طرح زلف و رُخ اور خال و گیسو کا ایک ہی افسانہ ہے جس کو مختلف قسم کے لفظ

پر مختلف انداز بیان اور مختلف عبارت آرائی کے ساتھ اُردو کا ہر مطبع چھاپ کر شایع کر دیتا ہے۔ پنساری کی دوکان پر اُردو زبان کی ترقی کے کیسے کیسے نمونے دیکھے جاسکتے ہیں! مشکل ہے کہ ایک بازاری عورت کی بے سروپا داستان جن میں نہ عشق وعاشقی کا پلاٹ ہے نہ وصل و ہجر کی کیفیات ہیں' نہ رقیبوں کی سازشیں ہیں' نہ سراغرسانی کے اسرار ہیں۔ اس دنیا میں جو انگریزی ناولوں کے ڈھائی آنہ والے ایڈیشن کے ترجمہ کرنے والی دنیا ہے 'مقبول ہو۔ پھر اگر کہیں علمائے کرام کی عدالت احتساب کے سامنے ان اَوراق کو رکھ دیا گیا۔ تب تو معلوم نہیں مذہب واخلاق کے یہ "دیوتا" کیسے کیسے احکام صادر فرمائیں۔ ان اوراق کے محرّر یا مصنّف سے زیادہ قابلِ نفرت کون گنہگار ہوسکتا ہے۔ جس نے ایک ناموس باختہ عورت کی خلوت کی داستانوں کو اس طرح عریاں پیش کرکے محراب ومنبر کی قندیلوں پر بانس مارا ہو اور اس گستاخانہ پیرایہ میں جبہ ودستار کے اُن لاکھوں غلاموں کو بغاوت کا اشارہ کیا ہو جن کی پیشانیاں حجروں کی چوکھٹ پر نسلاً بعد نسل جھکی رہا کرتی ہیں۔ مسجد و مدرسہ میں منہ سے اُڑتے ہوئے جھاگ اور گلے کی پھولی ہوئی رگوں سے ان صفحات کا استقبال ہونا چاہئے +

ایک بازاری عورت جو علم کی دولت سے محروم نہیں' ایک تعلیم یافتہ چاہنے والے کے محبّت بھرے خطوط کا جواب لکھتی ہے۔ اور اظہارِ عشق کے ہجوم سے اُکتا اُکتا کر اپنی معنوی زندگی کے آلام کو بے نقاب کرتی ہے۔ وہ ان خطوط کے سلسلہ میں نہ صرف اپنی ظاہری زندگی کے کوائف کبھی ہنس ہنس کر اور کبھی رو رو کر بیان کرتی ہے' بلکہ بین السطور اپنی معنوی زندگی کو بھی اس طرح واضح کرتی ہے کہ اُس کے بیان میں اہلِ نظر اُس کی مظلومیت کی تصویر بھی دیکھ لیں +

اس سلسلہ کے چند اوراق آج ہدیۂ ناظرین ہیں۔ داستان کا عدم تسلسل ان کو شاید بے مزہ کریگا۔ لیکن ان چند خطوط کی اشاعت کا مقصد صرف اتنا ہے کہ جو لوگ اس اشاعت کے مخاطب اصلی ہیں اُن کی نصد لینے سے پہلے ایک سوئی چبھو کر دیکھی جائے کہ سوئی اور نشتر کے درمیان وہ کس حد تک بغیر چیخے اس فرو جرم کی ضرب کو برداشت کرسکیں گے +

طبیب جب مریض کے خون کا امتحان کرکے مرض کا پتہ لگانا چاہتا ہے۔ تو صرف ایک ہی قطرۂ خون کو خوردبین کے سامنے رکھ کر اُس زہر کو معلوم کرلیتا ہے جو مریض کے سارے نظام میں پھیلا ہوا ہے۔ میں بھی اس تمام نظام معاشرت و تمدن سے ایک صرف ایک قطرۂ خون نکالتا ہوں۔ اور اُس کو اُن مقدس ہستیوں کی خدمت میں ہدیہ کرتا ہوں جن کا پہلا فرض یہ تھا کہ وہ تہذیب کے اس ناسور کے لئے کوئی مرہم تلاش کرتے۔ نہ یہ کہ اُس کے گھناؤنے منظر سے آنکھ ناک بند کرکے بھاگ جاتے۔ اور ضمیر کو تسلّی دینے کے لئے کہہ دیتے۔ کہ ہمارے تمدن کے دامن پر کوئی بدنما داغ نہیں + (قاضی عبد الغفار)

پہلا خط

"آپ کی چند سطریں مختصر ہیں' مگر ناقابلِ فہم نہیں۔ میری زندگی میں آپ کا یہ خط پہلا خط نہیں ہے۔ صاف کہہ دوں کہ میرے دن اور میری رات کا زیادہ حصہ اسی قسم کی خط وکتابت میں گزرتا ہے۔ یہ زندگی جو میں بسر کر رہی ہوں میرے لئے اب نئی نہیں۔ آپ نے ناحق اپنے مافی الضمیر کو الفاظ کی اُلجھن میں چھپایا۔ یہی تو کہ آپ "رلط و رسم" پیدا کرنا چاہتے ہیں؟ یہ کیوں نہ کہا کہ آپ بھی حسن کے خریدار ہیں آپ نے شب کے دسترخوان پر میری شرکت اپنے لئے باعثِ مسرّت

بتائی۔ آپ یہی فرما دیتے کہ آپ کی منزل دسترخوان کی حدود سے آگے ہے یا کیا نہیں ہے؟ بندہ نواز! کسی دوکان پر جائیں تو تلمیح و استعارہ سے قطع نظر سودا کیجئے، جیسے کہ سودا ہونا چاہئے۔ یہ سچ ہے کہ اظہار مقصود میں آپ نے آداب حجاب و حیا کو ملحوظ رکھا۔ مگر میرے لئے اس پردہ کی کیا ضرورت ہے۔ اب چاہتے ہیں کہ میں بقول آپکے آج شب کو آپ کی مہمان بنوں۔ مجھے منظور! میری قیمت آپ کو معلوم ہے ؞

دوسرا خط

بندہ پرور! گذشتہ شب کی مہربانیوں کا شکریہ، اور پھر مزید یادآوری کا شکریہ۔ آپ اپنے اظہار التفات کو اس ناچیز پر کیوں ضائع کرتے ہیں۔ شب کا لطف و التفات ضرور تھیں کہ صبح کو بھی باقی رہے۔ آپ اپنی جگہ پر رہئے اور مجھے میری جگہ پر رہنے دیجئے۔ آپ یوں سمجھیں کہ آپ نے ایک کھلونا خریدا تھا جس سے آپ دل بہلاتے رہے۔ اور میں یہ سمجھوں کہ جو کچھ آپ کی جیب سے نکال لائی وہ میرا سرمایہ تجارت ہے۔ اس کے علاوہ آپ جو کچھ شاعرانہ انداز میں فرماتے ہیں وہ سب محض تضیع اوقات ہے۔ میں آہ سرد اور لب خشک کی منزل سے بہت آگے نکل گئی ہوں۔ وہ طلسم جب ایک مرد اور ایک عورت باہم مبتلا ہوتے ہیں۔ میرے لئے محض بے معنی ہے۔ آپ کی جیب اور میرا جسم یہی دو چیزیں ہیں۔ آپ کے عیش کا مدار آپ کی جیب پر اور میری آسائش کا انحصار میرے جسم کی خوبصورتی پر۔ معاف کیجئے۔ میں نے ایک دنیا دیکھی ہے۔ آپ ابھی نوجوان ہیں۔ اس لئے صاف صاف کہتی ہوں کہ میری کتاب زندگی کا وہ باب ختم ہو گیا جب میں آپکے اظہار التفات سے خوش ہوتی۔ آپ بھی اس جھگڑے میں نہ پڑیئے مجھے آپ پسند کرتے ہیں تو اس کھیل کو کھیل ہی سمجھ کر کھیلئے۔ میں اپنی نسوانیت فنا کر چکی۔ آپ کا جی چاہے تو اپنی جوانی اور اس کے ساتھ اپنا روپیہ خرچ کیجئے۔ مگر انداز عاشقانہ کی شعریت سے مجھے معاف رکھئے۔ میں ایک بازاری شراب ہوں۔ مدہوش کر سکتی ہوں، مگر مجھ سے کسی کیف اعلیٰ کی توقع فضول ہے۔ اگر میری آپکی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا تو شاید کبھی اپنی داستان زندگی کے چند حرف آپ کو سناؤں۔ مگر وہ ایک الجھن ہے جس میں کوئی میرا شریک نہیں۔ میرے بستر میں بہت سے شریک ہیں۔ میرا جسم بھی بہت سے دل جلوں کا مشترکہ سرمایہ ہے۔ مگر میرا ماضی صرف میرا ہی ہے۔ آپ کے پاس روپیہ ہے۔ میرے پاس حسن ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس دل بھی ہے۔ شاید ہو، مگر میرے پاس نہیں اس لئے جستجو فضول ہے۔ ساز کے اس تار کو نہ چھیڑیئے جو ٹوٹا ہوا ہے۔ اس میں آپ نغمہ نہ پائینگے ؞

تیسرا خط

محب عزیز۔ کتنے دن ہوئے۔ جب پہلی دفعہ میں آپ کی "مہمان" تھی۔ کتنے دن ہوئے جب آپ نے اپنی جوانی مجھ پر ضائع کرنی شروع کی تھی۔ میں نے کتنی دفعہ آپ سے کہا کہ ورائے امکان نہ جایئے۔ جو نہیں ہے اس کو نہ مانگئے۔ کل رات آپ نے اپنے اظہار تعشق کی بہت دیر گرم گرم آنسوؤں اور الجھی ہوئی ہچکیوں سے تائید کی۔ سب مجھے آپ نے تھکا دیا۔ آپ کو کیونکر یقین دلاؤں کہ یہ ہنگامے میرے لئے ایک ذرہ دلچسپ نہیں۔ میں اپنی نسوانیت فروخت کیا کرتی ہوں اور لوگ خریدا کرتے ہیں۔ یہ میری زندگی کا کاروبار ہے۔ آپ اس حقیقت کو کھو لنے پر مصر ہوتے ہیں۔ آپ کی زندگی ہزار دفعہ مجھ سے الجھیگی اور دو ہزار دفعہ یہی جواب پائیگی۔ میرے پاس کوئی دوسرا جواب نہیں۔ آج میرا آنا ممکن نہیں ہے۔ کل بار بو آپ یاد فرمائینگے تو میں آؤنگی۔ مگر آپ کو وعدہ کرنا ہوگا کہ آئندہ آپکا شاعرانہ تخیل مجھے نہ ستائیگا۔ آپ بچوں کی طرح ایک بے اصل پرچھائیں کو پکڑنا چاہتے ہیں... اور وہ ہاتھ نہیں آتی تو مچلتے ہیں۔

بندہ نواز! جس منزل پر ہم دونوں آ گئے وہی ہمارے سفر کی انتہا ہے۔ اس کے آگے ہمارے راستے جدا ہیں۔ چلئے جہاں تک میں آپ کے ساتھ چل سکوں۔ اس کے آگے جانا ہو تو پھر تنہا جانا ہوگا۔

چوتھا خط

وارفتۂ تخیل۔ آپ منتظر رہے ہونگے۔ اپنے نہ آنے کی وجہ بیان کروں تو تم کہو گے کہ یہ عورت کس درجہ سنگ دل ہے۔ مگر کیا کروں واقعات کو چبا چبا کر بیان کرنے کی عادت نہیں۔ شروع ہی سے کوشش کر رہی ہوں کہ تم سیاہ کو سیاہ سمجھو، داغ کو داغ جانو، میرے دامن کے گندہ دھبوں کو اپنی آنکھ سے دیکھو اور میری زنانہ زینت و آرائش سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ تمہاری انسانیت کو اپنی انسانیت سے بہتر سمجھتی ہوں۔ اور گو کہ تم سے محبت نہیں کرتی۔ مگر تمہارا بھلا چاہتی ہوں۔ تم نے ابھی دنیا کے نشیب و فراز میں قدم رکھا ہے۔ اگر دھوکہ کھا گئے تو گئے گزرے میرا کیا ہے، تم کو ہاتھ سے کھو بیٹھوں تب بھی دنیا احمقوں سے خالی نہیں۔

پیارے دوست! تمہارے اظہارِ عشق سے متاثر نہیں ہوئی مگر یہ نہ سمجھو کہ میں تمہارے آغوش میں اپنے لئے کوئی راحت نہیں پاتی۔ سوائے اُن چند نقرئی اور طلائی سکوں کے جو تمہارے ہاتھ سے میرے ہاتھ میں آتے ہیں بدقسمت بُری سہی پر طبیعت بُری نہیں۔ میری زندگی ناپاک ہے لیکن اس عشوہ فروشی کے بازار میں آنے سے پہلے مجھے علم و تہذیب و شرافت کی اتنی دولت حاصل ہو چکی تھی جتنی کہ عام طور پر شاید اچھے گھرانوں کی بہو بیٹیوں کو بھی حاصل نہ ہوتی ہو۔ اس بیان کو خود فریبی اور پندار پر محمول نہ کرنا۔ جوہرِ اصلی کچھ میرے پاس بھی تھا۔ مگر میرے تقلب کو میری زندگی نے تلخ کام کر دیا ہے۔ میں دل ہی دل میں اپنے وجود سے شرمایا کرتی ہوں۔ مگر اس مکروہ دنیا اور مکروہ تر دنیا والوں نے جہاں پھینک دیا، جس گندگی میں ڈال دیا اُسی میں مبتلا ہوں۔ اور اب گناہ کی بھاری زنجیریں میرے پاؤں میں ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہ حس باقی نہ ہو۔ حس باقی نہ ہوتی تو میں تم سے اس طرح کی باتیں نہ کرتی۔ تم جب اظہارِ عشق کے ہجوم سے تھک جاتے ہو، اور اپنی تقریروں کے جواب میں مجھ سے ایک حرفِ محبت بھی نہیں پاتے تو پھر مجھ سے کیا کیا احمقانہ سوالات کیا کرتے ہو۔ کبھی کہتے ہو "لیلیٰ! تم خفا ہو گئیں"۔ "کیا تم کبھی مجھ سے محبت نہیں کر سکتیں"۔ "کیا میری محبت کبھی بارآور نہیں ہو سکتی"۔ "تم اتنی سنگدل ہو"۔ "تم اس قدر بے پروا ہو"۔ "تم اس قدر بے حس ہو"۔ "تمہارے سازِ کے کسی تار میں آواز نہیں"۔ "تم ایک تودہ برف ہو"۔ "تم ایک بھاری پتھر ہو"۔ "تم ایک بے جان تصویر ہو"۔ "تم ایک دریا ہو جس کا پانی متحرک نہیں۔ نہ ہو سکتا ہے"۔ "تم ایسی کیوں ہو لیلیٰ! تم ایسی کیوں ہو"۔ پھر تمہیں میری موجودہ زندگی یاد آتی ہے اور تم میرے گلے میں ہاتھ ڈال کر بار بار مجھ سے کہتے ہو "کیا تم اپنے ہر دوست کے ساتھ ایسی ہی ہو؟" "تم نے کبھی محبت کا مزہ نہیں چکھا؟" "کیا وہ خوش نصیب ابھی تک پیدا نہیں ہوا جس کو تم دل سے پیار کر سکو"۔ غرضکہ پیارے دوست! تم نے کتنی راتیں اس طرح ضایع کی ہیں۔ تم ایک ویرانے میں آبادی ڈھونڈتے ہو۔ ایک ریگستان میں مرغزار چاہتے ہو، تم محبت کی آغوش میں ایک ہمدم و مونس مانگتے ہو، یہ کچھ بھی تمہیں نہیں مل سکتا۔ ہاں! تمہارے آغوش میں ایک نازک جسم سما سکتا ہے۔ تمہارے پہلو میں ایک حسین چہرہ آ سکتا ہے۔ تمہارے شانوں پر معطر بال بکھر سکتے ہیں۔ مگر اس سے زیادہ کچھ نہ مانگو! کچھ نہ چاہو!

ایک دن جب تم مجھ سے بار بار پوچھ رہے تھے کہ "آخر تم ایسی کیوں؟" تو شاید میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ کبھی ممکن ہوا تو بتاؤں گی کہ میں ایسی کیوں ہوں۔ اس عرصہ میں کئی دفعہ ایسا ہوا کہ جب تمہاری اس وارفتگی پر میں اپنے نفس کو ملامت کرتی تھی تو خیال آیا کہ لاؤ،

آج تمہیں ایک داستان سناؤں ۔ مگر دل نے کہا کہ ابھی تو اس نوجوان کی عقل بھی ٹھکانے نہیں ۔ یہ وارفتگی کم ہوں اور حواس درست ہوں تو کچھ کہوں ۔ تم کو دیکھتی ہوں کہ تمہارا پاؤں اس چکنی زمین پر کسی طرح نہیں جمتا ۔ تم جس گندہ تالاب کو طوفان خیز سمندر سمجھ رہے ہو ۔ اس میں تمہارے لئے پایاب جانا مشکل نہ تھا ۔ مگر ۔ مگر اس کو کیا کروں کہ تم سمجھتے کہ تم ایک بحر ناپیدا کنار میں ہو ۔ ور اصل طوفان خیز سمندر اور چھوٹا سا تالاب دونوں یکساں ہیں یہ سب تخیل ہے ۔ تم چاہو تو سمندر تالاب اور تالاب سمندر نظر آئے ۔ وہ جو ایک خیال ہوتا ہے ۔ وہی اصل ہے ۔ باقی سب فروع ہیں ۔ تمہارے دماغ میں سمندر بھی ہے اور تالاب بھی ۔ اور دراصل دونوں ایک ہیں ۔ مگر جب تم آنکھیں بند کر کے اس امر پر اصرار کرو کہ تالاب درحقیقت سمندر ہے ۔ تو پھر پانی کا ہر قطرہ تمہارے لئے طوفان خیز ہوگا ۔ تم نے بہت سے فلسفی اور حکیم دیکھے ہونگے ۔ میں ایک حسن فروش فلسفی ہوں !

کمہار نے ایک خوبصورت آبخورہ بنایا ۔ لوگوں نے اسکو جام صہبا بنالیا ۔ یا کمہار نے ایک جام صہبا بنایا ۔ اور لوگوں نے اسکو آبخورہ سمجھ کر مسجد کی دیوار پر رکھ دیا ۔ تو پھر کیا اُس مٹی کی حقیقت بدل گئی ؟ جام میں چاہے شراب بھر دیجئے چاہے زمزم ۔ عورت کو بیسوا بنا دیجئے یا گھر کی ملکہ ۔ تم نے یعنی مردوں نے عورت کو جس طرح استعمال کیا ۔ ویسا ہی اُس کو بنا دیا ۔ ہیرے کی چمک تم نے چھین لی ۔ موتی کی آب تم اُڑا لے گئے ۔ اب رہا کیا ہے کہ تم عشق و عاشقی کی داستان لے کر آئے ہو ! . . . .

تم میری اس خرافات سے کسقدر اُکتا گئے ہو گے ۔ مگر جو کچھ کہتی ہوں اُس کے پردوں کو اُٹھا سکو تو اُٹھاؤ اور مجھ سے کچھ عقل سیکھو ۔

آج کی شب خالی ہے میرا یہ خاص مشغلہ ہے کہ جب میرے سوا میری خلوت میں کوئی نہیں ہوتا ۔ چاہنے والوں کے ہجوم سے نجات پاتی ہوں اور بستر میں (جو مجھ کمبخت کو بہت کم خالی ملتا ہے) جا کر بیٹھتی ہوں ، تو خود اپنے وجود کو اپنے آغوش میں لیتی ہوں ۔ اس وقت میں عاشق ہوتی ہوں اور میرا وجود معنوی معشوق ۔ گویا ایک دوسرا کوئی ہوتا ہے جس کا سر میں اپنے بازو پر رکھتی ہوں ۔ اور کہتی ہوں ”لیلیٰ ! کم بخت ، بدنصیب ، لیلیٰ ، کیا آج فرصت ہے ! تھک گئی ہے ؟ کچھ ڈھونڈتی ہے ؟ کوئی یاد آتا ہے ؟ یہ رات خالی ہے جا سو جا ! کل پھر وہ کان لگانی ہوگی ، خریدار آئیں گے ، سودا بکیگا یا جائیگا ، تہی دست قسمت سو جا !

پانچواں خط

آہا ! شکر ہے کہ آپ اپنی بیقراری و بے صبری کی لگام کھینچے رہنے کا وعدہ فرماتے ہیں ۔ میں شام کو آؤنگی ۔ مجھ سے سنئے ایک معقول تدبیر بتاتی ہوں ۔ ایک ہی عشوہ فروش پر کبھی قناعت نہ کیجئے ۔ مرد کی ہوس کے ترکش میں ایک سے زیادہ تیر رہنے چاہئیں ۔ مجھے دیکھئے کہ میں ایک رنگین تیتلی کی طرح ہر چمن پر جاتی ہوں اور ہر پھول سے دو باتیں کرتی ہوں ۔ آپ بھی شہد کی مکھی طرح جس پھول کو دیکھیں چن لیجئے اُس کی صحبت میں گذاریئے تا آنکہ زندگی کی صبح ، شام ہو جائے ! آپ کہاں میرے فلسفہ کی اُلجھنوں میں پڑ گئے ۔ یہ فلسفہ خشک و تلخ اور کبھی کبھی مہلک ہوتا ہے ۔ مجھے دیکھئے کہ میں ایک آب تند و تیزی سے بھری ہوئی مینا ہوں ۔ میرا نشہ تیز ہے ۔ مگر عموماً دیرپا نہیں ۔ میں تنہا کتنے ساغر بھرتی ہوں اور کتنے بادہ پرستوں کا بھلا کرتی ہوں ۔ آپ بھی ایک ساغر بن کر محفلوں میں رقص کیجئے ، یا پھر اس میخانہ کی طرف رُخ نہ کیجئے ۔ کسی زمانہ میں حیف کہ وہ زمانہ اب نہ آئیگا ، جب میں لیلیٰ مجنوں اور شیریں فرہاد کے قصّے پڑھا کرتی تھی ۔ تو یہ نازک و نادار قلب اس جہانِ بے اختیاری اور عالم بیخودی کی کیسی کیسی خوابیں دیکھا کرتا تھا ۔ مگر معلوم ہوا کہ زندگی کی کشاکش میں اتنی گنجایش اور فرصت نہیں کہ انسان تخیل کی شعبدہ بازی میں اپنا وقت گذارے ۔ جب

جب زندگی کا مدار غذا کے چند لقموں پر ہو اور جسم و روح کا تعلق منحصر ہو معدہ کی اعانت پر، جب ہوس پیٹ کے لئے اچھا کھانا مانگے، اور جسم کے لئے سامان زینت تو پھر اتنی مہلت کہاں کہ "بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے!"

زندگی کے مکروہات آپ کو تنگ نہیں کرتے، جسم و جان کا اطمینان حاصل ہے۔ معاش کی فکر نہیں۔ کوئی ایسا کام نہیں جسکا ہر روز انجام دینا حصول معاش کے لئے ضروری ہو۔ صبح سے شام تک وقت اپنا ہے اور خالی ہے۔ لیلیٰ مجنوں کی کہانیوں کا خواب دیکھا کیجئے۔ ہضم صحیح ہو۔ معدہ قوی ہو۔ صحت درست ہو۔ تولید خون کافی ہو تو پھر یہ خواب بہت دلفریب ہے۔ لیکن جب حالت وہ ہو جو میری ہے تو پھر دیکھئے کہ کیونکر گزرتی ہے۔ مجھے دیکھئے۔ میں نے ایک پیشہ ایک وسیلہ معاش اختیار کیا ہے، یا یوں کہوں کہ ایک پیشہ نے مجھے اختیار کر لیا ہے۔ میں تو فروعات میں وقت ضایع کرتی نہیں۔ پھر کہتی ہوں، اگر آپ عورت اور اُس کے حسن سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں، جس طرح شکاری محض اس لئے ہرن کے گولی مارتا ہے کہ اُس کے بہیمانہ قوی اپنی قوت حیوانی کی مستی کا نظارہ کریں اور اُس کا نفس مسرور ہو، تو اس چمن میں تنگ داماں نہ ہو جئے، پھول بہت ہیں!

میں جانتی ہوں آپ کہتے ہوں گے کہ یہ عورت کس قدر سخت دل اور بچھلی ہے۔ جناب قیس! آپکی لیلیٰ سیاہ قلب ہے، زلیخا۔ وہ اس غریبی دنیا کی ایک شکم پرست بیٹی ہے۔ آپ جو مجھکو درس اخلاق دیا کرتے ہیں۔ اور میرے اپنے تعلقات کو ایک آسمانی برکت سمجھا کرتے ہیں، یہ آپ عشق و عاشقی کرتے ہیں یا اصلاح نفوس و اخلاق کا علم بلند کر کے مکار صوفی کی طرح مجاز و حقیقت اور حقیقت و مجاز کے درمیانی خلا میں مکڑی کا جالا بور رہے ہیں۔ اگر میرے حال پر یہ توجہات مصلحانہ ہیں تو عرض کرونگی کہ

ایں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است!

آپ کے آغوش میں مجھ جیسی عورت اپنی عشوہ طرازی کے لاکھوں تماشے دکھا سکتی ہے لیکن اگر آپ پانی کی مچھلی سے کہیں کہ وہ خشکی پر دوڑا کرے یا آپ اگر ہرن سے کہیں کہ وہ پانی کے اندر تیرا کرے تو معاف کیجئے غلطی آپ ہی کی ہوگی۔ جو شخص میخانہ میں جا کر وضو کے لئے پانی مانگے۔ یا مسجد میں بیٹھکر مئے گلفام کی صراحی جیب سے نکالے اُس کو دنیا کیا کہیگی؟

چھٹا خط

پیارے دوست! تم پوچھتے ہو کہ رات میں کیوں رو رہی تھی۔ تم میرے رونے پر اسقدر حیران ہو کہ گویا تمہارے خیال میں میری آنکھ کے اندر آنسو ہی پیدا نہیں ہوتے۔ اُس نادان کی طرح جو محفل میں ایک ستار اُٹھا کر بجانا چاہتا ہے اور بجا نہیں سکتا۔ پھر جب اُن تاروں میں سے کسی ایک تار کو اُسکی اُنگلی مس کرتی ہے۔ اور وہ سوچتا ہے کہ تار کی جھرجھراہٹ میں یہ آواز کیوں نکلی، وہ کیوں نہ نکلی جو اُس کے خیال میں نکلنی چاہیے تھی، وہ نہیں جانتا کہ تاروں کی ترکیب کیا ہے۔ وہ بار بار اُن پر ہاتھ مارتا ہے، اور پھر شکوہ کرتا ہے کہ اُن سے نغمہ نہیں نکلتا اور محض ایک شور مچتا ہے۔ مگر یہ نادان، نہ اُن تاروں سے واقف ہے نہ اُن کی موسیقی سے آشنا ہے۔ نہیں جانتا کہ کس تار کو چھیڑ رہا ہے اور اُس کی آواز کیا ہوگی۔ تمہیں کیا معلوم کہ میرے ساز خاموش میں کتنے تار ہیں۔ جب کبھی کسی نادان کی مضراب اُن میں سے ایک کو چھو جاتی ہے تو موسیقی کی ایک بے اختیار چیخ فضا میں گونجتی ہے اور وہ نادان نہیں جانتا ——— نہیں جان سکتا ——— کہ یہ سوز و ساز کہاں سے آیا۔ تم کیا جانو ——— کیا جان سکو ——— کہ آنسو کے اندر موسیقی کی ایک دنیا موجود ہے۔ آہ! تم کہ میری آنکھوں کے سرخ ڈوروں کو دیکھ کر مست ہو جاتے ہو، میرے آنسوؤں کی موسیقی کو کہاں پاؤ۔ یہ میرا راز ہے۔ عورت زندگی کی موسیقی

اور شعر سے لبریز ہے۔ تمہیں بھی اس کی خبر ہے؟ میرے مہربان! ایک نادان دوست کی طرح جو نہیں جانتا کہ مجروح کے جسم پر چاؤ سے ڈھکے ہوئے کتنے زخم ہیں اور کہاں کہاں ہیں۔ پھر نادانستہ جہاں چاہتا ہے انگلی رکھ دیتا ہے۔ اور جب اُس تکلیف سے مریض چیختا ہے تو حیران ہوتا ہے کہ وہ چیخا کیوں، تم کہاں کہاں میرے زخموں کو چھیڑ دیتے ہو اور نہیں جانتے کہ کیا کر رہے ہو پھر اگر میں درد و کرب سے تلملا جاتی ہوں تو پوچھتے ہو کہ "تم روئیں کیوں؟" تم کو خبر نہیں کہ تم میرے شکستہ ساز کے تاروں سے کھیلتے ہوئے، تمہاری طرح بہت سے مرد کھیلتے ہیں۔ کھیلتے کھیلتے کتنے تار توڑ ڈالے جن کی موسیقی ہمیشہ کے لئے ناپید ہو گئی شاید ابھی کوئی تار سالم باقی ہو۔ اُس کی جستجو نہ کرو۔ مبادا تمہاری بے حس انگلیاں اُن سے بھی کھیلنا چاہیں! ماشاء اللہ میرے رونے کی کیا تمسخر انگیز وجوہ تمہارے خیال میں آئیں۔ تم کہتے ہو "کیا مالی مشکلات درپیش ہیں" "کیا کوئی یاد آیا۔" "کیا کسی سے کچھ تکلیف پہنچی؟" میرے حسن پرست دوست! میرے ان آنسوؤں کو بھی ایک ادائے حسن سمجھو اور اُس دیو کو جو تمہارے اندر ہے اور ہر مرد کے اندر ہوتا ہے، یوں سمجھا دو کہ عورت کے آنسو بھی مرد کے لئے ایک کیف رکھتے ہیں۔ عورت کو کبھی کبھی رونا بھی چاہئے کہ آنسوؤں کی جھڑی حسن میں ایک اور جھلک پیدا کرتی ہے، جو بجائے خود مرد کے عالم مستی میں، طرب انگیز ہے! ——

مرد ہر دفعہ عورت سے ایک نئی ادا مانگتا ہے۔ اور اپنے لئے صرف ایک ہی انداز حیوانیت کافی سمجھتا ہے۔ وہ عورت کے ہمیشہ ہنسنے سے بھی تھک جاتا ہے۔ اور ہمیشہ رونے سے بھی اُکتا جاتا ہے۔ وہ ہر کیفیت عارضی چاہتا ہے۔ اُس کی حیوانیت کے نشہ کو جرعہ ہائے بہیم کی امداد درکار ہے۔ اے نافہم! تیرے اس نشہ کی آخری گھڑیاں کس قدر کٹھن ہوتی ہیں!!

ساتواں خط

دردنا آشنا۔ تم کیوں اپنے دل کو دھوکہ دے رہے ہو۔ تمہارا دل بے لگام جا رہا ہے۔ تمہارا ادعائے عاشقی ساری فضا میں گونجتا ہے۔ گویا کہ تمہارے عشق اور میرے حسن کے سوا اس عالم میں کچھ بھی نہیں! یہی دو چیزیں حاصلِ کائنات ہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ تم پہلے آدمی ہو جو میرے ساتھ مبتلائے عشق ہوئے۔ جس نے سب سے پہلے حسن کی قربانگاہ پر اقرار عبودیت کیا۔ کبھی تمہیں سُناؤں گی کہ میرے کیسے کیسے عاشقانِ جانباز ہر روز تشریف لاتے ہیں۔ جو عشق کی دوڑ میں تم سے کوسوں آگے جا رہے ہیں۔ اس فہرست میں تم اپنا نام بھی لکھ لو کافی ہے، اور کیا چاہتے ہو؟ مانا کہ تم عاشق صادق ہو۔ مگر خدا کے لئے یہ کیا زبردستی ہے کہ معشوق بھی بننا چاہتے ہو۔ کوئی چاہنے والا زبان سے نہیں کہتا۔ مگر چاہتے سب یہ ہیں کہ جس طرح وہ چاہتے ہیں اُن کو بھی چاہا جائے۔ آخر کیوں؟ معشوق کب آپ کو دعوت دیتا ہے کہ تشریف لائیے اور مجھے چاہنا شروع کیجئے۔ آپ چاہتے ہیں تو چاہئے۔ مگر یہ کیا منطق ہے کہ چونکہ آپ مبتلائے عشق ہیں، لہٰذا دوسرا بھی مبتلا ہو جائے۔ سنو، عزیز دوست، تمہاری سادہ لوحی مجھے عزیز ہے۔ محبت ایک کیف زندگی ہے، ناقابل بیان، اگر تم کو نصیب ہو تو تمہارا یہ ابتلا مبارک ہے۔ مگر مجھ سے فرمائشی محبت کی توقع کیوں ہے؟ گویا کہ تم نے مجھ سے کہا کہ مجھے چاہو، اور میں نے کہہ دیا کہ ہاں میں چاہتی ہوں! لیجئے دو طرفہ عشق شروع ہو گیا! باورچی کی دوکان پر آپ کھانا کھانے گئے اور اُس سے کہا کہ تو کھا، اب اگر وہ صبح سے شام تک ہر کھانے والے کے ساتھ روٹی کھانے بیٹھ جایا کرے تو سخت بدہضمی کے سوا نتیجہ کیا ہوگا میں تو آج تک یہ بھی نہ سمجھی کہ آخر تمہیں وجہ شکایت کیا ہے۔ کیا میں آتی ہوں تو گھنٹوں تمہارے آغوش میں نہیں رہتی۔ تم مجھے پیار کرتے ہو تو کیا میں تمہیں پیار نہیں کرتی؟ تم حال دل بیان کرتے ہو تو کیا

میں نہیں سنتی؟ ساری مشکل یہ ہے کہ تم تانبے کو سونا سمجھ رہے ہو تم سے کہتی ہوں کہ میں وہ نہیں جو تم سمجھنا چاہتے ہو۔ اور تم یقین نہیں کرتے۔ اپنی گناہگار زندگی کو تمہارے سامنے عریاں پیش کرتی ہوں اور تم آنکھیں بند کر لیتے ہو۔ اپنے وجود کے ناپاک دھبّوں کو دکھاتی ہوں اور تم نہیں دیکھتے۔ پھر مجھے اپنے اضطراب بے محابا اور اپنی بے اختیاریوں سے پراگندہ خاطر کرتے ہو۔ تم طعنے دیتے ہو کہ تیرا دل سخت ہو گیا ہے۔ اور اس گناہ کی زندگی میں تو رچ بس ہو گئی ہے۔ تمہارے الفاظ خوب ہیں یعنی "اُس پھول نے جو باغوں میں صبا کا ہم نفس ہوتا ایک زہریلی زمین میں پرورش پائی۔" تم غلط کہتے ہو! نہ پھول کا قصور ہے نہ زمین کا۔ اُس نے تو ویسی ہی پرورش پائی جیسا کہ ہر پھول پاتا ہے۔ وہ تو اُسی زمین میں پیدا ہوا جس میں ہر پھول پیدا ہوا کرتا ہے، لیکن کسی گلچیں نے اس کو سرِ شاخ سے چُن کر گناہگاروں کے گلے میں ڈال دیا کہ وہ اُن کی سیاہ مستیوں میں روندا جائے اور کچلا جائے۔ دنیا بیباک اور سفاک موذیوں سے بھری ہوئی تھی جن کا تمام تر وجود حیوانی عورت کا گلا گھونٹنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ ہماری، ہم عورتوں کی زندگی کو، کہ ہم دنیا میں تمہاری آسائش اور اپنی آرائش کے لئے آئے تھے، تم، تم مردوں نے تلخ کر دیا، برباد کر ڈالا۔ دنیا کی لاکھوں کروڑوں عورتیں جن کو کارسازِ حقیقی نے گھروں کی رونق، دلوں کی روشنی، آشفتہ حال انسانوں کی راحت، دنیا کے تھکے ہوئے مسافروں کا سہارا بنایا تھا۔ اُن کو زندگی کی بدروؤں میں پھینکنے والے تم ہو! کیا عورت کی فطرت گناہ کی متقاضی تھی؟ وہ کبھی گناہ کا تقاضہ نہیں کرتی۔ لیکن ایک درندہ کی طرح مرد کا نفس ہر وقت اُسکی گھات میں رہتا ہے۔ اور جب معصوم ہرنیاں بے خبر ہوتی ہیں تو اُن پر اُس درندہ کا پنجہ گرتا ہے، پھر اُس فاختہ کی طرح جو ابھی ابھی شاہین کے چنگل سے چوٹ کھا کر بھاگی ہو

خدا کی یہ مخلوق اپنے زخم کو چھپانا چاہتی ہے اور نہیں چھپا سکتی۔ آخر رسوا ہوتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ اُس رسوائی کی عادی ہو جاتی ہے۔ میں اُس دنیا میں ہوں جہاں ایسے زخم نصیب بہت ہیں — بہت ہیں — تم اُس دنیا میں ہو جہاں ایسے ڈاکو بہت ہیں۔ بہت ہیں۔ اپنے دل سے نہیں پوچھ سکتے تو ہم سے پوچھو کہ تم لوگ کیا کرتے ہو۔ تمہارے نفس کی تاخت و تاراج کا زندہ نمونہ ہم ہیں۔ عورت کی فطرت معصوم ہے، تمہاری فطرت گناہ سے لبریز ہے۔ میں تم سے پوچھتی ہوں تم ہی ایمان سے بتاؤ کہ جب تم مجھے اپنے آغوش میں پاتے ہو تو اپنی نفس پروری کے علاوہ کبھی میرے وجودِ نسوانی کی حقیقی شعریت کو بھی محسوس کرتے ہو۔ کبھی یہ بھی خیال آتا ہے کہ یہ کھلونا جس سے تمہاری دولت کھیل رہی ہے، کھلونا نہ تھا، زندگی کی ایک مطلّا اور منقش تفسیر تھا۔ اگر تم نے اس کھلونے کو توڑ ڈالا اگر تمہارے جبر نے اُس کا اختیار سلب کر لیا تو کھلونے غریب کا قصور کیا؟ اُس پر کیوں خفا ہوتے ہو۔ اُس کو کیوں طعنے دیتے ہو؟ کتنی عورتیں ہیں جو اپنی زندگی میں خود مرد کی طرف گئی ہوں، اپنا آغوش کھولے ہوئے گئی ہوں، حتیٰ کہ وہ دوشیزہ جس نے گناہ کی چار دیواری میں پرورش پائی ہو، وہ بدنصیب بھی، وہ بے شرم بھی، باوجود اپنی آلودگی کے آپکو دعوت نہیں دیتی کہ آئیے اور میری فطرت کا گلا گھونٹ دیجئے! تم نے خود اُس کے جسم کی قیمت مقرر کی۔ اور اُس کی روح کو اپنی طاقت اور اپنے سونے چاندی سے دبا ڈالا اور کچل دیا! جب تم میری طرف دستِ طلب بڑھاتے ہو تو اپنے نفسِ لئیم سے یہ کیوں نہیں پوچھتے کہ یہ عورت جو اپنی نسوانیت کا اعلیٰ ترین جوہر نذر کئے دیتی ہے کبھی وہ بھی کسی گھر کا اُجالا ہوتی اور انسان کی ایک نسل کو اپنی گود میں پالتی! آج شب کہ وہ آپ کی بستر کی آرائش ہے اور کل صبح منظرِ عام پر آپ اُس کی طرف دیکھ کر ہاتھ اُٹھانا بھی

پسند نہ فرمائیں گے! . . . . . . حقیقت یہ ہے کہ مرد اپنے ضمیر کو خوب دھوکے دیتا ہے، وہ اپنے گناہگار نفس کے مکروہ چہرہ کو بہت سے خوشنما رنگ و روغن سے چھپا لیتا ہے، اپنی ہوس کو عشق کہتا ہے، اُس عشق کی قسمیں کھاتا ہے اور اپنے دل و دماغ کو زبردستی ایک تند شراب پلا کر بیخود کر لیتا ہے، دوسروں سے کہتا ہے، دیکھو! میں مبتلائے عشق ہوں، میں فریب خوردہ حسن ہوں، میں مظلوم ہوں، اور میں —— پاکباز ہوں! مگر یہ سارا ادعائے الفت ہوس پرستی کا ایک تماشہ ہے جو تم ہم کو دکھاتے ہو۔ خود بھی اس فریب نفس سے دھوکہ کھا جاتے ہو، ہم تمہاری دراز دستیوں سے بچ نہیں سکتے، کاش کہ تم خود اپنے فریب سے محفوظ رہ سکتے! اپنی نفس پرست زندگی کا ایک لمحہ صرف کیجئے۔ اور میری اس گزارش پر غور فرمایئے!

تم مجھ سے فرمائش کرتے ہو کہ کچھ آپ بیتی سناؤں۔ وہ کہانی تمہارے لئے بے مزہ ہوگی۔ اپنی ہزاروں لاکھوں بدنصیب بہنوں کی طرح

میں ہوں اپنی شکست کی آواز!

ابھی تمہیں اپنی داستانِ عشق کے بیان کرنے سے کب فرصت ہو کہ میری کہانی سن سکو۔ میں زندگی کی ایک بگاڑی ہوئی تصویر ہوں جس کے لئے کہیں سے چشم عبرت لاؤ!

(باقی باقی)

ہدیۂ دل

بحضورِ حضرتِ باری

خفتہ تابندہ گہر اندر صدف ‏ ‏ واں صدف در سینۂ دریا نہاں
غوطہ زن خواہد کند آں را ہدف ‏ ‏ میرسد در قعرِ بحرِ بیکراں

گوہرِ تابندہ را باز آورد
تحفتہً درپیش سلطانے برد

می زنم من غوطہ در دریائے دل ‏ ‏ زانکہ آں بحر لیست دُر ہا در کنار
گوہرِ تابندہ دریائے دل ‏ ‏ می کنم نذرت شہِ والاتبار

ربِ من، آقائے من، مولائے من
کن قبول ایں لولوے لالائے من

عزیزہ احمد (کلیۂ جامعۂ عثمانیہ)

کچھ کا کچھ!

(از جناب رشید احمد صاحب صدیقی (علیگ) مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)

(ناظرین معاف فرمائیں اور ایڈیٹر صاحب نیرنگ خیال معافی مانگیں کہ موصوف کے بے پناہ تقاضا نے گھبرا کر لکھنا شروع کیا تھا اور لکھ کیا گیا۔ اگر میرا اور ایڈیٹر صاحب کا یہی حال رہا تو ناظرین دیکھیں گے کہ ہم میں کون پاگل خانہ جاتا ہے، اور کون جیل خانہ! خیریت یہ ہوئی کہ مضمون مکمل نہ ہو سکا۔ ورنہ ناظرین کو شاید انتظار کی بھی زحمت نہ اٹھانی پڑتی)

عشاق اور انگریز دو ہی قومیں ایسی ہیں جو نہ تعزیرات ہند سے ڈرتی ہیں اور نہ میونسپلٹی سے۔ انگریز تو ممکن ہے یوں نہ ڈرتے ہوں کہ تعزیرات ہند اور میونسپلٹی دونوں اُن کی "تُخم" آوردہ" ہیں اور ظاہر ہے عشاق یوں نہیں ڈرتے کہ رزق اور موت دونوں سے آزاد ہیں۔ انگریزوں کو آئی سی ایس نے خراب کیا اور عشاق کو شعرا نے۔ چنانچہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر ہندوستان کو شعرا اور آئی سی ایس کے اثر سے آزاد کر دیا جائے تو بہت ممکن ہے سوراج مل جائے۔ یعنے انگریزوں میں عشاق اور عشاق میں انگریز بننے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ اس سے میرا مطلب صرف یہ ہے کہ انگریزوں کو مرض سے نجات ہو جائیگی اور عشاق گندگی اور نجاست سے محترز رہنے لگیں گے +

عشاق کی تاریخ کا پتہ لگانا نہایت دشوار ہے۔ انکی تفتیش اور تدارک نہ سائنس سے ممکن ہے اور نہ میونسپلٹی سے کسی چیز کا پتہ صرف تین ہستیاں لگا سکتی ہیں۔ پولیس، پروفیسر، مولوی لیکن وقت یہ آن پڑی کہ پولیس نے تفتیش کرنے سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ عشاق کا مسئلہ پولیس سے نہیں بلکہ محکمہ حفظان صحت سے تعلق رکھتا ہے، مولوی ہر چیز کی ابتدا بابا آدم اور جنت سے کرتا ہے، پروفیسر آکسفورڈ اور کیمبرج سے۔ رفع شر کی خاطر میں نے چاہا تھا کہ مولوی اور پروفیسر دونوں کے باوا آدم کو مشترک قرار دیدوں۔ لیکن مشکل یہ آن پڑی کہ آکسفورڈ اور کیمبرج میں بابا آدم اور جنت نہیں ملتے، دوسری طرف بابا آدم اور اُن کی جنت میں آکسفورڈ اور کیمبرج کا پتہ نہیں +

اس تحقیق و تفتیش کے دوران میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے میں آپ کے بابا آدم سے واقف ہوں۔ ہم دونوں ہم وطن اور ہم مکتب تھے اور آپس میں نہایت دوستانہ تعلقات رکھتے تھے، لیکن چی خصوریوں نے ہم میں اختلاف پیدا کرا دیا، اور اب اس اختلاف نے یہانتک طوالت اختیار کر لی ہے کہ ایک طرف یونیورسٹیاں قائم کی جانے لگی ہیں۔ اور دوسری طرف ہم کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ آپ کو شاید نہیں معلوم کہ مولوی اور پروفیسر دونوں کے باوا آدم کا ایک ثابت کرنا اتنا مفید یا دلچسپ نہیں ہے جتنا مجھے ان دونوں کا چچا قرار دینا۔ اتنی آدم میرے بڑے بھائی تھے لیکن

نہایت سادہ لوح، ضدی اور جاہل، نومایہ کرشمہ بھی ملاحظہ فرمائیگا نہ بندوق اپنی، نہ نشانہ اپنا، نہ ارادہ اپنا، نہ مقصد اپنا، صرف اپنے کندھے پر رکھکر بندوق چھوڑ دالی۔ اور یہ نہ سمجھے کہ ان کی اس حرکت سے کتنا بڑا ہنگامہ بپا ہوگیا۔ اب جو کہتا ہوں میاں یہ کیا کیا تو کہتے ہیں ہم خلاصۂ کائنات ہیں۔ میں نے کہا اور بیں لال پیلے ہوکر فرمایا "شیطان" میں نے کہا خوب "جنت نباشد" یہ دنیا ہو جہاں مولوی اور پروفیسر اور تعزیرات ہند اور ملیریا اور بیوی بچوں سے پالا پڑیگا۔ یونیورسٹی میں تعلیم دی جائے گی۔ اسپتال میں اجابت ہوگی، اپالو اور چوپاٹی پر بیویاں ٹہلینگی، دفعہ ۴۴۳ میں چالان ہوگی، سری گنیش آنیمہ، جھلاکر بولے تو کافر ہے جہنم کا ایندھن بنے گا۔ میں نے کہا، بھائی جان ایسی بات منہ سے نکالو، شاخ طوبی پر لٹکنے والوں کو حق نہیں حاصل ہے کہ وہ جہنم کے ایندھن کا مضحکہ اڑائیں۔ میں تو خیر جہنم بردوش ہوں آپ بھی تو اکسفورڈ بلا ماں ہیں۔ میں جہنم میں جا بھی جاؤ نگا آپ کیمبرج سے کبھی نکل سکیں گے یا نہیں ؟ فرمایا، استغفر اللہ۔ اب میری باری تھی، میں نے کڑک کر، بس بس یہی منہ سے نہ نکالنا ہی مولوی ہی معلوم ہوتے ہو۔ نہ سمجھتے ہو اور نہ سمجھنے دیتے ہو۔ اور کوئی سمجھاتا ہے تو الٹے پڑتے ہو۔ ارے میاں استغفر اللہ کہنے کا تو وہ وقت تھا جب اپنوں سے سجدہ کرانے کی فرمایش کی گئی تھی، ایک اپنی خاطرداری جماعت کی جگ ہنسائی کرائی۔ خلاصۂ کائنات، خلاصۂ کائنات یہ بھی کوئی تعلیمی ڈگری تھی۔ کہ جب تک کوئی دے نہ دے اس وقت تک قابلیت کا معیار ہی نہ متیقن ہو سکے، کیا خلاصۂ کائنات ہونے سے پہلے کچھ اور تھے۔ تمہارے اس بے معنی دعویٰ پر استغفر اللہ پر ان کو بھی ندامت ہوتی ہے۔ جن کی پناہ پکڑنے پر اتنے دلیر ہو۔

آپ اپنے کو جو جی چاہے کہہ لیجئے لیکن مسئلہ کی نوعیت کھیل کھلاڑی کا ہے۔ مداری کا سے آگے نہیں بڑھتی۔ کھیل کھیلنے پر آپ مجبور ہیں۔ کمال فن پر آپکو داد ملتی ہے اور آپ خوش ہیں کہ یہ کمال آپ کا ہے۔ لیکن یہ آپ کی صریح اور اک تھوڑی سی مقتدر گمراہی ہے۔ کمال آپ کا ہوتا تو آپ اپنے کمال کے اظہار پر اتنے جری نہ ہوتے۔ جتنا دوسروں کے کمال کا اعتراف کرنے پر مستعد۔ کچھ ترشرو ہوکر فرمایا۔ تو پھر گویا تیرے کمال کی داد دوں۔ میں نے کہا تمہارے داد دینے نہ دینے سے میری اہمیت میں کوئی فرق نہیں آتا تمہارا خلاصۂ کائنات ہونا دوزخ کے اندیشہ اور جنت کی ہوس پر منحصر ہے دوزخ اور جنت نہ رہے تو تمہارا اشرف المخلوقات ہونا معمل تر ہو جائے یہ تو بالکل ایسا ہے جیسا ہندوستان کا امن برطانوی اقتدار پر ہے۔ انسان ایک مقدس گمراہی میں مبتلا ہے جس کو وہ مذہب قرار دیتا ہے اور جس چیز کو وہ نہ سمجھتا ہے اور نہ سمجھنا چاہتا ہے، اس کو مذہب کے حوالہ کر دیتا ہے۔ مذہب کو تم اپنے اور خدا کے درمیان ایک معاہدہ قرار دیتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے اور خدا کے درمیان زیادہ سے زیادہ صرف ایک مفاہمہ ہے اور مفاہمہ کے لئے فریقین کا ہم سطح ہونا ضروری نہیں ہے۔ تم نے خدا کی جو حیثیت تسلیم کرلی ہیں۔ اس کے اعتبار سے تم کو فریق بننے کا اختیار بھی حاصل نہ ہونا چاہئے۔ اس اعتبار سے معاہدہ اور مفاہمہ دونوں بے معنی الفاظ ہو جاتے ہیں۔ مذہب کی ابتدا انسان کی اولین اعترافِ شکست لئے ہوئے تھی، اور یہ گندم چشی پر اس کا اظہار معذرت تھا۔

تھوڑی دیر تک تو ہمارے سادہ لوح برادر مکرم پیچ و تاب کھاتے رہے لیکن چونکہ ان کو اس کا یقین تھا کہ یہاں ان کی خوشی اور ناخوشی دونوں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں، کچھ سنجیدہ بنے اور اس تفکر انہ لیکن برخود غلط طریقہ سے آمادہ گفتگو ہوئے۔ گویا کہ جو کچھ کہہ رہے تھے اس سے کہیں زیادہ ان کا علم ان کے ذہن و دماغ میں محفوظ تھا فرمایا انسان کا کسی چیز کا نہ سمجھنا انسان کی کمزوری کیوں ہو۔ انسان کوئی واقعہ یا اس واقعہ کو نہ سمجھنا یہ سب اپنی اپنی جگہ پر مستقل حیثیت رکھتے ہیں۔ انسان کسی چیز کو نہ بھی سمجھے پھر بھی وہ انسان ہے۔ کسی انسان کا پیغمبر، جنرل، یا مصنف یا اس قبیل کی اور کوئی چیز نہ ہونا اس کے انسان بننے کے لئے ضروری نہیں ہے۔ انسان بجائے خود محض انسان ہو نگا

فوقیت حاصل کر سکتا ہے۔ میں نے اُن سے زیادہ استغنا کے ساتھ جواب دیا اور اس طور پر گویا وہ میری بات کو مہمل سمجھ کر بھی اس کو مہمل ثابت نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے کہا آپ کی دلیل تو ایسی ہی ہے جیسے سی آئی ڈی۔ بہر حال میں سی آئی ڈی ہی خواہ وہ جرم یا مجرم کا پتہ لگا سکے یا نہیں۔ فرمایا اور نہیں تو کیا۔ میں نے عرض کیا گویا انسان ہونا آپ کا پیشہ ہے کارنامہ نہیں! یہ جملہ یا جرعہ ان کے ظرف کی ساری وسعت پر محیط ہو کر چھلک گیا۔ سنتے ہی اصلیت پر اُتر آئے۔ کہنے لگے بدمعاش اب ذاتیات پر اُتر آیا۔ ابھی تو سی آئی ڈی پر دانت لگائے ہوئے تھا۔ اب میں دیکھتا ہوں تیرا دوسرا وار آئی سی ایس پر ہوگا، غدار کہیں کا، میں نے کہا سی آئی ڈی کے جواز میں کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتے تو تم آئی سی ایس کی کب تک خیر منا سکو گے۔ جس سے معاشرت کا بار نہ اُٹھایا جا سکے گا۔ مذہب کا جوا کیوں گلے میں ڈالے اور پھر سی آئی ڈی اور آئی سی ایس کی تفریق کیوں کرتے ہو۔ فرق تو خان بہادری اور جیلخانہ کا ہے۔ آپ مجھے غدار کہتے ہیں۔ غدار اُسے کہتے ہیں جس نے غدار ہونے یا نہ ہونے کی ذمہ داری لی ہو۔ میں غدار نہ ہوتا تو تم خلاصۂ کائنات کیسے ہوتے لیکن بھائی جان انصاف کیجئے۔ اس کائنات کا جس کا تم خلاصہ قرار دیئے گئے ہو اولین غدار کون ہے تم یا میں؟ تم مسجود بنائے گئے اور میں مردود۔ لیکن کس بنا پر۔ تم کہو گے مشیت ہی یہی تھی۔ میں کہتا ہوں مشیت الٰہی کو سمجھے نہیں اور یہی نہیں بلکہ تم میں اس کے سمجھنے کی اہلیت ہی نہیں تھی اس لئے کہ خود غرض بھی تھے اور احمق بھی۔ خود غرض یوں کہ تم نے غور تو کیا ہوتا۔ تم میں مسجود ہونے کی کون سی بات تھی کسی کے کہہ دینے سے تم اس منصب کے اہل کب ہو گئے اور احمق یوں کہ سمجھتے تھے کہ دوسرے بھی احمق ہیں۔ بہر حال تم نے خود غرضی اور حماقت سے خان بہادری حاصل کر لی۔ میں نے تم کو سجدہ کرنا تمہارے پیدا کرنے والے کی توہین سمجھی لیکن تم اسکے سوا کر ہی کیا سکتے تھے۔ تمہاری تخلیق کا بنیادی اصول ہی کمزور تھا آستانہ پہلے سے موجود تھا پھر آخر جبیں کہاں سے لائی جاتی وہ تم نے پیش کر دی۔ کرنے کو تو فرشتوں نے سجدہ کیا اور تم کو، کیا، لیکن ایسے آستانہ کی محرومی بھی قابل رحم ہے جو جبینوں کا محتاج ہو۔ میں نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ تم اس حقیقت کو کبھی نہ سمجھ سکو گے کہ میرے انکار نے تمہارے خدا کی بہترین صفت اور پوشیدہ ترین راز کو بے نقاب کر دیا۔ میلاد آدم نے تو آئینہ کو مضمحل کر دیا تھا۔ انکار ابلیس نے ان کو شگفتہ بنا دیا۔ انکار ابلیس ایک آئینہ تھا جس میں حقیقت نے پہلی بار حقیقت کو پہچانا۔ لیکن آپ تو ظلوم و جہول قرار دیئے گئے ہیں۔ یہ باتیں کب آپکے ذہن میں آئینگی۔ اچھا یہ سب جانے دیجئے آخر یہ کیوں لازم آتا ہے کہ جبتک کوئی سجدہ نہ کرے اُس وقت تک معقول نہ ہو اور جب تک کوئی مسجود نہ ہولے اُس وقت تک وہ مقتدر نہیں ہو سکتا۔ میرے سجدہ نہ کرنے سے آپ اشرف المخلوقات کیوں ہو گئے۔ اگر آپ کا اشرف المخلوقات ہونا محض اس بنا پر ہے کہ میں مردود ہوں تو آپ کی حالت یقینی قابل رحم ہے اور میرا سجدہ نہ کرنا میرے لئے انتہائی فخر۔ آپ کی سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ آپ نے اپنا بُرا یا بھلا ہونا دوسروں کے بُرے یا بھلے ہونے پر منحصر رکھا ہو۔

اخی آدم اب گھبرائے، کہنے لگے بھائی ان کو نہیں پکڑتا جن کا یہ سب کھیل ہے۔ آخر یہ اتنی دیر سے مجھی سے کیوں اُلجھا ہوا ہے۔ اخی آدم کی یہ معقول اور ناگزیر بے پائی مجھے پسند آئی۔ میں نے کہا، ذرا قریب آؤ کان میں کہنے کی بات ہے۔ کوئی مولوی نہ سن لے۔ ورنہ میری اور تمہاری دونوں کی خیر نہیں۔ مجھے تعلیم یافتہ اور تم کو شیطان قرار دیدیگا۔ اخی آدم کے تیور کچھ بدلنے لگے تھے کہ میں نے فوراً کہا بھائی جان اچھی بات ہے۔ میں نہیں آپ ہی تعلیم یافتہ سہی، اتنا سُنکر اس طور پر مسکرائے اور ساتھ ہی ساتھ اظہار انکسار فرمایا جیسے کوئی پیشہ ور شاعر اپنے کلام کی داد پر اظہار فروتنی کرتا ہو۔

اور داد دینے والے کو اس حرکت پر خجالت بھی آئے اور غصہ بھی۔

بہر حال اب اخی آدم انتہائی خلوص اور اعتقاد کے ساتھ میری بات سننے کے لئے آمادہ ہوئے۔ مجھے خیال آیا کہ ہندوستان میں سوراج اور تعلیم یافتہ بیویوں کے ہنگامہ سے کسے کب فرصت ہو۔ آؤ جو کچھ کہنا ہے ان سے کہدوں۔ آدمی معقول معلوم ہوتے ہیں۔ مریض: مفلس میں اعتقاد، بچے اور ایک ہی بیوی ہے۔ ممکن ہے راہ راست پر آجائیں۔ ورنہ بقول شخصے ممکن ہے کسی ایسے سے سابقہ پڑتا جو خود جاہل ہوتے اور بیوی پردہ نہ کرتی ہوتیں۔ یا جس کے ڈرائنگ روم میں آتشدان پر ادھر آدھر گلدان اور بیچ میں ننگی تصویر رکھی ہوتی۔ چنانچہ میں نے کہنا شروع کیا:۔

"سنو حقیقت یہ ہے انسانیت مکمل نہیں ہے اور نہ مکمل ہو سکتی ہے۔ یہ تمام کائنات عالم **منشار الٰہی** اور **قدرت الٰہی** کی باہمی اور مسلسل کشمکش تفوق کا نتیجہ ہے۔ خدا سب سے بڑا "آئیڈیلیسٹ" ہے۔ اور تم جانتے ہو آئیڈیلیسٹ کی سب سے بڑی مجبوری۔۔۔۔۔"

"اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر" پاس کی ایک بوسیدہ مسجد سے تکبیر اذان بلند ہوئی۔ اور پھر کچھ نہ سنائی دیا کہ "اخی آدم" اور ابلیس کے مکالمہ یا مجادلہ کا کیا انجام ہوا ؟

رشید احمد صدیقی

حقیقتِ عُریاں

اسی انداز پر جاری رہی جو گمرہی میری — نئی اک راہ پیدا ہو سکیگی راہِ منزل سے
یہی دیر و حرم گر منزلِ مقصود تھے میرے — بہت اچھا ہوا آگے نکل آیا ہوں منزل سے
کئی کانٹے الجھتے زندگی برباد ہو جاتی — گزاری ہے مگر دامن بچا کے سخت مشکل سے
موافق بھی چلی گاہے ہوا تو وائے ناکامی — سفینہ جا پڑا گرداب میں ٹکرا کے ساحل سے
نہیں آتی مجھے راتوں کو نیند اکثر نہیں آتی — گزر جاتی ہیں گھڑیاں مشورے کرتے ہوئے دل سے
تلاشِ مدعا ہے بھاگتا ہوں مضطرب ہو کر — کبھی صحرا سے محفل کو کبھی صحرا کو محفل سے

حقیقت کو سمجھ لوں تو کچھ مشکل نہیں لیکن
نگاہیں پار بھی ہوں اشک پردہ ہائے حائل سے

اشک خلیلی

عرب شہ سوار

(از حضرت خواجہ حسن نظامی مدظلہ العالی)

وہ دیکھو سامنے گھوڑے پر سوار ایک عرب شہ سوار کھڑا ہے۔ کندھے پر بندوق ہے۔ ہاتھ میں ایک باز ہے سر پر عربی رومال ہے۔ آنکھیں ہاتھ کے باز کی طرح چھوٹی چھوٹی ہیں مگر تیز ہیں شکار کو دور سے دیکھ لیتی ہیں۔ سینہ پر کارتوسوں کی پیٹیاں ہیں۔ پاؤں میں عربی چپّل ہے +

یہ کون ہے؟ اور اس کے ہاتھ پر باز کیوں ہے؟ اور اس کے سر کا رومال پراگندہ سا کیوں ہو گیا ہے؟ اور اس کے سینہ پر کارتوسوں کی پیٹیاں کس غرض سے بندھی ہوئی ہیں؟ اور اس کے گھوڑے کی شکل کیسی ہے؟

سُنو! اس کی کمر پر جو بندوق ہے وہ ایک نالی معلوم ہوتی ہے۔ اس وقت پشت پر ہے۔ لیکن یہ اکثر عرب کے سینہ سے لگی ہے۔ اور یہ ہمیشہ اس کو سینہ سے لگا کر شکار کرتا ہے۔ بندوق کی ایک نال اس کی آنکھ ہے اور بڑی ہی غیور ہے۔ اسکی شرم گوارا نہیں کرتی کہ کوئی اس کو شہ سواری کی چھاتی سے لگا ہوا دیکھے۔ انسان ہو یا انسان۔ جب اس کی طرف دیکھتا ہے کہ بندوق کس کی چھاتی سے لگی ہوئی ہے تو یہ زور سے گرجتی ہے اور ایک گولی دیکھنے والے کی طرف پھینکتی ہے۔ اور اسکو مار ڈالتی ہے۔ تاکہ راز کا افشا نہ ہو۔ اس کے سینہ پر جو کارتوس ہیں وہ اُن موتیوں اور ہیروں اور سب جواہرات سے اعلیٰ ہیں جن کو عورتیں گلے کا ہار بناتی ہیں۔ یا ہندوستان کے عورت نما رئیس پہنتے ہیں +

عرب سپاہی انہی کارتوسوں سے جواہرات پر قبضہ کرتا ہے۔ اس واسطے کارتوس ہی اس کا سب سے بڑا زیور ہیں۔ اور انہی کارتوسوں سے اس سپاہی کی زیبائش ہے +

ہاتھ پر ایک باز ہے۔ سب پرندوں کا سردار اور شکاری کیا خوب تماشہ ہے شکاری کی آنکھیں شکاری۔ پشت شکاری سینہ شکاری۔ ہاتھ شکاری۔ پاؤں شکاری۔ گھوڑا شکاری۔ اور ہاتھ پر بیٹھا ہوا پرندہ بھی شکاری۔ اس کا گھوڑا جب دوڑتا ہے۔ اور اس کے آہنی نعل پتھروں سے ٹکراتے ہیں تو شعلے برساتے ہیں اور قرآن مجید اس منظر کی قسمیں کھاتا ہے۔ دیکھنا! اس گھوڑے کی پیشانی پر سفید صراحی ہے اور اس میں لکھا ہے کہ زندگی اور ترقی کی شراب اسی صراحی کے اندر ہے۔ عرب سپاہی پا برکاب ہے۔ گھوڑے پر سوار ہے اور پاؤں رکاب میں ہیں اور ہم سے کہہ رہا ہے کہ تم دست بہ کٹ ہو کر روپئے دیتے ہو۔ ریل کے ٹکٹ خریدتے ہو اور انجن والوں کے محتاج بن کر ایسی سواری میں بیٹھتے ہو جس کی لگام تمہارے ہاتھ میں نہیں ہوتی اور اسی واسطے بریلی کے پاس ریل ٹکرا جاتی ہے اور تم مر جاتے ہو +

ذرا اسے بھی تو دیکھو! یہ شہ سوار کیسا چپ چاپ کھڑا ہے کچھ سوچ رہا ہے۔ شاید کچھ سن رہا ہے۔ فلسطین کی خبریں اس کے کان میں آئی ہونگی اور یہ خیال کر رہا ہوگا۔ کہ جنگلی جانوروں کا شکار ختم کرو۔ چلو! وطن چلو!! اور یہودی تحریک کے اژدھے سے اپنے مقدس وطن کو بچاؤ۔ ورنہ اژدہا وطن کو نگل جائیگا +

اب کچھ دیر نہیں۔ عرب نے ارادہ کرلیا۔ اب دیکھنا یہ پڑا۔ اب دیکھنا اس کے گھوڑے نے ہوا سے باتیں کیں۔ اب دیکھنا کوئی دم میں ہوائی خبریں آئینگی۔ اور اس شہ سوار کی عجیب وغریب باتیں سنائینگی۔ سلام علیکم میں سوار ہم تو یہاں لحاف اوڑھے بیٹھے ہیں۔ تم جاؤ اس سردی میں لڑو۔ ہم تو یونہی لحاف میں بیٹھے بیٹھے باتیں بنالیا کرتے ہیں +

حسن نظامی
یکم فروری ۱۹۳۰ء

نوائے حزیں

برآئے کیا تمنا، رنجور عاشقی ہوں میں　حسرت کا ہے تسلط، نخچیر بےکسی ہوں
وقفِ غم والم ہوں - بیگانۂ کرم ہوں
محروم بیش وکم ہوں

بھرتا ہوں سرد آہیں، دہ رہ کے خامشی سے
واقف نہیں ہوں اب تک میں لطف زندگی سے
واعظ کو ہے تنفر، پیر مغاں سے ہے دشمن　اپنے سے خود خفا ہوں سارا جہاں ہے دشمن
حرماں نصیب پاکے سب ہاتھ کھینچ بیٹھے
مجھ کشتۂ وفا سے

صحرائے عاشقی میں، تنہا پڑا ہوا ہوں
رخصت ہوئیں اُمیدیں، میں اُن کا نقشِ پا ہوں
کیوں طعنہ زن ہے ہمدم کیا پوچھتا ہے کیا ہے　کرتا ہوں ضبط جتنا اُتنا ہی بڑھ رہا ہے
یہ زخم جانگزا ہے - یہ درد لادوا ہے
ہر درد کی دوا ہے

ہے موت اس سے بہتر یہ زندگی نہیں ہے
میں ہوں سبھی کا لیکن میرا کوئی نہیں ہے
مشکل عجب پڑی ہے، عقدہ کشا ہے کوئی　آئی ہے جان لب پر معجز نما ہے کوئی
گلشن کا پتہ پتہ - صحرا کا ذرہ ذرہ
شاہد ہے ابتری کا

نیرنگیٔ فلک پر رو رو کے تھک گیا ہوں
مجبور ہو کے دل پر الزام دھر رہا ہوں

شیخ افتخار علی فلک

شملہ میں عید

(حضرت آغا حیدر حسن دہلوی۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس لندن کے قلم سے)

آج اُنتیس تھی عید کا چاند ہمارے ہاں سے دکھائی نہ دے سکتا تھا آدمی بھیجے کہ چاند جا کر دیکھ آئیں۔ لیکن چاند نہ دکھائی دیا۔ آپا جان نے کہا کہ میں اُجلی چاندنی بچھوا دوں صبح عید ہوگئی تو فرش کی اُلٹا پلٹی میں بڑی دقت ہوگی۔ اور جو نہ ہوئی تو پرسوں تک آدمیوں کے ننگے پیروں اور اللہ رکھے ان سب کے جوتوں سے میلی چیتھڑا ہو جائے گی۔ میں نے کہا۔ آپا جان چاندنی کے بچھوانے میں کون سے ہاتھی گھوڑے لگیں گے۔ دم بھر میں آدمی بچھوا دیں گے۔ اور دو تین گھنٹے میں معلوم ہو جائیگا کہ عید کل ہے یا نہیں۔ کیونکہ دلی سے رویت ہلال کا تار ضرور آئیگا۔ بڑی رات گئے چاند کی خبر کا انتظار رہا لیکن کوئی خبر نہ آئی صبح جمعہ تھا الوداع کی نماز اس سے پہلے جمعہ کو ہو چکی تھی میں نے کہا کہ عید اب کے بڑھیا ہو گی ایک روزہ اللہ میاں نے اور رکھوایا جمعہ کو روزہ رکھا۔ سارا دن یونہی گذرا کوئی خاص بات قابل ذکر نہ ہوئی۔ تاش بھی نہ کھیلے کہ روزہ مکروہ ہوگا۔ سارے دن میری طبیعت بالکل صاف رہی۔ یہ دن کی دُکھی بھی نہ رہی تھی کہ آج ابر کے ٹکڑے آسمان پر آتے جاتے نظر آتے تھے۔ اس لئے چاند دکھائی دینے کی کوئی امید نہ تھی۔ لیکن ہفتہ کی عید یقینی تھی۔ شام کو روزہ کھولنے کے بعد گھر کی صفائی شروع کی۔ ہر چیز کی خوب اچھی طرح جھاڑ پونچھ کی۔ میلی چاندنی اُٹھوائی۔ اُجلی براق بچھوائی۔ مہندی صبح عید تھی اس لئے نہ لگائی کہ اکثر باہر نکلنا ہوتا ہے۔ لال لال ہاتھ کچھ اچھے نہ معلوم ہوں گے اور شرم آئیگی +

منہیاری یہاں کہاں سے بلواتے جو چوڑیاں پہنتے ساتھ جاپانی ریشمی چوڑیاں تھیں۔ وہی پانچ پانچ ہاتھوں میں ڈال لیں۔ عید کی جیسی خوشی بچپن میں ہوتی تھی کہ مارے خوشی کے نیند اُڑ جاتی اور صبح سویرے اندھیرے مُنہ اُٹھ بیٹھتی۔ اب معلوم بھی نہ ہوئی کہ صبح عید ہے۔ ایک تو دل مرے ہوئے پہلے ہی تھے۔ اب مسلمانوں کی عام حالت نے اس بات کی اجازت نہ دی کہ عید خوشی خوشی منائی جائے۔ ارے وہم کے سبب نئے کپڑے بدل لئے کہ اللہ سب جانوں کی خیر رکھے۔ اور پھر پردیس کی عید ہی کیا۔ ڈومنیوں کے لئے جی پھڑکتا رہا کہ جب تک وہ عید کا شادیانہ نہ گائیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ عید ہوئی۔ اب دل دلّی میں جا گھسا۔ اور عید کی بہار یاد آئی کہ ڈومنیوں کا غول کا غول ہزاروں دعائیں دیتا گھسا چلا آتا ہے۔ کانوں میں پھولوں کی بالیاں ہیں عطر ملے ہیں۔ پان کلّے میں اڑائے۔ لاکھی جوڑے مٹکاتے گھسٹر گھسٹر کرتی چلی آتی ہیں۔ اللہ رسول کی امان۔ پنجتن پاک کا سایہ دوست آباد دشمن پائمال۔ شادیوں کی گھڑیاں۔ آئی گھڑی گھڑی کی بلائیں دو۔ ہم آئیں حکیم نہ آئیں۔ ایک عید پہ ہزاروں اور نصیب ہماری یاد ہو۔ صاحبزادوں کی جوڑیاں بنی رہیں۔ سونے کے سہروں بیاہ ہو۔ یہ کہتی ڈیوڑھی سے گھسیں آداب بجالا دعائیں دیتی سامنے بیٹھ گئیں۔ سارنگی کے کان مروڑ ڈوم نے دل شروع کی اور سب نے مل کر عید مبارک باشد۔ عید مبارک باشد الاپنا شروع کیا۔ گھنٹہ دو گھنٹہ گائیں بجائیں۔ عید کا انعام لیکر رخصت ہوئیں۔ باہر فقیر چلا رہے ہیں۔ مالی ڈالیاں لا رہے

ہیں۔ کچوری والی طرح طرح کی مٹھائیاں، خستہ کچوریاں، بیوڑیاں، شکر
دال سیو لئے چلی آتی ہے۔ تیسرے پہر کاچھن جوتی کے چنند
پھلوں سے چھبڑا بھرے چلی آتی ہے۔ آتی سلام کیا، عید کی مبارکباد
دی اور کچالو بنانے بیٹھ گئی۔ سب اُس کے چھبے کو گھیر بیٹھ گئے۔ کوئی
آلو کے بنواتا ہے کسی کی رال امرود کے کچالوؤں پہ ٹپکی کسی کے
منہ میں کمرک دیکھ پانی بھر آیا کسی کو کیلے کے کچالوؤں پر رغبت آتی
چاروں طرف سے یہی پکار ہے "گھو! پہلے مجھے بنا دے"۔ وہ
نگوڑی بولائی جاتی ہے، چھوکریاں چوطرف سے نرغہ ڈالے ہیں۔ آنکھ
بچی اور چھبے میں ہاتھ ڈال چیز اڑا لی۔ وہ کن انکھیوں سے سب
کی طرف دیکھتی جاتی ہے اور وہ نیلے نیلے دیدے بدل چوتی پر
غراتی ہے۔ تر ایک بیٹھی ہوئی بڑی بوڑھی سے شکایت کرتی ہے
وہ کہتی ہے کہ نگوڑیوں برس کے برس دن چوری سے باز آؤ۔ وہ
بات بناتی ہیں "اوئی دیکھنے کو اٹھایا تھا اُس کی نیت میں بل ہے
خواہ مخواہ چوری کا امروں پر گمان کرتی ہے"۔ ایک نے سودا لے
روکھن پہ تکرار کی کاچھن سے خالہ بھپی کا رشتہ بڑا ہے اڑ
اڑ کر مانگتی ہے۔ وہ گھرکتی جاتی ہے اور سسک سسک دیتی
جاتی ہے۔ ایک نے باتوں میں لگایا دوسرے نے کوئی پھل اڑایا
کاچھن بڑی کائیاں ہے۔ کہتی ہے "دیکھ اس کی سند نہیں
اپنے اللہ کے ہاں دینا اور ہیگی"۔ اُس نے جھٹ بات بنا فوراً
ڈال دیا "اے ہے میں تو دیکھتی تھی کہ دیکھوں خالہ کتنی ہشیار ہے
اوئی صدقے کی تھی کوئی چرانے کی نیت تھوڑی تھی"۔

کاچھن گئی کہ ابن آتی ہیں کی تھلکیاں لونگ چڑے
مچھلی کے کباب، قلمی بڑے، سکے گولے کے کباب، گولیاں،
کلیجی کے کباب لائی۔ سوین کی مٹھاس سے جی بھرا ہوا سلونے
چیز پہ دل چلا "اُس سے مول لے کھایا"! اتنے میں دہی بڑے
والی جل جیرے کے بتاسے، چھوارے کی چاٹ، پکوڑیاں، دہی
بڑے، میوے کی کنگوچھیاں، سونٹھ پانی، ستر نگی چٹنی صاف
صاف کنڈالیوں میں بھری گھٹری میں دھری لئے چلی آتی ہے۔
آن بیٹھ گئی۔ چٹوؤں کی للوون چاٹ کی چٹ پٹاہٹ پرم دو
ت مارا ساری عید چٹورپن کی نذر کی۔ شام تک چاٹ چوٹ
ہاتھ جھاڑ جھوڑ کے بیٹھ گئیں۔ شام کو مالن گجرے کنٹھے، پھولوں کی
بالیاں بندوں کے دونے لئے چلی آتی ہے۔ سب نے پھول پہنے
مالن انعام لے رخصت ہوئی۔ گندھن آتی، عطر دے اپنا حق لے
گئی۔ منہیاری عید سے ایک دن پہلے آتی، چوڑیاں پہنائیں۔
چوڑیاں پہن آسے سلام کیا اُس نے ہزاروں دعائیں دیں۔
"بیوی عمر دراز، برخوردار بھائی جئیں، راجھی نشین، مسند نشین،
سونے کے سہرے سے بیاہ ہو۔" اُس سے کہ "فہیمن صبح آئیو
یا اپنی بہو کو بھیجیو۔ میں اُس کے ہاتھ تیری عیدی بھجوا دوں گی۔"
وہ سلام کر دعائیں دیتی رخصت ہوئی۔ رشتہ کنبہ داروں، میل
ملاپیوں کے ہاں سے عید کے حصے چلے آتے ہیں، پکی سویاں، چھوارے
اور قند کی چاروں طرف سے مار ہے۔ دائی جنائی آئی۔ کھلونے
مٹھائی بچوں کے لئے لائی۔ اپنا انعام لے رخصت ہوئی۔ یا اگر چماری
بھجوایا تو پھر کسی آدمی کے ہاتھ اُس کا انعام بھجوا دیا۔ نوکریں، مامائیں
دائیں ٹوکریاں لا رہی ہیں انعام پا رہی ہیں۔ کوئی بچہ جھم جھم کے
کپڑے پہنے اترا اترا شرماتا چلا جاتا ہے کوئی لڑکی چھم چھم کرتی چھمکتی بجاتی
ادھر سے آدھر چلی گئی۔ کوئی پائنچے سنبھالتی کچوریاں کھا کر گلی کے
چلی۔ کوئی کھڑی جنگلی دھو رہی ہے۔ کوئی بچہ پپیا بجاتا چلا جا رہا ہے
کوئی سیٹی بجا رہا ہے۔ ایک چلا رہا ہے "بھائی ابا ہماری عیدی
دلواؤ"۔ کوئی مہین دبی ہوئی آواز میں کہتی ہے کہ "نانی بی میری عیدی
حلال خوری دروازے کے پاس کو لے" نکی دل کھا اٹھلا کے
کہہ رہی ہے "دروغن بیوی میری میاں، چوکیدار جگائی کا انعام
مانگ رہا ہے۔ لڑکے گڈیاں اڑا رہے ہیں "وہ کاٹا۔ وہ کاٹا"
کے غل کے سوا کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی۔ ایک ہے کہ
چلاتا ہے وہ بھگایا "پیری ہے بے" دوسرا چلاتا ہے "بچھ لے"

اُجم کی صحیح نہیں۔ ڈھیلم کی ہے۔ ایک چیخ رہا ہے "وہ تھو! لے! ڈھیل چل یہ اُترآیا" وہ کہتا ہے "بیٹا! ابھی تو دمڑ چل بڑھا ہو تھے۔ اپنے باوا کی ہٹی کم؟ اوالوٹ کے آڑانی تو اترا گئے ہو" بچے ٹوہے لوٹنے پھر رہے ہیں۔ چھتوں پر ایک وہ ماچوکڑی مچی ہوئی ہے۔ آسمان پر رنگ برنگ کی شکلیں آدمی اڑ رہے آڑ رہے ہیں۔ طرح طرح کی گڈیاں بڑھ رہی ہیں۔ کوئی بھیڑیا ہے۔ کوئی چڑا۔ کوئی کالا ہی تو کوئی سنگریا رے کی۔ کوئی چوکتی ہے تو کوئی جیب۔ کوئی پری ہے تو کوئی انس۔ کوئی جانور ہے تو کوئی ل بتیل، گڈے، سبل منجھولے آدھے، پونے اور نامے اُڑ رہے ہیں۔ بجگڈم۔ جو گڈم پیچ اُڑ رہے ہیں۔ لونڈے لمبی لمبی جھڑیاں لئے لوٹتے گالی گلوچ کرتے پھر رہے ہیں۔ اُدھم مچا ہوا ہے۔ ہائے دلی کے کیا کہنے۔ مجھے جہاں اس بیاری کا خیال آیا۔ میں ایک طلسمی دنیا میں گم ہی۔ وہ وہ مضمون سوجھتے ہیں کہ دفتر کے دفتر لکھتی چلی جاؤں اور سیری نہ ہو۔ گڈیوں کے نام لکھوانے میں مجھے بڑی مدد یہاں سمو حسن خاں نے دی۔ انہیں پتنگ بازی کی وحشت ہے۔ اللہ رکھے سب مرد عید کی نماز کو کسی پاس ہی کی مسجد میں چلے گئے۔ وہاں سے واپس آئے تو اماں جان اور آپا جان کو سب نے آداب کیا۔ انہوں نے دعائیں دیں اور عیدیاں دیں۔ عطر پان دیا۔ سب بیٹھے۔ اتنے میں ہم سب نے کپڑے بدلے۔ انہوں نے اور میں نے اپنے حجرے میں اماں جان کو عید کی نذر دی۔ کیونکہ ان کے ہاں کا دستور ہے کہ سب چھوٹے خاندان کے بزرگ کو نذریں پیش کرتے ہیں۔ یہاں اماں جان سے بڑا کوئی بھی نہ تھا۔ اس لئے ہم دونوں نے اپنے پانچ پانچ روپے رومال پر رکھ کر پیش کئے۔

اُنہوں نے ہاتھ لگا کر روپئے چھوڑ دیئے اور ہمیں جیب دی عیدی میں دی۔ ہم سب آپا جان کے حجرے میں آ آداب کر بیٹھ گئے اتنے میں مجھے سارنگی کی آواز آئی۔ میں لپک کر برآمدے میں آئی دیکھا تو ایک پنجابی سارنگی بجا رہا ہے۔ یہاں شبن کا خدمتگار ایک لڑکا شکور ہے۔ اُس سے کہا "اسے بلا" اُس نے آواز دی۔ وہ آن پردے کی آڑ میں بیٹھ گیا۔ ہم سب حجرے میں بیٹھے رہے۔ اُس سے کہا کہ گا۔ اُس نے اُردو غزلوں کی ٹانگ توڑی کہ ہم نے مجبوراً کہا کہ اس سے کہو کہ پنجابی کوئی چیز سنائے۔ اُس نے گائی۔ بیچارہ آواز سے لاچار تھا۔ غرض ایک روپیہ دیکر اُسے رخصت کیا ۔

آپا جان نے آج عید کی وجہ سے شیر خورمہ، میٹھے سلونے پرتدار سموسے، انفس پارے، فیرنی، شامی کباب، سری، ہری مرچوں کا دولمہ، ولایتی بیگن اور مٹر کا سالن پکوایا۔ کھانا کھانے سے پہلے ہوئی شبنی ممتاز خاں کو اختلاج کا دورہ پڑا۔ آپا جان بہت گھبرائیں۔ اُن کی دلہن محمد زمانی بیگم بہت پریشان ہوئیں۔ اللہ رکھے دونوں بھائی اور تینوں بہنیں، اماجان" وہ" اور میں، غرض ہم سب کے سب اُن کے حجرے میں جا کے بیٹھے میاں شبن چپ چاپ لیٹے تھے۔ ہاتھ دل پر دھرا تھا۔ چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ ہاتھ پاؤں بالکل ٹھنڈے برف۔ سب نے ہاتھ پاؤں سہلائے۔ گلاب پلایا، خمیرہ مروارید چٹایا۔ اس سے زیادتی میں کمی ہوئی۔ لیکن کھانا ٹھنڈا مٹی ہو کر بے حلاوت ہو گیا ۔

آغا حیدر حسن دہلوی

نیرنگ خیال میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے۔ (منیجر)

بائیسکل

(از پطرس)

ایک دن مرزا صاحب اور میں برآمدے میں ساتھ ساتھ کرسیاں ڈالے چپ چاپ بیٹھے تھے۔ جب دوستی بہت پرانی ہو جائے تو گفتگو کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اور دو دوست ایک دوسرے کی خاموشی سے بھی لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ یہی حالت ہماری تھی۔ ہم دونوں اپنے اپنے خیالات میں غرق تھے۔ مرزا صاحب تو خدا جانے کیا سوچ رہے تھے۔ لیکن میں زمانہ کی ناسازگاری پر غور کر رہا تھا۔ دور سڑک پر تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ایک موٹر کار گزر جاتی تھی۔ میری طبیعت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے۔ کہ میں جب کبھی کسی کی موٹر کار کو دیکھوں۔ مجھے زمانے کی ناسازگاری کا خیال ضرور ستانے لگتا ہے۔ اور میں کوئی ایسی ترکیب سوچنے لگ جاتا ہوں۔ جس سے دنیا کی تمام دولت سب انسانوں میں برابر برابر تقسیم کی جا سکے۔ اگر میں سڑک پر پیدل جا رہا ہوں اور کوئی موٹر اس ادا سے گزر جائے۔ کہ گرد و غبار میرے پھیپھڑوں، میرے دماغ، میرے معدے اور میری تلی تک پہنچ جائے۔ تو اس دن میں گھر آ کر علم کیمیا کی وہ کتاب نکال لیتا ہوں۔ جو میں نے ایف اے میں پڑھی تھی۔ اور اس غرض سے اس کا مطالعہ کرنے لگ جاتا ہوں کہ شاید بم بنانے کا کوئی نسخہ ہاتھ آ جائے۔

میں کچھ دیر تک آہیں بھرتا رہا۔ مرزا صاحب نے کچھ توجہ نہ کی۔ آخر میں نے خاموشی کو توڑا۔ اور مرزا سے مخاطب ہو کر بولا

"مرزا۔ ہم میں اور حیوانوں میں کیا فرق ہے؟"

مرزا صاحب بولے "بھئی کچھ ہو گا ہی آخر"۔

میں نے کہا "میں بتاؤں تمہیں؟"

کہنے لگے "بولو"۔

میں نے کہا "کوئی فرق نہیں۔ سنتے ہو مرزا؟ کوئی فرق نہیں ہم میں اور حیوانوں میں — کم از کم مجھ میں اور حیوانوں میں کوئی فرق نہیں! ہاں ہاں میں جانتا ہوں تم میں میخ نکالنے میں بڑے طاق ہو۔ کہو گے حیوان جگالی کرتے ہیں۔ تم جگالی نہیں کرتے۔ ان کے دم ہوتی ہے۔ تمہاری دم نہیں۔ لیکن ان باتوں سے کیا ہوتا ہے؟ ان سے تو صرف یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ مجھ سے افضل ہیں لیکن ایک بات میں میں اور وہ بالکل برابر ہیں وہ بھی پیدل چلتے ہیں۔ میں بھی پیدل چلتا ہوں۔ اس کا تمہارے پاس کیا جواب ہے؟ جواب نہیں۔ کچھ ہے تو کہو۔ بس چپ ہو جاؤ۔ تم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ جب سے میں پیدا ہوا ہوں، اس دن سے پیدل چل رہا ہوں۔ پیدل! تم پیدل کے معنے نہیں جانتے پیدل کے معنے ہیں سینۂ زمین پر اس طرح سے حرکت کرنا کہ دونوں پاؤں میں سے ایک نہ ایک پاؤں ضرور زمین پر رہے یعنی تمام عمر میرے حرکت کرنے کا طریقہ یہی رہا ہے۔ کہ ایک پاؤں زمین پر رکھتا ہوں۔ دوسرا اٹھاتا ہوں۔ دوسرا رکھتا ہوں پہلا اٹھاتا ہوں۔ ایک آگے ایک پیچھے۔ ایک پیچھے ایک آگے"۔

خدا کی قسم اس طرح کی زندگی سے دماغ سوچنے کے قابل نہیں رہتا۔ حواس بیکار ہو جاتے ہیں تخیل مر جاتا ہے۔ آدمی گدھے

سے بدتر ہو جاتا ہے۔

مرزا صاحب میری اس تقریر کے دوران میں کچھ اس بے پروائی سے سگرٹ پیتے رہے۔ کہ دوستوں کی بیوفائی پر رونے کو دل چاہتا تھا۔ میں نے از حد نفرت اور حقارت کے ساتھ منہ ان کی طرف سے پھیر لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ مرزا کو میری باتوں پر یقین ہی نہیں آتا۔ گویا میں اپنی جو تکالیف بیان کر رہا ہوں وہ محض خیالی ہیں۔ یعنی میرا پیدل چلنے کے خلاف شکایت کرنا قابل توجہ ہی نہیں۔ یعنی میں کسی سواری کا مستحق ہی نہیں۔ میں نے دل میں کہا اچھا مرزا یونہی سہی۔ دیکھو تو میں کیا کرتا ہوں۔ میں نے اپنے دانت پیس لئے اور کرسی کے بازو پر سے جھک کر مرزا کے قریب پہنچ گیا۔ مرزا نے بھی سر میری طرف موڑا۔ اور مسکرا دیا۔ لیکن میرے تبسم میں زہر ملا ہوا تھا۔ جب مرزا سننے کے لئے بالکل تیار ہو گیا۔ تو میں نے چبا چبا کر کہا:-

"مرزا۔ میں ایک موٹر کار خریدنے لگا ہوں"۔

یہ کہہ کر میں بڑے استغنا کے ساتھ دوسری طرف دیکھنے لگا۔

مرزا بولے۔ کیا کہا تم نے؟ کیا خریدنے لگے ہو؟"

میں نے کہا: سنا نہیں تم نے۔ میں ایک موٹر کار خریدنے لگا ہوں۔ موٹر کار ایک ایسی گاڑی ہے۔ جس کو بعض لوگ موٹر کہتے ہیں۔ بعض لوگ کار کہتے ہیں۔ لیکن چونکہ تم ذرا کند ذہن ہو۔ اس لئے میں نے دونوں لفظ استعمال کر دیئے۔ تاکہ تمہیں سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے"۔

مرزا بولے: "ہوں"

اب کی بار مرزا نہیں میں بے پروائی سے سگرٹ پینے لگا بھوؤں میں نے اوپر کو اٹھا لیں۔ سگرٹ والا ہاتھ میں منہ تک اس انداز سے لاتا لیجاتا تھا۔ کہ بڑے بڑے ایکٹر اس پر رشک کریں۔ تھوڑی دیر کے بعد مرزا پھر بولے: "ہوں"

میں نے سوچا اثر ہو رہا ہے۔ مرزا صاحب پر رعب پڑ رہا ہے۔ میں چاہتا تھا۔ مرزا کچھ بولے۔ تاکہ مجھے معلوم ہو۔ کہاں تک مرعوب ہوا ہے۔ لیکن مرزا نے پھر کہا: "ہوں"

میں نے کہا "مرزا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ تم نے سکول اور کالج اور گھر پر دو تین زبانیں سیکھی ہیں۔ اور اس کے علاوہ تمہیں کئی ایسے الفاظ بھی آتے ہیں جو کسی سکول یا کالج یا شریف گھرانے میں نہیں بولے جاتے۔ پھر بھی اس وقت تمہارا کلام ہوں سے آگے نہیں بڑھتا۔ تم جلتے ہو۔ مرزا اس وقت جو تمہاری ذہنی کیفیت ہے۔ اس کو عربی زبان میں حسد کہتے ہیں۔

مرزا صاحب کہنے لگے۔ نہیں یہ بات تو نہیں۔ میں تو صرف خریدنے کے لفظ پر غور کر رہا تھا۔ تم نے کہا میں ایک موٹر کار خریدنے لگا ہوں۔ تو صاحبزادے۔ خریدنا تو ایک ایسا فعل ہے۔ کہ اس کے لئے روپے وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ وغیرہ کا بندوبست تو خیر ہو جائے گا۔ لیکن روپے کا بندوبست کیسے کرو گے؟"

یہ نکتہ مجھے بھی نہ سوجھا تھا۔ لیکن میں نے ہمت نہ ہاری۔ کہا "میں اپنی کئی قیمتی اشیاء بیچ سکتا ہوں"۔

مرزا بولے "کون کون سی مثلاً؟"

میں نے کہا۔ ایک تو میں اپنا سگرٹ کیس بیچ ڈالونگا"

مرزا کہنے لگے "چلو دس آنے تو یہ ہو گئے۔ باقی ڈھائی تین ہزار کا انتظام بھی اسی طرح ہو جائے تو سب کام ٹھیک ہو جائیگا"

اس کے بعد ضروری یہی معلوم ہوا۔ کہ گفتگو کا سلسلہ کچھ دیر کے لئے روک دیا جائے۔ چنانچہ میں مرزا سے بیزار ہو کر خاموش ہو رہا۔ مگر جتنا اس مسئلے پر غور کیا اتنا ہی مشکل معلوم ہوا۔ یہ بات سمجھ میں نہ آئی۔ کہ یہ باقی لوگ روپیہ کہاں سے لاتے ہیں۔ بہت سوچا۔ آخر اس نتیجے پر پہنچا کہ لوگ چوری کرتے ہیں۔ اس سے ایک گونہ اطمینان ہوا۔

مرزا بولے۔ میں تمہیں ایک ترکیب بتاؤں۔ ایک بائیسکل لے لو ❊

میں نے کہا۔ وہ روپے کا مسئلہ تو پھر بھی جوں کا توں رہا ❊

کہنے لگے۔ مفت ❊

میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ مفت؟ وہ کیسے ؟

کہنے لگے۔ مفت ہی سمجھو۔ آخر دوست سے قیمت لینا بھی کہاں کی شرافت ہے۔ البتہ تم احسان لینا گوارا نہ کرو تو اور بات ہے ❊

ایسے موقع پر جو ہنسی میں ہنستا ہوں۔ اس میں معصوم بچے کی مسرت۔ جوانی کی خوشدلی۔ اُبلتے ہوئے فواروں کی موسیقی اور بلبلوں کا نغمہ سب ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوتے ہیں۔ چنانچہ میں یہ ہنسی ہنسا۔ اور اس طرح ہنسا کہ کھلی ہوئی باچھیں پھر گھنٹوں تک اپنی اصلی جگہ پر واپس نہ آئیں۔ جب مجھے یقین ہو گیا۔ کہ یک لخت کوئی خوشخبری سننے سے دل کی حرکت بند ہو جانے کا جو خطرہ ہوتا ہے۔ اس سے محفوظ ہوں۔ تو میں نے پوچھا "ہے کس کی؟"

مرزا بولے میرے پاس ایک بائیسکل پڑی ہے۔ تم لے لو ❊

میں نے کہا۔ پھر کہنا پھر کہنا ❊

کہنے لگے۔ بھئی! ایک بائیسکل میرے پاس ہے جب میری ہے تو تمہاری ہے۔ تم لے لو ❊

یقین جانئے مجھ پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ شرم کے مارے میں پسینہ پسینہ ہو گیا ❊ چودھویں صدی میں ایسی بے غرضی اور ایثار بھلا کہاں دیکھنے میں آتا ہے۔ میں نے کرسی سرکا کر مرزا کے پاس کر لی۔ سمجھ میں نہ آیا کہ اپنی ندامت اور ممنونیت کا اظہار کن الفاظ میں کروں ❊

میں نے کہا۔ مرزا سب سے پہلے تو میں اس گستاخی اور درشتی اور بے ادبی کے لئے معافی مانگتا ہوں۔ جو حال ہی میں میں نے تمہارے ساتھ گفتگو میں روا رکھی۔ دوسرے میں آج تمہارے سامنے ایک اعتراف کرنا چاہتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ تم میری صاف گوئی کی داد دو گے اور مجھے اپنی نیکدلی کے صدقے معاف کر دو گے۔ میں ہمیشہ تم کو ازحد کمینہ، ممسک خودغرض اور عیار انسان سمجھتا رہا ہوں۔ دیکھو ناراض مت ہو۔ انسان سے غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ لیکن آج تم نے اپنی شرافت اور دوست پروری کا ثبوت دیا ہے۔ اور مجھ پر ثابت کر دیا ہے کہ میں کتنا قابلِ نفرت۔ تنگ خیال اور حقیر شخص ہوں مجھے معاف کر دو"

میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے ❊ عنقریب تھا کہ میں مرزا کے ہاتھ کو بوسہ دیتا اور اپنے آنسوؤں کو چھپانے کے لئے سر اُس کی گود میں رکھ دیتا۔ لیکن مرزا صاحب کہنے لگے

واہ اس میں میری فیاضی کیا ہوتی۔ میرے پاس ایک بائیسکل ہے۔ جیسے میں سوار ہوا ویسے ہی تم سوار ہوئے ❊

میں نے کہا "مرزا مفت میں نہ لونگا۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا"

مرزا کہنے لگے۔ بس میں اسی بات سے ڈرتا تھا تم حساس اتنے ہو۔ کہ کسی کا احسان لینا گوارا نہیں کرتے۔ حالانکہ خدا گواہ ہے احسان اس میں کوئی نہیں"

میں نے کہا "خیر کچھ بھی سہی۔ تم سچ سچ مجھے اسکی قیمت بتا دو"

مرزا بولے۔ قیمت کا ذکر کر کے تم گویا مجھے کانٹوں میں گھسیٹتے ہو۔ اور جس قیمت پر میں نے خریدی تھی۔ وہ تو بہت زیادہ تھی۔ اور اب تو وہ اتنے کی رہی بھی نہیں"

میں نے پوچھا تم نے کتنے میں خریدی تھی ❊

کہنے لگے۔ میں نے پونے دو سو میں لی تھی لیکن اس

زمانے میں بائیسکلوں کا رواج ذرا کم تھا۔ اس لئے قیمتیں زرا زیادہ تھیں"۔

میں نے کہا۔ "کیا بہت پرانی ہے؟"

بولے۔ نہیں۔ ایسی پرانی بھی کیا ہوتی۔ میرا لڑکا اس پر کالج آیا جایا کرتا تھا۔ اور اُسے کالج چھوڑے ابھی دو سال بھی نہیں ہوئے۔ لیکن اتنا ضرور ہے۔ کہ آجکل کی بائیسکلوں سے ذرا مختلف ہے۔ آج کل تو بائیسکلیں ٹین کی بنتی ہیں جنہیں کالج کے سر پھرے لونڈے سستی سمجھ کر خرید لیتے ہیں۔ پرانی بائیسکلوں کے ڈھانچے مضبوط ہوا کرتے تھے۔

"مگر مرزا جو نے دو سو روپے تو میں ہرگز نہیں دے سکتا۔ اتنے روپے میرے پاس کہاں سے آئے۔ میں تو اس سے آدھی قیمت بھی نہیں دے سکتا"۔

مرزا کہنے لگے۔ "تو میں تم سے پوری قیمت تھوڑی مانگتا ہوں۔ اول تو میں قیمت لینا ہی نہیں چاہتا۔ لیکن . . . . . "

میں نے کہا۔ "نہ مرزا قیمت تو تمہیں لینی پڑے گی۔

اچھا تم یوں کرو۔ میں تمہاری جیب میں کچھ روپے ڈال دیتا ہوں۔ تم گھر جا کے گن لینا۔ اگر تمہیں منظور ہوئے۔ تو کل بائیسکل بھیجدینا ورنہ روپے واپس کر دینا۔ اب یہاں بیٹھ کر میں تم سے سودا چکاؤں یہ تو کچھ دوکانداروں کی سی بات معلوم ہوتی ہے۔

مرزا بولے بھئی جیسے تمہاری مرضی۔ میں تو اب بھی یہی کہتا ہوں کہ قیمت ویمت جانے دو۔ لیکن میں جانتا ہوں۔ کہ تم نہ مانو گے۔

میں اُٹھ کر اندر کمرے میں آیا۔ میں نے سوچا استعمال شدہ چیز کی لوگ عام طور پر آدھی قیمت دیتے ہیں۔ لیکن جب میں نے مرزا سے کہا تھا۔ کہ مرزا میں تو آدھی قیمت بھی نہیں دے سکتا تو مرزا اس پر معترض نہ ہوا تھا۔ وہ بیچارہ تو بلکہ یہی کہتا تھا۔ کہ تم مفت ہی لے لو۔ لیکن مفت میں کیسے لے لوں۔ آخر بائیسکل ہے۔ ایک سواری ہے۔ فٹنوں اور گھوڑوں اور موٹروں اور تانگوں کے زمرے میں شمار ہوتی ہے۔ بکس کو کھولا تو معلوم ہوا کہ بہت و بود کل چھیالیس روپے ہیں۔ چھیالیس روپے تو کچھ ٹھیک رقم نہیں۔ پینتالیس یا پچاس ہوں جب بھی بات ہے۔ پچاس تو ہو نہیں سکتے۔ اور اگر پینتالیس ہی دینے ہیں۔ تو چالیس کیوں نہ دیئے جائیں۔ جن رقموں کے آخر میں صفر آتا ہے۔ وہ رقمیں کچھ زیادہ معقول معلوم ہوتی ہیں۔ بس ٹھیک ہے چالیس روپے دیدونگا۔ خدا کرے مرزا قبول کر لے۔

باہر آیا چالیس روپے مٹھی میں بند کر کے میں نے مرزا کی جیب میں ڈال دیئے۔ اور کہا۔ مرزا اس کو قیمت نہ سمجھنا۔ لیکن اگر ایک مفلس دوست کی حقیر سی رقم منظور کرنا تمہیں اپنی توہین معلوم نہ ہو تو کل بائیسکل بھجوا دینا"۔

مرزا چلنے لگے۔ تو میں نے پھر کہا کہ مرزا کل ضرور صبح صبح ہی بھجوا دینا۔ رخصت ہونے سے پہلے میں نے پھر ایک دفعہ کہا کل صبح آٹھ نو بجے تک پہنچ جائے۔ دیر نہ کر دینا۔ . . . . خدا حافظ . . . . . اور دیکھو مرزا میرے تھوڑے سے روپوں کو بھی زیادہ سمجھنا . . . خدا حافظ . . . اور تمہارا بہت بہت شکریہ۔ میں تمہارا بہت ممنون ہوں۔ اور میری گستاخی کو معاف کر دینا۔ دیکھو نا کبھی کبھی یونہی بے تکلفی میں . . . . کل صبح آٹھ نو بجے تک . . ضرور . . . خدا حافظ"۔

مرزا کہنے لگے۔ ذرا اس کو جھاڑ پونچھ لینا۔ اور تیل وغیرہ ڈلوا لینا۔ میرے نوکر کو فرصت ہوئی۔ تو میں خود ہی ڈلوا دونگا۔ ورنہ تم خود ہی ڈلوا لینا۔

میں نے کہا۔ ہاں۔ ہاں وہ سب کچھ ہو جائیگا۔ تم کل بھیج ضرور دینا۔ اور دیکھنا آٹھ بجے تک یا ساڑھے سات تک پہنچ جائے۔

اچھا . . . . خدا حافظ۔

رات کو بستر پر لیٹا۔ تو بائیسکل پر سیر کرنے کے مختلف پروگرام

تجویز کرتا رہا۔ یہ ارادہ تو پختہ کر لیا۔ کہ دو تین دن کے اندر اندر اردگرد کے تمام مشہور تاریخی عمارات اور کھنڈروں کو نئے سرے سے دیکھ ڈالونگا۔ اس کے بعد اگلے گرمی کے موسم میں ہو سکا تو بائیسکل پر کشمیر وغیرہ کی سیر کرونگا۔ صبح صبح ہواخوری کے لئے ہر روز باہر جایا کرونگا۔ شام کو ٹھنڈی سڑک پر جہاں اور لوگ سیر کو نکلیں گے میں بھی سڑک کی صاف شفاف سطح پر ہلکے ہلکے خاموشی کے ساتھ ہاتھی دانت کی ایک گیند کی مانند گزر جاؤنگا ڈوبتے ہوئے آفتاب کی روشنی بائیسکل کے چمکیلے حصّوں پر پڑیگی۔ تو بائیسکل جگمگا اٹھیگی اور ایسا معلوم ہوگا جیسے ایک راج ہنس زمین کے ساتھ ساتھ اُڑ رہا ہے۔ وہ مسکراہٹ جس کا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں ابھی تک میرے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی۔ بارہا دل چاہا۔ کہ ابھی بھاگ کر جاؤں اور اسی وقت مرزا کو گلے سے لپٹا لوں ×

رات کو خواب میں دعائیں مانگتا رہا۔ کہ خدایا مرزا بائیسکل دینے پر رضامند ہو جائے +

صبح اُٹھا۔ تو اُٹھنے کے ساتھ ہی نوکر نے یہ خوشخبری سنائی کہ حضور وہ بائیسکل آگئی ہے +

میں نے کہا "اتنی سویرے" +

نوکر نے کہا۔ وہ تو رات ہی کو آگئی تھی۔ آپ سو گئے تھے۔ میں نے جگانا مناسب نہ سمجھا اور ساتھ ہی مرزا صاحب کا آدمی یہ ڈھبریاں کسنے کا ایک اوزار بھی دے گیا ہے" +

میں حیران تو ہوا کہ مرزا صاحب نے سائیکل بھجوا دینے میں اسقدر عجلت سے کیوں کام لیا۔ لیکن اس نتیجے پر پہنچے کہ آدمی نہایت شریف اور دیانتدار ہیں۔ روپے لے لئے تھے تو بائیسکل کیوں روک رکھتے +

نوکر سے کہا۔ دیکھو یہ اوزار یہیں چھوڑ جاؤ اور دیکھو۔ بائیسکل کو کسی کپڑے سے خوب اچھی طرح جھاڑو۔ اور یہ موڑ پر جو بائیسکلوں والا بیٹھتا ہے اس سے جاکر بائیسکل میں ڈالنے کا تیل لے آؤ۔ اور دیکھو۔ اپنے بھلے کا کہاں جا رہا ہے۔ ہم ضروری بات تم سے کہہ رہے ہیں ــــ بائیسکل والے سے تیل کی ایک کپی بھی لے آنا۔ اور جہاں جہاں تیل دینے کی جگہ ہے۔ وہاں تیل دے دینا۔ اور بائیسکلوں والے سے کہنا۔ کہ کوئی گھٹیا سا تیل نہ دیدے جس سے تمام پرزے ہی خراب ہو جائیں۔ بائیسکل کے پرزے بڑے نازک ہوتے ہیں۔ اور بائیسکل باہر نکال رکھو۔ ہم ابھی کپڑے پہن کے آتے ہیں۔ ہم ذرا سیر کو جا رہے ہیں۔ اور دیکھو صاف کر دینا اور بہت زور زور سے کپڑا بھی مت رگڑنا بائیسکل کا پالش گھس جاتا ہے"+

جلدی جلدی چائے پی۔ غسل خانے میں بڑے جوش و خروش کے ساتھ "چل چل چنبیلی باغ میں" گاتا رہا۔ اس کے بعد کپڑے بدلے اوزار کو جیب میں ڈالا اور کمرے سے باہر نکلا +

برآمدے میں آیا۔ تو برآمدے کے ساتھ ہی ایک عجیب و غریب مشین نظر پڑی۔ ٹھیک طرح پہچان نہ سکا۔ کہ کیا چیز ہے نوکر سے دریافت کیا۔ کیوں بے یہ کیا چیز ہے"+

نوکر بولا "حضور یہ بائیسکل ہے" +
میں نے کہا بائیسکل؟ کونسی بائیسکل؟
کہنے لگا "مرزا صاحب نے بھجوائی ہے۔ آپکے لئے +

میں نے کہا۔ اور جو بائیسکل رات کو انہوں نے بھیجی تھی۔ وہ کیا ہوئی +

کہنے لگا۔ یہی تو ہے +

میں نے کہا کیا بکتا ہے۔ جو بائیسکل مرزا صاحب نے کل رات کو بھیجی تھی۔ وہ بائیسکل یہی ہے؟

کہنے لگا "جی ہاں" +

میں نے کہا "اچھا" اور پھر اُسے دیکھنے لگا +

"اس کو صاف کیوں نہیں کیا؟"

"حضور دو تین دفعہ صاف کیا ہے" +

"تو یہ میلی کیوں ہے ؟"

نوکر نے اس کا جواب دینا شاید مناسب نہ سمجھا۔

"اور تیل لایا ؟"

"ہاں حضور لایا ہوں۔"

"دیا ؟"

"حضور وہ جو تیل دینے کے چھید ہوتے ہیں۔ وہ نہیں ملتے۔"

"کیا وجہ ؟"

حضور۔ دُھروں پر میل اور زنگ جما ہے۔ وہ سوراخ کہیں بیچ ہی میں دب دبا گئے ہیں۔"

رفتہ رفتہ میں اس چیز کے قریب آیا۔ جس کو میرا نوکر بائیسکل بتا رہا تھا۔ اس کے مختلف پرزوں پر غور کیا۔ تو اتنا تو ثابت ہو گیا۔ کہ بائیسکل ہے۔ لیکن مجمل ہئیت سے یہ صاف ظاہر تھا۔ کہ ہل اور رہٹ اور چرخہ اور اسیطرح کی اور جدید ایجادات سے پہلے کی بنی ہوئی ہے۔ پہیے کو گھما گھما کر وہ سوراخ تلاش کیا۔ جہاں کسی زمانے میں تیل دیا جاتا تھا۔ لیکن اب اس سوراخ میں سے آمد و رفت کا سلسلہ بند تھا۔ چنانچہ نوکر بولا۔ حضور وہ تیل تو سب اِدھر اُدھر بہہ جاتا ہے۔ بیچ میں تو جاتا ہی نہیں۔

میں نے کہا۔ "اچھا اِدھر اُدھر ہی ڈال دو۔ یہ بھی مفید ہوتا ہے۔ آخر کار بائیسکل پر سوار ہوا۔ پہلا ہی پاؤں چلایا تو ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی مُردہ اپنی ہڈیاں چٹخا چٹخا کر اپنی مرضی کے خلاف زندہ ہو رہا ہے۔ گھر سے نکلتے ہی کچھ تھوڑی سی اُترائی تھی۔ اس پر بائیسکل خود بخود چلنے لگی۔ لیکن اس رفتار سے جیسے تارکول زمین پر بہتی ہے۔ اور ساتھ ہی مختلف حصوں سے طرح طرح کی آوازیں برآمد ہونی شروع ہوئیں۔ ان آوازوں کے مختلف گروہ تھے۔ چیں۔ چاں۔ چوں کی قسم کی آوازیں زیادہ تر گدی کے نیچے اور پچھلے پہیے سے نکلتی تھیں۔ کھٹ۔ کھڑ۔ کھڑ۔ کھڑڑ کی قبیل کی آوازیں مڈگارڈوں سے آتی تھیں۔ چر۔ چرخ۔ چر۔ چرخ کی قسم کی سُریں زنجیر اور پیڈل سے نکلتی تھیں۔ زنجیر ڈھیلی ڈھیلی تھا۔ میں جب کبھی پیڈل پر زور ڈالتا تھا۔ زنجیر میں ایک انگڑائی سی پیدا ہوتی تھی جس سے وہ تن جاتی تھی اور چڑچڑ بولنے لگتی تھی اور پھر ڈھیلی ہو جاتی تھی۔ پچھلا پہیہ گھومنے کے علاوہ جھومتا بھی تھا۔ یعنی ایک تو آگے کو چلتا تھا۔ اور اس کے علاوہ دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں کو بھی حرکت کرتا تھا۔ چنانچہ سڑک پر جو نشان پڑ جاتا تھا۔ اس کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کوئی مخمور سانپ لہرا کر نکل گیا ہو۔ مڈگارڈ تھے تو سہی لیکن پہیوں کے عین اوپر نہ تھے۔ ان کا فائدہ صرف یہ معلوم ہوتا تھا کہ انسان شمال کی سمت سیر کرنے کو نکلے اور آفتاب مغرب میں غروب ہو رہا ہو تو مڈگارڈوں کی بدولت ٹائر دھوپ سے بچے رہیں گے۔ اگلے پہیے کے ٹائر میں ایک بڑا سا پیوند لگا تھا جس کی بدولت پہیہ ہر چکر میں ایک دفعہ لمحہ بھر کو زور سے اوپر اُٹھ جاتا تھا۔ اور میرا سر پیچھے کو یوں جھٹکے کھا رہا تھا۔ جیسے کوئی متواتر ٹھوڑی کے نیچے مُکے مارے جا رہا ہو۔ پچھلے اور اگلے پہیے کو ملا کر چوں چوں پھٹ۔ چوں چوں پھٹ ۔ ۔ ۔ ۔ کی صدا نکل رہی تھی۔ جب اُترائی پر بائیسکل ذرا تیز ہوئی۔ تو فضا میں ایک بھونچال سا آ گیا۔ اور بائیسکل کے کئی اور پرزے جو اب تک سوئے ہوئے تھے۔ بیدار ہو کر گویا ہوئے۔ اِدھر اُدھر کے لوگ چونکے۔ ماؤں نے اپنے بچوں کو سینے سے لگا لیا۔ کھڑڑ کھڑڑ کھڑڑ کے بیچ میں پہیوں کی آواز جدا۔ اب چوں چوں پھٹ۔ چوں چوں پھٹ۔ چوں چوں پھٹ کی صورت اختیار کر لی تھی۔ تمام بائیسکل کسی اذن افرنگی زبان کی گردانیں دُھرا رہی تھی۔

اسقدر تیز رفتاری بائیسکل کی طبع نازک پر گراں گذری چنانچہ اس میں یکلخت دو تبدیلیاں واقع ہو گئیں۔ ایک تو ہینڈل ایک طرف کو مڑ گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں جاتو سامنے کو رہا تھا۔ لیکن میرا تمام جسم دائیں طرف کو مڑا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ بائیسکل کی گدی دفعتہً چھ انچ کے قریب نیچے بیٹھ گئی۔ چنانچہ جب پیڈل چلانے کے لئے میں ٹانگیں اوپر نیچے کر رہا تھا تو میرے گھٹنے میری ٹھوڑی تک پہنچ جاتے تھے۔ کمر دوہری ہو کر باہر کو نکلی ہوئی تھی۔ اور ساتھ ہی اگلے پہیے کی اٹھکھیلیوں کی وجہ سے سر برابر جھٹکے کھا رہا ۔

گدی کا نیچا ہو جانا از حد تکلیف دہ ثابت ہوا۔ اس لئے میں نے مناسب یہی سمجھا۔ کہ اس کو ٹھیک کر لوں۔ چنانچہ میں نے بائیسکل کو ٹھہرا لیا اور نیچے اترا۔ بائیسکل کے ٹھہر جانے سے یکلخت جیسے دنیا میں ایک خاموشی سی چھا گئی۔ ایسا معلوم ہوا جیسے میں کسی ریل کے اسٹیشن سے نکل کر باہر آ گیا ہوں۔ جیب سے میں نے اوزار نکالا۔ گدی کو اونچا کیا۔ کچھ ہینڈل کو ٹھیک کیا اور دوبارہ سوار ہو گیا۔

دس قدم بھی چلنے نہ پایا تھا کہ اب کی بار ہینڈل یکلخت نیچا ہو گیا۔ اتنا کہ گدی اب ہینڈل سے کوئی فٹ بھر اونچی تھی۔ میرا تمام جسم آگے کو جھکا ہوا تھا۔ تمام بوجھ دونوں ہاتھوں پر تھا جو ہینڈل پر رکھے تھے۔ اور جو برابر جھٹکے کھا رہے تھے آپ میری حالت کو تصور میں لائیں۔ تو آپ کو معلوم ہو گا کہ میں دور سے ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے کوئی عورت آٹا گوندھ رہی ہو۔ مجھے اس مشابہت کا احساس بہت تیز تھا جس کی وجہ سے میرے ماتھے پر پسینہ پھوٹ آیا۔ میں دائیں بائیں لوگوں کو کنکھیوں سے دیکھتا جاتا تھا۔ یوں تو ہر شخص میل بھر پہلے ہی سے مڑ مڑ کر دیکھنے لگ جاتا تھا۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا۔ جس کے لئے میری مصیبت ضیافت طبع کا باعث نہ ہو۔

ہینڈل تو نیچا ہو ہی گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد گدی بھی پھر نیچی ہو گئی اور اب میں تن زمین کے قریب پہنچ گیا۔ ایک لڑکے نے کہا۔ دیکھو یہ آدمی کیا کر رہا ہے۔ گویا اس بدتمیز کے نزدیک میں کوئی کرتب دکھا رہا تھا۔ میں نے اتر کر پھر گدی اور ہینڈل کو اونچا کیا۔

لیکن تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ایک نہ ایک پھر نیچا ہو جاتا۔ وہ لمحے جن کے دوران میں میرے ہاتھ اور میرا جسم دونوں برابر برابر ایک ہی بلندی پر واقع ہوں بہت ہی کم تھے۔ اور ان میں بھی میں یہی سوچتا رہتا تھا کہ ابکے گدی پہلے بیٹھے گی یا ہینڈل؟ چنانچہ نڈر ہو کر نہ بیٹھتا۔ بلکہ جسم کو گدی سے قدرے اوپر ہی رکھتا۔ لیکن اس سے ہینڈل پر اتنا بوجھ پڑ جاتا کہ وہ نیچا ہو جاتا ۔

جب دو میل گذر گئے۔ اور اس اپراتلی نے ایک مقرر باقاعدگی اختیار کر لی۔ تو فیصلہ کیا کہ کسی مستری سے پیچ کسوا لئے جائیں۔ چنانچہ بائیسکل کو ایک دوکان پر لے گیا۔ بائیسکل کی کھڑ کھڑ سے دوکان میں جتنے لوگ کام کر رہے تھے سب کے سب سر اٹھا کر میری طرف دیکھنے لگے لیکن میں نے جی کڑا کر کے کہا۔ ذرا اس کی مرمت کر دیجئے ۔

ایک مستری آگے بڑھا۔ لوہے کی ایک سلاخ اسکے ہاتھ میں تھی۔ جس سے اس نے مختلف حصوں کو بڑی بیدردی کے ساتھ ٹھوک بجا کر دیکھا۔ معلوم ہوتا تھا۔ اس نے بڑی تیزی کے ساتھ سب حالات کا اندازہ لگا لیا ہے۔ لیکن پھر بھی مجھ سے پوچھنے لگا۔ "کس کس پرزے کی مرمت کروا یئے گا؟"

میں نے کہا۔ بڑے گستاخ ہو تم۔ دیکھتے نہیں کہ صرف ہینڈل اور گدی کو ذرا اونچا کروا کے کسوانا ہے۔ بس اور کیا؟ ان کو مہربانی کر کے فوراً ٹھیک کر دو۔ اور بتاؤ کتنے پیسے ہوئے"

مستری کہنے لگا۔ مڈگارڈ بھی ٹھیک نہ کردوں؟
میں نے کہا ہاں۔ وہ بھی ٹھیک کر دو۔
کہنے لگا۔ آپ اچھا کریں۔ تو باقی چیزیں بھی ٹھیک کروالیں +

میں نے کہا۔ اچھا کردو +

بولا۔ یوں تھوڑا ہی ہوسکتا ہے۔ دس پندرہ دن کا کام ہے۔ آپ اسے ہمارے پاس چھوڑ جائیے +

"اور پیسے کتنے لوگے؟"

کہنے لگا۔ "بس تیس چالیس روپے لگیں گے" +

ہم نے کہا۔ بس جی۔ جو کام تم سے کہا ہے۔ کردو۔ اور باقی ہمارے معاملات میں دخل مت دو" +

تھوڑی دیر میں پیڈل اور گدی پھر اونچی کر کے کس دی گئی۔ میں چلنے لگا۔ تو مستری نے کہا۔ "میں نے کس تو دیا ہے۔ لیکن پیچ سب گھسے ہوئے ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر میں پھر ڈھیلے ہو جائیں گے +

میں نے کہا۔ "بس بد تمیز کہیں کا۔ تو وہ آنے پیسے مفت میں لے لئے!"

بولا۔ جناب آپ کو بائیسکل بھی تو مفت میں ملی ہوگی یہ آپ کے دوست مرزا صاحب کی ہے نا؟——

تو یہ وہی بائیسکل ہے۔ جو پچھلے سال مرزا صاحب یہاں بیچنے کو لائے تھے۔ پہچانی تم نے؟ بھئی صدیاں ہی گذر گئیں لیکن اس بائیسکل کی خطا معاف ہونے میں نہیں آتی +

میں نے کہا۔ واہ مرزا صاحب کے لڑکے اس پر کالج آیا جایا کرتے تھے۔ اور ان کو ابھی کالج چھوڑے دو سال بھی نہیں ہوئے +

مستری نے کہا۔ ہاں وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن مرزا صاحب خود جب کالج میں پڑھا کرتے تھے تو ان کے پاس بھی تو یہی بائیسکل تھی" +

میری طبیعت یہ سنکر کچھ مردہ سی ہوگئی۔ میں بائیسکل کو ساتھ لئے آہستہ آہستہ پیدل چل پڑا۔ لیکن پیدل چلنا بھی مشکل تھا۔ اس بائیسکل کے چلانے میں ایسے ایسے پٹھوں پر زور پڑا تھا۔ جو عام بائیسکلوں کے چلانے میں استعمال نہیں ہوتے اس لئے ٹانگوں اور کندھوں اور کمر اور بازوؤں میں جا بجا درد ہو رہا تھا۔ مرزا کا خیال رہ رہ کر آتا تھا۔ لیکن میں ہر بار کوشش کر کے اسے دل سے ہٹا دیتا تھا۔ ورنہ میں پاگل ہو جاتا۔ اور جنون کی حالت میں پہلی حرکت مجھ سے یہ سرزد ہوتی کہ مرزا کے مکان کے سامنے بازار میں ایک جلسہ منعقد کرتا جس میں مرزا کی مکاری۔ بے ایمانی اور دغابازی پر ایک طویل تقریر کرتا۔ کل بنی نوع انسان اور آیندہ آنے والی نسلوں کو مرزا کی ناپاک فطرت سے آگاہ کر دیتا۔ اور اس کے بعد ایک چتا جلا کر اس میں زندہ جلکر مر جاتا +

میں نے بہتر یہی سمجھا۔ کہ جس طرح ہو سکے اب اس بائیسکل کو اونے پونے داموں بیچ کر جو وصول ہو اسی پر صبر شکر کروں۔ بلا سے دس پندرہ روپے کا خسارہ سہی۔ چالیس کے چالیس روپے تو ضائع نہ ہوں گے۔ راستے میں بائیسکلوں کی ایک اور دوکان آئی۔ وہاں ٹھہر گیا +

دکاندار بڑھ کر میرے پاس آیا۔ لیکن میری زبان کو جیسے تالا لگا ہوا تھا۔ عمر بھر کبھی کسی چیز کے بیچنے کی نوبت نہ آئی تھی۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ ایسے موقع پر کیا کہتے ہیں آخر بڑی سوچ بچار اور بڑے تامل کے بعد منہ سے صرف اتنا نکلا کہ "یہ بائیسکل ہے" +

دکاندار کہنے لگا۔ "پھر؟"

میں نے کہا۔ "لوگے؟"

کہنے لگا۔ "کیا مطلب؟"

میں نے کہا۔ "بیچتے ہیں ہم" +

دکاندار نے مجھے ایسی نظر سے دیکھا کہ مجھے یہ محسوس ہوا مجھ پر چوری کا شُبہ کر رہا ہے۔ پھر بائیسکل کو دیکھا۔ پھر مجھے دیکھا۔ پھر بائیسکل کو دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فیصلہ نہیں کر سکتا۔ آدمی کون سا ہے اور بائیسکل کون سی ہے۔ آخرکار بولا۔ "کیا کریں گے آپ اس کو بیچکر؟"

ایسے سوالوں کا خدا معلوم کیا جواب ہوتا ہے۔ میں نے کہا۔ کیا تم یہ پوچھنا چاہتے ہو۔ کہ جو روپے مجھے وصول ہونگے ان کا مصرف کیا ہوگا؟

کہنے لگا۔ وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر کوئی اس کو لے کر کریگا کیا؟

میں نے کہا۔ اس پر چڑھیگا اور کیا کرے گا ٭

کہنے لگا۔ اچھا۔ چڑھ گیا۔ پھر؟

میں نے کہا۔ پھر کیا؟ پھر چلائے گا اور کیا؟

دکاندار بولا "اچھا؟ ۔۔ ہوں ۔۔ خدابخش ذرا یہاں آنا۔ یہ بائیسکل بکنے آئی ہے" ٭

جن حضرت کا اسم گرامی خدابخش تھا۔ انہوں نے بائیسکل کو دور ہی سے یوں دیکھا جیسے بُو سونگھ رہے ہوں ٭

اس کے بعد دونوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ آخر میں وہ جن کا نام خدابخش نہیں تھا۔ میرے پاس آئے۔ اور کہنے لگے "تو آپ سچ مچ بیچ رہے ہیں؟"

میں نے کہا۔ تو اور کیا محض آپ سے ہم کلام ہونے کا فخر حاصل کرنے کے لئے میں گھر سے یہ بہانہ گھڑ کر لایا تھا ٭

کہنے لگا۔ تو کیا لیں گے آپ؟

میں نے کہا۔ تمہیں بتاؤ ٭

کہنے لگا۔ سچ سچ بتاؤں ٭

میں نے کہا۔ ہاں ٭

پھر کہنے لگا۔ سچ سچ بتاؤں؟ ٭

میں نے کہا۔ اب بتاؤ گے بھی یا یونہی ترساتے رہو گے؟

کہنے لگا۔ تین روپے دونگا اس کے ٭

میرا خون کھول اُٹھا۔ اور میرے ہاتھ پاؤں اور ہونٹ غصّے کے مارے کانپنے لگے۔ میں نے کہا۔

"او صنعت و حرفت سے پیٹ پالنے والے نچلے طبقے کے انسان۔ مجھے اپنی توہین کی پروا نہیں۔ لیکن تو نے اپنی بیہودہ گستاخی سے اس بے زبان چیز کو جو صدمہ پہنچایا ہے۔ اس کے لئے میں تمہیں قیامت تک معاف نہیں کر سکتا" یہ کہہ کر میں بائیسکل پر سوار ہو گیا۔ اور اندھادھند پاؤں چلانے لگا ٭

مشکل سے بیس قدم گیا ہونگا۔ کہ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے زمین یکلخت اچھل کر مجھ سے آ لگی ہے۔ آسمان میرے سر پر سے ہٹ کر میری ٹانگوں کے بیچ میں سے گزر گیا۔ اور ادھر ادھر کی عمارتوں نے ایک دوسرے کے ساتھ اپنی اپنی جگہ بدل لی ہے۔ حواس بجا ہوئے تو معلوم ہوا کہ میں زمین پر اس بے تکلفی سے بیٹھا ہوں گویا بڑی مدت سے مجھے اس بات کا شوق تھا جو آج پورا ہوا۔ اردگرد کچھ لوگ جمع تھے جن میں سے اکثر ہنس رہے تھے۔ سامنے وہ دکان تھی جہاں ابھی ابھی میں نے اپنی ناکام گفت و شنید کا سلسلہ منقطع کیا تھا۔ میں نے گرد و پیش پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ میری بائیسکل کا اگلا پہیہ بالکل الگ ہو کر لڑھکتا ہوا سڑک کے اُس پار جا پہنچا ہے۔ اور باقی کا بائیسکل میرے پاس پڑا ہے۔ میں نے فوراً اپنے آپ کو سنبھالا۔ جو پہیہ الگ ہو گیا تھا۔ اس کو ایک ہاتھ میں اٹھایا۔ دوسرے ہاتھ میں باقیماندہ بائیسکل کو تھاما اور چل کھڑا ہوا۔ یہ محض ایک اضطراری حرکت تھی۔ ورنہ حاشا وکلا وہ بائیسکل مجھے ہرگز اتنی عزیز نہ تھی۔ کہ میں اس کو اس حالت میں ساتھ ساتھ لئے پھرتا ٭

جب میں یہ سب کچھ اٹھا کر چل دیا۔ تو میں نے اپنے آپ سے پوچھا۔ کہ یہ تم کیا کر رہے ہو کہاں جا رہے ہو؟ تمہارا ارادہ کیا ہے۔ یہ دو پہیے کا ہے کو ساتھ لے جا رہے ہو!

سب سوالوں کا جواب یہی ملا۔ کہ دیکھا جائے گا۔ فی الحال تم یہاں سے چل دو۔ سب لوگ تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ سر اونچا رکھو

اور چلتے جاؤ۔ جو ہنس رہے ہیں۔ اُنہیں ہنسنے دو ✦

اس قسم کے بیہودہ لوگ ہر قوم اور ہر ملک میں پائے جاتے ہیں۔ آخر ہوا کیا۔ محض ایک حادثہ۔ بس دائیں بائیں مت دیکھو۔ چلتے جاؤ ✦

لوگوں کے ناشائستہ کلمات بھی سنائی دے رہے تھے۔ ایک آواز آئی "بس حضرت غصہ تھوک ڈالئے۔ ایک دوسرے صاحب بولے۔ بیچارا بائیسکل۔ گھر پہنچ کے تجھے مزا چکھاؤنگا۔ ایک والد اپنے لختِ جگر کو انگلی پکڑے لئے جا رہے تھے میری طرف اشارہ کرکے کہنے لگے۔ دیکھا بیٹا! یہ سرکس کا بائیسکل ہے۔ اس کے دونوں پہیے الگ الگ ہوتے ہیں ✦

لیکن میں چلتا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں آبادی سے دور نکل گیا۔ اب میری رفتار میں ایک عزیمت پائی جاتی تھی۔ میرا دل جو کئی گھنٹوں سے ایک کشمکش میں پیچ و تاب کھا رہا اب بہت ہلکا ہوگیا تھا۔ میں چلتا گیا، چلتا گیا۔ حتّےٰ کہ دریا پر جا پہنچا۔ پُل کے اوپر کھڑے ہوکر میں نے دونوں پہیوں کو ایک ایک کرکے اس بے پروائی کے ساتھ دریا میں پھینکدیا جیسے کوئی لیٹر بکس میں خط ڈالتا ہے۔ اور واپس شہر کو روانہ ہوگیا ✦

سب سے پہلے مرزا کے گھر گیا دروازہ کھٹکھٹایا۔ مرزا بولے اندر آجاؤ ✦

میں نے کہا "آپ ذرا باہر تشریف لائیے۔ میں آپ جیسے خدارسیدہ بزرگ کے گھر وضو کئے بغیر کیسے داخل ہوسکتا ہوں ✦

باہر تشریف لائے تو میں نے وہ اوزار اُن کی خدمت میں پیش کیا۔ جو اُنہوں نے بائیسکل کے ساتھ مفت ہی مجھ کو عنایت فرمایا تھا۔ اور کہا۔

مرزا صاحب آپ ہی اس اوزار سے شوق فرمایا کیجئے. میں اب اس سے بے نیاز ہوچکا ہوں ✦

گھر پہنچکر میں نے پھر علمِ کیمیا کی اُس کتاب کا مطالعہ شروع کیا جو میں نے الیف اے میں پڑھی تھی ✦

پطرس

غزل

فروغِ آتشِ گل صحنِ لالہ زار میں ہے
خزاں کی نشو و نما دامنِ بہار میں ہے

عجیب جوشِ جنوں موسمِ بہار میں ہے
کہ انتشار گریباں کی تار تار میں ہے

ترے ہی جلوۂ رنگیں کی رنگ افروزی
چمن میں دشت میں صحرا میں کوہسار میں ہے

وہ کون ہے جو نہیں ہے فریب خوردۂ حُسن
نگاہِ شوق بھلا کس کے انتظار میں ہے

رواں عدم کی طرف کاروانِ ہستی ہے
اٹھو کہ عرصۂ گہ زیست انتشار میں ہے

وفورِ یاس سے جو اہلِ دل کو تڑپا دے
وہ سوز و ساز مری آہِ دلفگار میں ہے

جس آستاں پہ شہنشاہ سر جھکاتے ہیں
ظفر کی ناصیہ فرسائی کس شمار میں ہے

سراج الدین ظفر

انارکلی

(ڈراما)

(از جناب سید امتیاز علی صاحب تاج۔ بی۔ اے)

شہزادہ سلیم کلکرہ مُرج میں

[اکبر اعظم کو سلیم اور انارکلی کی محبت کا حال معلوم ہو چکا ہے۔ اور اُس کے حکم سے انارکلی کو بھرے دربار میں گرفتار کر کے زنداں میں ڈال دیا گیا ہے۔ سلیم کے غم و غصے اور مایوسی کی کوئی حد نہیں۔ وہ اپنے کمرے میں مسند پر بیٹھا ہے۔ اُسکی ماں رانی اُسکے قریب بیٹھی اسکو سمجھا رہی ہے]

رانی۔ سلیم۔ اپنے ماں باپ سے خفگی! یوں بھی کہیں ہوتا ہے؟ یہ بھی کہیں اولاد کو زیب دیتا ہے؟

سلیم۔ اولاد پر ظلم ماں باپ کو بھی زیب نہیں دیتا۔

رانی۔ اولاد پر ظلم۔ اور پھر تجھ سی اولاد پر۔ کیا کہتا ہے بیٹے؟ ہائے تو کیا جانے۔ تیری آرزو میں ماں باپ نے زندگی کے کتنے دن آہیں بنا کر اُڑا ڈالے۔ زندگی کی کتنی راتیں آنسو بنا کر بہا ڈالیں۔ تو نہ تھا تو زندگی مسان کی طرح سنسان اور اُجاڑ تھی۔ یہ محل خزاں کی رات کی طرح ویران کھڑے تھے۔ اس ہندوستان کا سہاگ بگڑا جا رہا تھا۔ اور میرے دولھا پھر تو آیا۔ اور زندگی آئی اور بہار آئی۔ میرے چاند ہم ہنس پڑے۔ دنیا ہنس پڑی۔ خود تقدیر ہنس پڑی۔ پھر ماں باپ تجھ پر ظلم کریں گے؟ کس دل سے سلیم؟!

سلیم۔ آپ کے نزدیک مجھ پر کوئی ظلم نہیں ہوا۔ تو میں اور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔

رانی۔ یہ ظلم کہ انارکلی قید کر لی گئی؟ سلیم کیوں دیوانہ ہوا ہے؟ وہ تیرے قابل ہے؟ تو اگر باپ ہوتا اور بادشاہ۔ اپنی اولاد کے لئے نہ جانے کیا کیا اُمیدیں اور اُمنگیں تیرے دل میں ہوتیں اور تیرا بیٹا ایک کنیز کی محبت میں گرفتار ہو جاتا تو کیا تو کچھ نہ کرتا۔ جسے اب تو ظلم کہہ رہا ہے۔ تم سے اولاد کے حق میں محبت نہ سمجھتا؟

سلیم۔ میں اولاد کی خوشی کو اپنی مصلحتوں پر ترجیح دیتا۔

رانی۔ نوجوان ہے۔ ناتجربہ کار ہے۔ باپ بن کر سوچنا نہیں جانتا۔

سلیم۔ باپ بنتا انصاف کی آنکھیں بند نہیں کر سکتا۔

رانی۔ سلیم۔ ماں باپ کو اپنی زندگی بھر کی آرزوئیں اپنی اولاد کی طرح عزیز رہتی ہیں۔ اُنہیں نامکمل چھوڑ دینا یوں معلوم ہوتا ہے۔ جیسے اولاد کو بے آسرے چھوڑ کر دنیا سے گز

گزر جاتا۔ پھر تیرا اپنے ماں باپ کی آرزوؤں کو پامال کرنا انہیں کیسے خوش کرے! انہیں کیسے نہ معلوم ہو کہ ان کی اولاد آپس ہی میں کشت و خون کر رہی ہے۔

سلیم۔ اگر ماں باپ اولاد کے لئے اپنی قربانیوں کو بھولنا نہیں جانتے تو ان کا اپنی اولاد کی آرزوؤں پر اپنی آرزوؤں کو مقدم سمجھنا بے معنی ہے۔

رانی۔ آج تو کیا کیا کچھ کہہ رہا ہے بچے۔ اس ننھے سے دل میں ماں باپ کے خلاف اتنا زہر بھر گیا! صرف اس لئے کہ وہ نہیں چاہتے۔ تو ایک حرم کی کنیز سے شادی کرے۔ اور دنیا کی نظروں میں اپنے آپ کو سبک بنالے۔

سلیم۔ میں خوب جانتا ہوں۔ یہ دنیا کس طرح دیکھنے کی عادی ہے دنیا کی نظریں! جائیے دنیا کی عظیم ترین سلطنت کی لخت جگر کو میرے پہلو کی زینت بنا دیجئے۔ اور میں پھر بھی دنیا کی یہ سرگوشیاں آپ کے کانوں تک پہنچا دونگا۔ اس احمق کو دیکھو جس نے سیاست کے پیچھے اپنے آپ کو بیچ ڈالا۔ جائیے فردوس سے میرے لئے ایک حور مانگ لائیے۔ پھر بھی میں دنیا کی نظروں میں یہ طعنے لکھے ہوئے دکھا دونگا۔ یہ بدنصیب عورت کی دلفریبیوں کو کیا جانے! ——— دنیا اور اسکی نظریں! پھر اگر انارکلی کو اپنا بنا لینے پر یہ دنیا کہے کہ محبت اندھی ہے۔ تو میں دل کھول کر ہنس سکتا ہوں۔

رانی۔ لیکن سلیم۔ ہم اس دنیا کے خادم ہیں۔ ہمیں جو کچھ بنایا ہے۔ اسی دنیا نے بنایا ہے۔ ہندوستان کی باگ ہمارے ہاتھ میں دے کر یہ دنیا ——— ہمارے ہر ایک فعل کو تاڑتی رہتی ہے۔ ہم اس دنیا سے بے پروا کیسے ہو سکتے ہیں!

سلیم۔ اکبر اعظم اور دنیا کے تعلقات پر کوئی دوسرا فرزند قربان کر دیجئے۔ سلیم کے ہاتھ ہندوستان کی باگ سنبھالنے کے لئے آزاد نہیں۔

رانی۔ سلیم تو جو کچھ کہہ رہا ہے سمجھ نہیں سکتا۔

سلیم۔ میں سمجھ رہا ہوں۔ خوب سمجھ رہا ہوں۔ لے لیجئے مجھ سے سب کچھ لے لیجئے۔ ان محلوں کی عشرت ہندوستان کی سلطنت، دنیا کی حکومت۔ خزانوں کی دولت سب کچھ لے لیجئے اور مجھ کو اور انارکلی کو ایک ویرانے میں تنہا چھوڑ دیجئے۔ جہاں میں صرف اسی کو دیکھوں۔ اسی کو سنوں۔ اسی کو محسوس کروں۔ میں اپنی فردوس میں پہنچ جاؤں گا۔ اور ماں باپ کے احسان کی یاد میں میری آنکھیں ہمیشہ پرنم رہیں گی۔

رانی۔ اور اگر تیرا باپ یوں نہ مانے؟

سلیم۔ تو ان سے کہہ دیجئے۔ اگر وہ بادشاہ ہیں تو میں بادشاہ کا بیٹا ہوں۔ اگر ان کی رگوں میں مغلیہ خون دوڑ رہا ہے۔ تو میری رگوں میں راجپوتوں کا لہو بھی بیتاب ہے۔ اور میں جانتا ہوں تلوار سے کیا کیا کام لیا جا سکتا ہے۔

رانی۔ بچے! سلیم! تجھے کیا ہو گیا؟ تو سلیم ہے نہ؟ میرا بیٹا۔ اور یہ تو بول رہا ہے؟

سلیم۔ سلیم! آپ کا بیٹا! آپ کا اور اکبر اعظم کا بیٹا۔ نامراد اور رسوا بیٹا! بدبخت شہزادہ! (سلیم کے آنسو نکل آتے ہیں)

رانی۔ میری جان! میرا لال! میرا چاند! یہ آنسو! یہ ماں کا لہو!!!

میں تجھے انارکلی دوں گی۔ تیرے باپ سے لے کر تجھے دوں گی۔ اسے تیری ننھی ننھی دلہن بناؤں گی۔ اسے اپنے سینہ سے لگا کر کلیجہ ٹھنڈا کروں گی۔

سلیم - اماں (ماں سے لپٹ جاتا ہے)

رانی - (اسے سینہ سے لگا کر) میرا بچہ!

سلیم - (ماں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر) وہ مان جائیں گے؟

رانی - انھیں ماننا ہوگا۔

سلیم - وہ آپ سے انکار کر چکے ہیں۔

رانی - میں نے انھیں صرف انارکلی کو چھوڑ دینے کو کہا تھا۔ وہ سمجھتے تھے وہ چھوٹ گئی - تو تو پھر اس سے ملے گا۔ اب میں ان سے کہوں گی - کہ وہ انارکلی کو تیرے لئے چھوڑ دیں - تو تسلی رکھ - بھروسہ رکھ - وہ اسے چھوڑ دیں گے۔

سلیم - اگر وہ نہ مانے؟ انھوں نے انکار کر دیا۔

رانی - تو انھیں پچھتانا ہوگا - (رانی جاتی ہے)

سلیم - (سوچتے ہوئے) انھیں پچھتانا ہوگا - وہ پچھتاتے بھی تو پھر کیا ہے؟ اور انکار کر دیا تو پھر کیا نہیں - آہ انکار! خداوندا یہ کس آگ کی سوزش ہے - کس شعلے کی جلن ہے - انکار - نہیں - نہیں - کچھ مہیب ہو جائے گا - کچھ بھیانک (سوچ میں کھڑا کھڑا یکلخت بیتاب ہو جاتا ہے - اور بے اختیاری سے اس طرف بڑھتا ہے - جہاں اس کی تلوار رکھی رہتی ہے) تلوار - ہاں میری تلوار! (ثریا داخل ہوتی ہے)

ثریا - شہزادے! میری آپا؟

سلیم - (چونک کر آہستہ سے) تو ثریا! ---- رو رہی ہے؟

ثریا - میری آپا کہاں ہیں - میرے شہزادے - میرے بادشاہ میری باجی کن دیواروں میں بند ہیں - میں ان سے سر پھوڑ لوں گی - مجھے بتا دو۔

سلیم - (ثریا کو گھورتے ہوئے) تجھ کو؟ تو بچی ہے - نہیں جا سکتی۔

ثریا - خطرے نہ بتاؤ - شہزادے صرف راستہ دکھا دو -

سلیم - راستہ؟

ثریا - حضور۔

سلیم - تو بھی اسی راستہ پر جائے گی؟

ثریا - خواہ اس راستے میں مہیب ترین عذاب ہوں۔

سلیم - (لپک کر تلوار اٹھاتا ہے اور اسے نیام سے نکال کر) دیکھ یہ راستہ ہے۔

ثریا - تلوار؟

سلیم - زندگی اور موت دونوں میں انارکلی تک پہنچا سکتی ہے۔

ثریا - کیا کہہ رہے ہو شہزادے؟

سلیم - میں خود نہیں جانتا - لیکن کوئی مدھم آواز میرے کانوں سے دماغ تک شعلوں میں لرز لرز کر پکار رہی ہے - تلوار راستہ ہے۔

ثریا - (سہم کر) وہ مار ڈالی جائیں گی!

سلیم - خدا ہی جانتا ہے۔

ثریا - تم انھیں نہ بچاؤ گے!

سلیم - (سوچ میں سر جھکائے ہوئے) کون کہہ سکتا ہے۔

ثریا - ہائے نہیں - انھیں بچاؤ - شہزادے انھیں بچاؤ۔ میں تمھارے پیروں پڑتی ہوں - ان کو بچاؤ - تم نے ان سے کہا تھا - انارکلی سلیم کے پہلو سے نوچی نہیں جا سکتی ناممکن ہے ناممکن ہے - تم نے نہیں کہا تھا - تیرے لئے چھوڑ سکتا ہوں اس محل کو - اس سلطنت کو - سب تم نے کیا کہا تھا - اگر تو نہ رہے گی - وہ نہ رہے گا - تم تاروں کے سامنے کہا تھا - آسمان کے سامنے کہا تھا خدا کے سامنے کہا تھا - تم اپنے لفظوں سے پھر جاؤ گے ایک بزدل کی طرح ان وعدوں سے پھر جاؤ گے ایک کمزور - بےبس - غریب عورت سے کئے تھے عورت سے تمھاری زبان اپنی اور صرف اپنی کہہ چکی

سلیم - (بے چین ہو کر) ثریا چپ ہو جا - تیری باتیں

جہنم کا گرم سانس ہیں۔

ثریا۔ نہیں تم ان کو بچاؤ گے۔ بہن کو۔ ان کی صورت دکھاؤ گے تم مرد ہو۔ بات کے دھنی ہو۔ تم اپنا قول پورا کر کے دکھاؤ گے۔ مجھے قید خانے کے اندھیرے میں پتے کی طرح کانپ کانپ کر سلیم۔ سلیم کہہ کر دم توڑنے کو نہ چھوڑ دو گے

سلیم۔ (بے قراری سے) چلی جا۔ چلی جا۔ نہیں تو میں کچھ ایسا کر بیٹھوں گا۔ کہ فطرت خود ششدر رہ جائے گی۔

ثریا۔ کہہ دو۔ وہ بچ جائیں گی۔ اور مجھے نکال دو۔ یہاں سے۔ اپنے محل سے۔ اس دنیا سے۔ شہزادے میں ہنستی ہوئی رخصت ہو جاؤں گی۔

سلیم۔ صرف وقت جاتا ہے۔ کیا ہونیوالا ہے۔ جا اور انتظار کر۔

ثریا۔ میں اپنی باجی کو دیکھ پاؤں گی؟

سلیم۔ اور ثریا سلیم کو بھی نہ دیکھنے پائے گی۔

ثریا۔ خدا تمہیں دنیا کی بادشاہت نصیب کرے۔ میں جاتی ہوں۔ (ثریا جاتی ہے)

سلیم۔ (پیشانی پر ہاتھ رکھ کر فکر میں غرق کھڑا ہو جاتا ہے کھڑے کھڑے لڑکھڑا جاتا ہے) کیسی گھر ہے اور اندھیری گھر جس میں خون کے جلتے ہوئے دھبے ناچ رہے ہیں۔ اور اس پار زرد چہرہ۔ پھٹی ہوئی آنکھیں۔ اور نزع کی مدھم چیخیں! یارب یہ کیا ہو گیا۔ کیوں ہو گیا؟ میری انارکلی۔ میری جان۔ میری روح تم کہاں ہو؟ (بے تابی سے کمرے میں پھرنے لگتا ہے۔ منیر داخل ہوتا ہے)

منیر۔ شہزادے تمہیں کیا ہو گیا؟

سلیم۔ (جلدی سے منیر کی طرف بڑھ کر) منیر جلد کہو۔ کیا خبر لائے؟ میرے لئے ہر طرف مایوسی ہے۔ ہر طرف نامرادی ہے وہ نہیں مانتے۔ نہ مانیں گے۔ اپنے نامراد دوست اپنے بدبخت شہزادے کی تنہا امید تو ہے۔ بتاؤ داروغہ زنداں سے سن لیا؟ وہ مان گیا؟ نہیں مانا تب بھی کہہ دو وہ مان گیا۔ نہیں تو میرا دماغ پھٹ جائے گا۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

منیر۔ (قریب جا کر آہستہ سے) وہ تمہیں انارکلی سے ایک مرتبہ ملا دینے پر آمادہ ہے۔

سلیم۔ آمادہ؟ سچ ہے۔ یا صرف میرے لئے تسلی؟ پوچھتے ہوئے دل لرزتا ہے۔ لیکن منیر تم نے سچ کہا۔ وہ آمادہ ہے؟

منیر۔ ہاں وہ آمادہ ہے۔ لیکن بہت بڑے معاوضے پر۔

سلیم۔ انارکلی کو چھوڑ کر وہ میرا سب کچھ لے سکتا ہے۔

منیر۔ لیکن سلیم میرے دوست۔ میرے شہزادے سوچ لو پھر کہوں گا تم خطروں میں گھرے ہی گھرے۔

سلیم۔ کچھ نہ کہو۔ منیر اس وقت کچھ نہ کہو۔ میں جنون سے بہت قریب ہوں۔ مجھے صرف بتاؤ۔ کب؟ کس وقت؟

منیر۔ آج رات کو۔

سلیم۔ تنہائی میں؟

منیر۔ اگر تم مجھ سے کام لینے کا وعدہ کرو۔

سلیم۔ (سوچتے ہوئے) مجھ سے۔ میں تجھ سے کام لوں گا خوب سمجھ سے۔ اپنی سمجھ سے۔

منیر۔ اپنی سمجھ سے کیا؟

سلیم۔ (جو کچھ دیر سے دل میں ہے۔ وہ آخر زبان پر آ جاتا ہے) وہ ایک قاہر بادشاہ کے انصاف کی محتاج نہ رہے گی۔

منیر۔ (متوحش ہو کر) تمہارا کیا ارادہ ہے؟

سلیم۔ اسی رات صبا رفتار گھوڑے پر اسے کسی ایسے محفوظ مقام میں پہنچا دیں گے۔ جہاں اکبر کا آہنی قانون نہ پہنچ سکے گا۔

منیر۔ سلیم تم دیوانے ہو گئے ہو!

سلیم۔ اگر میں نے اسے اکبر کے رحم پر چھوڑ دیا۔ تو ضرور دیوانہ ہو جاؤں گا۔

منیر۔ لیکن زنداں کے سپاہی؟

سلیم۔ دو رمنل ولی عہد کی تلوار۔

منیر۔ سلیم یہ بغاوت ہے۔

سلیم۔ میں اس پر آمادہ ہوں۔

منیر۔ دیکھو کہ تم اپنے باپ سے۔ ہندوستان کے شہنشاہ سے باغی ہو جاؤ گے؟

سلیم۔ تمام دنیا ہی باغی ہے۔ بادشاہ خدا سے۔ محبت انقلاب سے مصلحتیں انصاف سے۔ محبت اولاد سے۔ اور اب جو کچھ باقی ہے۔ وہ بھی باغی ہو گا۔ سب کو باغی ہو جانے دو اور دیکھتے رہو۔ کہ آگ اور خون اور موت اور جنون کے اس دیوانے ہنگامے میں سے دیکھتا ہوں کیا نکلتا ہے؟

منیر۔ تم جانتے نہیں۔ اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟

سلیم۔ میں جاننا نہیں چاہتا۔

منیر۔ کاش مجھے پہلے سے معلوم ہوتا۔ میری اس کوشش کا نتیجہ یہ ہو گا۔

سلیم۔ تو معاملات اور بدتر ہو جاتے۔

منیر۔ تم نے مجھ سے کہا تھا۔ تم انارکلی سے صرف ایک مرتبہ ملنا اور صرف اس کو دیکھنا چاہتے ہو۔

سلیم۔ تب امید منتظر رہی تھی۔ اب بجھ چکی۔

منیر۔ میں نے اسی کی اجازت داروغۂ زنداں سے لی تھی۔ اسے شبہ تھا۔ بہت تامل تھا۔ میرے اصرار پر بمشکل اس کو اطمینان دلایا۔ لیکن شہزادے وہ ہوشیار رہے گا۔

ظلِ الٰہی کے عذاب کا خوف اسے چوکنا رکھے گا۔ بہت چوکنا وہ جیتے جی تمہیں انارکلی تک نہ جانے دے گا۔

سلیم۔ دیکھ لوں گا کہ میرے جیتے جی وہ انارکلی کو مرنے دیتا ہے۔

منیر۔ سلیم تباہ ہو جاؤ گے۔ گرفتار ہو گئے تو ذلیل و رسوا۔ اور فرار ہو گئے تو آوارہ وطن اور بے نوا۔

سلیم۔ (کہیں دور دیکھتے ہوئے) جو آ رہا ہے آنے دو۔ نہ میرا نہ تم روک سکتے ہو۔ اور نہ اکبر اعظم۔ ایک طرف موت کے خون آلود دانت ہیں۔ اور دوسری طرف غریب لونڈی کے زہر آلود کانٹے۔ اور دونوں کے درمیان تقدیر۔ پراسرار ششدر اور چپ چاپ۔ کون جانے اس کے ہونٹوں پر تبسم آ جائے۔ یا آنکھوں میں آنسو۔ لیکن موت بھی انارکلی کے لئے اور اس کے پہلو میں شیریں ہو گی۔ خیر دعا کی طرح شیریں (ایک شیریں تصور اس کی آنکھیں ہلکے ہلکے بند کر دیتا ہے۔ ذرا دیر بعد نیم وا آنکھوں سے) مگر میرے دوست آ۔ کچھ مدت بول چپ چاپ میرے سینے سے لگ جا۔ مجھے ڈر ہے۔ میرا دل اتنا نہ دھڑک اٹھے کہ تھم جائے۔ میں تسکین چاہتا ہوں۔

(سلیم ہاتھ پھیلاتا ہے۔ منیر کچھ دیر اسے دیکھتا رہتا ہے۔ اور پھر دوڑ کر دو زانو ہو جاتا ہے اور اپنے دوست کی ٹانگوں سے لپٹ جاتا ہے۔ سلیم اسے اٹھا کر سینے سے لگا لیتا ہے)

پردہ

پکچر البم :- نیرنگ خیال کا تصاویری مرقع صرف عہ میں خرید لیجئے

شکم الملت حضرت اکال الکل

(اس مضمون کے تاریخی اور ما قبل التاریخ واقعات کی صداقت کی ذمہ داری راوی کی گردن پر نہیں۔ کیونکہ راوی نے یہ تفصیلات ترجمان حقیقت علامہ اقبال۔ مولانا سالک مدیر انقلاب۔ چودھری محمد حسین ایم اے سپرنٹنڈنٹ محکمہ اطلاعات و دیگر بزرگوں کی زبانی سنی ہیں۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ ٭)

یکایک تخلیق کا شور و غل رک گیا۔ اور فضائے اعلےٰ میں ایک قرنا کی سی آواز نے سکوت پیدا کر دیا.........

"معدہ لاؤ...... معدہ...... جلد ایک انسانی معدہ لاؤ!"

اس حکم سے ایک ساعت کے لئے ملائکہ مبہوت ہو کر رہ گئے اور پھر پہلے سے زیادہ شور برپا ہو گیا۔ کوئی دوڑا جا رہا تھا کوئی دوسرے سے سوال کر رہا تھا۔ کوئی یونہی چیزیں الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ وہی آواز پھر اٹھی!.........

"معدہ لاؤ...... جلد ایک انسانی معدہ لاؤ!"

اور فضائے اعلےٰ پر پھر ایک سکوت چھا گیا۔ سب کے سب پرواسان ازل نظریں جھکائے کھڑے تھے۔ کہ ایک پُرافشاں شعاع صفوں کو چیرتی ہوئی آگے نکل آئی!

"حضور! انسانی معدے ختم ہو چکے ہیں۔ بلکہ حیوانی معدے بھی! انسان اور حیوان سب ساخت ہو چکے ہیں اور ان کے معدے اپنی اپنی جگہ لگ چکے ہیں...... ہاں دو اونٹوں کے معدے فالتو پڑے ہیں"٭

آواز آئی۔ "لاؤ۔ یہی معدے لاؤ۔ یہ آدمی بھی شتر سے کم نہیں۔ اسے بنتے بنتے بہت دیر ہو گئی۔ لاؤ... اسے دونوں معدے لگا دیئے جائیں...... یہی اس کا انعام ہے اور یہی اس کی سزا ہو گی"

(۲)

یہ ہے حضرت اکال الکل کی تخلیق کی داستان غرض یہ کمال جو آج انہیں مشہورِ عالم بنا رہا ہے۔ سب خدا اے بخشندہ کی دین ہے۔ ورنہ یہ سعادت بزور بازو حاصل نہیں ہو سکتی ٭

حضرت اکال الکل دنیا میں کس طرح آئے اور بچپن کس طرح گذارا۔ یہ بجائے خود ایک مستقل قصہ ہے مختصر یہ کہ منہ کھولے ہوئے طعام کے لئے بلبلاتے ہوئے آئے ــــ اور طفولیت کے ایام یونہی فریاد کرتے کاٹے۔ پہلے ایک دایہ پھر دو پھر تین پھر چار پھر پانچ اور یہ سلسلہ لامتناہی کبھی ختم نہ ہوتا۔ اگر ان کا کھلا ہوا دہن، روٹی کے لقمے سے زبردستی بھر نہ دیا جاتا! ــــ کہتے ہیں کہ جب حضور نے پہلے لقمہ کھایا۔ کوئی دو سال کے تھے۔ تو دفعتاً انبساط سے وہیں گویا ہو گئے۔ یہ اسی پیش گفتاری کا نتیجہ ہے کہ آج حضرت کا کلام معانی سے دس گز آگے ہوتا ہے۔ اور سلیم الذہن کی کوتاہی کو ان کی لکنت پر محمول کر کے اپنے آپ کو فریب تفوق دے لیتا ہے ٭

(۳)

مجھے حضرت کا پہلا کارنامہ یاد نہیں۔ اور سچ تو یہ ہے

کہ ان کا ہر کام کارنامہ ہوتا ہے۔ اور ہر کارنامہ اپنی قسم کا پہلا ہوتا ہے۔ مگر ملفوظات "دستار بندی" کے باب میں ہے وہ جو برات کا قصہ ایک بوڑھے کے متعلق زبان زد عوام ہے اس کے ہیرو بھی عصور ہیں۔ آپ کا سن شریف اسوقت کوئی تین کے قریب ہوگا۔ یا کچھ کم۔ کہ ان کی برادری میں کوئی شادی رچائی گئی۔ برات دوسرے شہر میں اس وقت کے مشہور اکال حضرت بطینی علیہ الرحمتہ کے گھر جاتی تھی۔ حضرت بطینی خود کھاتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے۔ اور اس طرح شکم سیری کے ساتھ چشم سیری کا حظ بھی اٹھاتے تھے۔ انھوں نے کہلا بھیجا۔ کہ برات میں بوڑھے مریض بچے وغیرہ کوئی نہ ہوں۔ محض مشاہیر اکال ہی ہوں تاکہ ایک باقاعدہ ٹورنامنٹ ہو سکے۔ اور یہاں تک شدت کی کہ اپنے دروازے پر محاسب طبیب اور ملا مقرر کر دیئے تاکہ وہ نبض دیکھ کر اور نگاہوں سے جانچ کر فقط ان لوگوں کو داخل ہونے دیں۔ جو صحیح معنوں میں شمولیت دعوت کی اہلیت رکھتے ہوں۔

ادھر ہمارے حضرت تھے کہ ابھی تین سال کے ننھے منے بچے تھے۔ اور سب انھیں پیار سے "اکلیل" پکارتے تھے۔ گھر میں قیامت برپا کر دی۔ "دعوت ہو اور ایسی معرکے کی دعوت ہو۔ اور وہ مدعو نہ ہوں ——— معاذ اللہ!" گھر والوں کی جان عذاب میں آگئی۔...... آخر ان کے نانا جو اس پیری میں بھی جوانوں کا سا معدہ رکھتے تھے۔ ان کو چوری چوری ایک صندوقچی میں بند کر کے ساتھ لے چلے۔ یہ صندوقچی ہر اکال سے لازم و ملزوم ہے۔ کیونکہ اس میں عام چورن اور نیز ہر اکال کے خاص خاندانی ہاضم نسخے محفوظ ہوتے ہیں۔

برات منزل مقصود پر جا پہنچی۔ اور ریل سے اترتے ہی اسباب ہاتھوں میں لئے سیدھی دعوت خانے میں جا گھسی اور "طعام طعام" کا شور برپا کر دیا غرض دیگوں کے منہ کھل گئے اور شوربے کے دریا بہنے لگے اور اس پہلے ہلے میں جو کچھ سامنے آیا دیکھتے دیکھتے صفاچٹ ہو گیا حضرت بطینی ماہر فن تھے۔ گھبرائے نہیں۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس کا ردِ عمل کیا ہوگا۔ اور باورچی خانہ سے اور زیادہ مستعدی سے کھانا بھیجنے لگے۔

پلیٹیں آتیں۔ اور خالی ہو ہو کر جاتی تھیں۔ یہ مہمانوں اور میزبانوں کی رسہ کشی کا سلسلہ دیر تک قائم رہا۔ مگر آخر کار کھانے والوں کی نگاہیں اور پھر ہاتھ اور پھر سانس بدلنے لگے۔ ہر کوئی اپنی نشست پر بے چین تھا۔ یہانتک کہ ایک دوسرے سے گفتگو کرنے لگے۔ اور جب اس کی بھی تاب نہ رہی تو محض نگاہ بازیاں ہونے لگیں۔

اس تیر از ممکنات لمحے میں حضرت بطینی ایک نہایت ناٹکی انداز میں دعوت خانے میں داخل ہوئے اور فاتحانہ تبسم سے فرمانے لگے:-

"حضرات اور جس چیز کی فرمائش ہو بے تکلف کہئے"

(۴)

اس طنز نے دوبارہ ایک سپرٹ پیدا کر دی اور اکالوں کی یہ جماعت کھانے پر پھر پل پڑی۔ مگر یہ حملہ دیر تک جاری نہ رہ سکا اور صفوں میں جا بجا رخنے نظر آنے لگے۔ مکمل پسپائی کے آثار دکھائی دینے لگے۔

آخر یہ جمعیت یہاں تک بے دل ہو گئی۔ کہ ایک شخص اعترافاً بول اٹھا: "یہاں تو اگر ہم سب اپنا اپنا خانہ ان بھی لے آتے تو رہ جاتے" یہ فقرہ گویا چنگاری تھی

کہ اس نے یکایک ہمارے رہبر و حضرت اکال الکل کے نانا کے دماغ میں الہام کی آگ روشن کردی۔ ان کی وہ یادداشت جو کھانے کی مصروفیت نے بند کردی تھی پھر عود کر آئی ــــــ "خاندان" کے لفظ سے خاندان اکالین کے چشم و چراغ حضرت اکلیل کا یاد آجانا کوئی بڑی چھلانگ نہ تھی۔ آپ کے نانا نے صندوقچی کو دامن میں اچھی طرح چھپا کر اس کا ڈھکنا کھول دیا اور حاضرین کو مخاطب کرکے کہنے لگے:-

حضرات اب پسپائی لازمی نظر آتی ہے۔ اس لئے ہمیں ایک آخری کوشش اور کرنی چاہئے۔ تاکہ مقابلے کا وقت زیادہ شمار ہوسکے۔ میں آپ سب کی توجہ سیدنا و مرشدنا حضرت امام شکمی علیہ الطعام کی کتاب "الطعام و ماینبغی لہٗ" کے بیسویں "امادہ" کی طرف منعطف کراتا ہوں۔ بڑے بڑے کھوکھلے لقمے بنانے شروع کردو"

اس غیرت بخش تقریر سے حاضرین میں ایک تمنا روح پیدا ہوگئی۔ اور آوارہ نگاہیں پھر پلیٹوں پر جم گئیں:

ادھر حضرت اکال الکل کا ڈھکنا کھل گیا۔ پھر کیا تھا جو پلیٹ آتی۔ دیکھتے دیکھتے صاف ہو جاتی اور آخر کار وہ وقت آگیا۔ جب طعام بانٹنے والوں کے پاؤں میں سستی آگئی اور ان کے ہاتھ کام کرنے سے رہ گئے۔ ان کی ہمتیں پست ہوگئیں۔ یہ دیکھ کر دیگر حضرات کی جرأت بھی بلند ہوگئی۔ اور چاروں طرف سے "کھانا لاؤ۔ کھانا لاؤ" کے جنگی نعرے بلند ہونے لگے اب حضرت بطینی خود ہاتھ جوڑ کر سرنگوں کھڑے ہوگئے۔ اور کہنے لگے:-

"حضرات میں اپنی دستارِ فضیلت آپ کے قدموں پر رکھتا ہوں اور آپ کو اجازت دیتا ہوں۔ کہ آپ اپنے میں سے جس کو اہل سمجھیں اس کو دیدیں۔ میرا ذخیرہ بالکل ختم ہوچکا ہے!" ــــــ آخری فقرہ حضرت اکال الکل کے سینے میں تیر ہوکر لگا۔ جس کے پیٹ پر بن جائے وہ ہر مصلحت کو نظر انداز کردیتا ہے۔ حضرت "اکلیل" صندوقچی سے اچھل کر باہر آگئے اور حضرت بطینی کو ایسی گرسنہ نگاہوں سے تاک کر "اور لاؤ" کا پُرشور نعرہ لگایا۔ کہ وہ اپنا جسم و جان بچا کر بھاگ گئے۔ سب حاضرین نے "دستارِ اکالی" حضرت کے نانا کے قدموں میں رکھدی اور انھوں نے بھرے مجمع میں خود اپنے ہاتھوں سے اسے حضرت "اکال الکل" کے سر پر باندھ دیا!

اس چمپین شپ کے بعد آپ کا نام چاردانگ عالم میں مشہور ہوگیا:

(راوی۔ نظامی قدوسی۔ ایم اے)

نیرنگِ خیال کا آئندہ نمبر۔ سہ رنگی۔ یک رنگی تصاویر اور نہایت دلچسپ مضامین سے مرصع ہے؛ ناظرین انتظار کریں

رشحاتِ عالیہ

(از مولانا سیماب اکبرآبادی مدیر "تاج" آگرہ)

دل ہے، تو کسی کا اسے کاشانہ بنا دے
کعبہ نہیں بنتا ہے تو بتخانہ بنا دے

ہستی کو مری مستیٔ پیمانہ بنا دے
اے بے خبری حاصلِ میخانہ بنا دے

دنیا ابھی مانوس نہیں درسِ وفا سے
اس لفظ کو عنوانِ صد افسانہ بنا دے

اے برہمن اک دن بتِ پندار کو اپنے
توڑ، اور چراغِ درِ بت خانہ بنا دے

کاغذ پر وہ دیکھینگے مرے شوق کی پرواز
ہے کوئی، کہ موجِ پرِ پروانہ بنا دے

یا کعبہ و بت خانہ میں پہنچا خبر اپنی
یا بے خبرِ کعبہ و بت خانہ بنا دے

دل ظرفِ طلب، خونِ جگر مائلِ مستی
میں بادہ بناتا ہوں، تو پیمانہ بنا دے

رسوا ہو وہم صبح نہ رازِ شبِ محفل
اے کاش کوئی تربتِ پروانہ بنا دے

کہدو کہ بہار آئے تو بیکار نہ بیٹھے
دیوانہ بنے، یا مجھے دیوانہ بنا دے

خاکسترِ پروانہ میں جو سوزِ نہاں ہے
جب چاہے پھر اس خاک سے پروانہ بنا دے

ٹکڑے جو بچیں بت کے انہیں پھینک نہ بت گر
دو چار چراغِ درِ بت خانہ بنا دے

"کن"، محشرِ کونین ہے "دل" دفترِ دارین
وہ چاہے تو دو حرف سے افسانہ بنا دے

وہ مستیٔ پندار شکن مانگ رہا ہوں
جو قابلِ یک سجدۂ میخانہ بنا دے

اے شمع یہ پروانے کو ہنس ہنس کے جلانا!
کیا ہو جب تجھے بھی کوئی پروانہ بنا دے؟

دیوانگیٔ عشق بڑی چیز ہے سیماب
یہ اُس کا کرم ہے جسے دیوانہ بنا دے

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ ۔ ہندوستان کا عطر یورپ تک مشہور ہے ہندوستان میں عطر تیل کے بڑے بڑے کارخانے ہیں۔ شاہان مغلیہ کے عہد میں عطر کی تجارت زوروں پر تھی۔ یہاں کے بادشاہ یورپ کے بادشاہوں کو دیگر کوئی تحائف بھیجتے تھے۔ تو ان میں لکھنؤ کا عطر ضرور ہوتا تھا۔ آج بھی گو لکھنؤ کے عطر کی وہ قدر تو باقی نہیں لیکن پھر بھی بعض کارخانے ہندوستان کی اس صنعت کو ابھی تک زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ لکھنؤ میں اس وقت سب سے بڑا کارخانہ جناب اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا ہے جن کی بڑی بڑی شاخیں۔ دہلی ۔ حیدرآباد اور کلکتہ میں موجود ہیں ۔ ناظرین نیرنگ خیال ٹائیٹل پر اکثر ان کا اشتہار دیکھتے ہوں گے۔ ہمیں اس کارخانہ کو خود دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ یہ کارخانہ وسیع پیمانہ پر کام کر رہا ہے اور لاکھوں روپیہ کا عطر ہر سال دیسی طریق پر بنتا اور فروخت ہوتا ہے۔ ہندوستان کے تمام روساء۔ امراء اور راجگان یہیں سے مال منگواتے ہیں۔ ناظرین نیرنگ خیال ایک فہرست طلب کر کے اپنی ضرورت کے مطابق مال منگوائیں اور اپنے ملک کی دیسی صنعت کی قدر کریں۔

سفر حج کے متعلق مفید معلومات
بالکل مفت طلب فرمائیے

نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور کے پبلسٹی بورڈ نے جو مفید کام پبلک کے مفاد کے لئے انجام دیئے ہیں۔ ان میں وہ پمفلٹ بھی ہے جو سفر حج کے نام سے حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ یہ پمفلٹ ۴۴ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کا ٹائیٹل عمدہ ہے لکھائی چھپائی خوب ہے۔ اس مختصر کتاب میں فوٹو بلاک کی ۵ تصاویر بھی ہیں۔ جو لوگ حج کے لئے جانا چاہتے ہوں انھیں یہ پمفلٹ ضرور بالضرور طلب کر کے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اس میں سفر کی ضروری معلومات درج ہیں۔ تمام بڑے بڑے اسٹیشنوں سے بمبئی اور کراچی اور جہازات کے کرائے درج ہیں۔ کراچی اور بمبئی میں حاجیوں کو جس قسم کے ضروری کام سرانجام دینے پڑتے ہیں۔ وہ درج ہیں۔ حاجیوں کو سفر کے دوران میں جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہو۔ وہ بھی بتلائی گئی ہیں۔ پاسپورٹ کے لئے جہاز کے ٹکٹ اور حجاج کے کیمپ کے متعلق مفید معلومات درج ہیں۔ آپ فی الفور ایک کارڈ لکھ کر یہ مفید رسالہ نارتھ ویسٹرن ریلوے پبلسٹی برانچ لاہور سے مفت طلب کر لیں۔

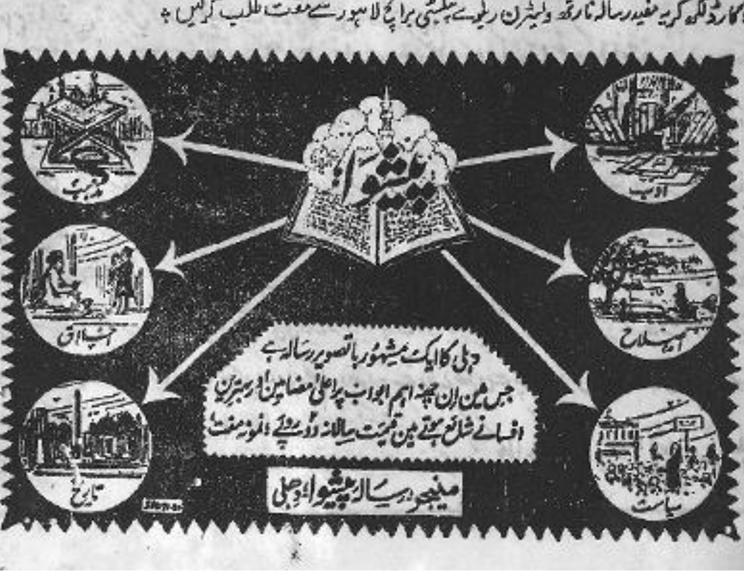

دوشیزہ حصہ دوم

اکثر احباب دوشیزہ کا حصہ دوم طلب کرتے ہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ حصہ دوم اسقدر ضخیم ہے کہ اس کی تیاری پر کافی وقت خرچ ہوگا دوشیزہ حصہ دوم ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے ابھی چند سو صفحات کا مواد تیار ہوا ہے۔ باقی کام ہو رہا ہے۔ تصاویر بھی اس کے لئے مہیا کی جا رہی ہیں ؛

حصہ اول پبلک میں اسقدر مقبول ہوا ہے کہ سیکڑوں تعریفی خطوط موصول ہو چکے ہیں۔ جناب چودھری اللہ رکھا صاحب مونگا سے لکھتے ہیں۔ "دوشیزہ فی الواقعی اردو زبان میں علم نوعی پر لاجواب تصنیف ہے۔ خاکسار نے اردو ہندی میں اس فن پر متعدد کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ مگر وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ ان ہر دو زبانوں میں اتنی تحقیق اور عرق ریزی سے کوئی کتاب مرتب نہیں ہو سکی کتاب مذکور کی دوسری جلد کا پہلا نسخہ سب سے پہلے مجھ ہی کو وی پی کریں" انشاء اللہ حصہ دوم پہلے حصہ سے زیادہ مقبول ہوگا۔

نیپٹ بہراپن کا شرطیہ علاج

کان کی تمام بیماریوں کی ایک بے نظیر اور حکمی دوا۔ پتہ :- کان کی دوا ملب اینڈ سنز پہلی بھیت

ملاحظہ ہو دنیا کی رائے :- جناب مسٹر لیف سی سمپسن صاحب (برہما) ارقام فرماتے ہیں "یہ لکھتے ہوئے مجھے نہایت خوشی ہوتی ہے کہ آپ کی دوا نے مجھے تندرست بنا دیا" جناب مسٹر گنگا بہادر صاحب سرکل انسپکٹر پولیس بنارس ارقام فرماتے ہیں "آپکے روغن کرامات اور کرن بند ہو کے استعمال ... لڑکے کی سماعت ترقی کرتی جا رہی ہے۔ اور کان بہنا قطعاً بند ہو گیا ہے۔ جلد اور دوا بھیجدیں" جناب مسٹر صادق حسین صاحب علوی وکیل میخانہ ایو۔پی، ارقام فرماتے ہیں ... کے استعمال سے فائدہ ہونے لگا۔ دو شیشیاں اور بھیجدیں۔ جناب مسٹر ھگو انداس صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ٹیلیگراف لاہور ارقام فرماتے ہیں۔ مریضہ کو آپکے علاج سے بہت آرام ہے۔ جلد ایک شیشی روغن کرامات دیکھ شیشی کان کے زخم کو صاف کرنے کی دوا کرن بند بھیجدیں" جناب مسٹر گلفن خاں صاحب پٹھان ارقام فرماتے ہیں "روغن کرامات مفید ثابت ہوا۔ دو شیشی اور بھیجدیں"

ملب اینڈ سنز پہلی بھیت کا ایجاد کردہ روغن کرامات

نیپٹ بہراپن۔ کم سننا۔ شک سے سننے۔ طرح طرح کی آوازیں ہونے اور زخم ناسور۔ ورم پھنسی۔ کیڑے پڑ جانے۔ کان بند یا بھاری رہنے۔ بچوں کے کان سے پانی یا مواد خون بہنے۔ پردوں کی کمزوری اور کان کی تمام بیماریوں پر وہ شرطیہ اکسیر اور بےخطا دوا ہے جس کی مثال آپ دنیا کے کسی حصہ ... سکتے۔ افریقہ۔ عرب۔ سیلون۔ برہما۔ ٹرانسوال جیسے دور ممالک میں بھی جس کی خاص طلب ہے۔ ہر گھر میں ہر وقت ایسی اکسیر کا رکھنا ضروری ہے۔ قیمت فی شیشی ... تین شیشی ایک ساتھ طلب کرنے پر اس ملک میں محصول ڈاک و پیکنگ معاف۔ کرن بند دوا۔ یہ دوا کان کے زخم کو خود بخود صاف کرتی ہے اور زخم کان بھی ہے قیمت فی شیشی ... بادشاہی منجن۔ دانت کی ہر ایک بیماری کی ایک مجرب اور باکمال دوا ہے۔ ہمیشہ کے استعمال سے ہلتے دانت ... ہیں۔ فی شیشی ... ومہ سانس اور ہر قسم کی کھانسی کی ایک شرطیہ تیر بہدف دوا جو پھیپھڑوں کو بھی صاف کرتی ہے۔ اور طاقت بخشتی ہے۔ قیمت ...

(نوٹ) دوا منگواتے وقت اپنا پورا پتہ مع نام صاف لکھئے۔ دھوکہ دینے والے ٹھگوں سے بچنا آپکا فرض ہے جن صاحبان کو افاقہ نہ ہو۔ وہ یہاں تشریف لا کر علاج کرا سکتے ہیں۔ ہماری کوئی دوا بغیر ہمارے اور کہیں سے نہیں مل سکتی براہ کرم دوسرے تکلیف زدہ کو بھی ہمارا پتہ اور دوا کا نام بتا کر ثواب دارین حاصل کیجئے۔ پتہ یہ ہے

کان کی دوا ملب اینڈ سنز پہلی بھیت

NATURE STUDIED BY
THE CAMERA

چھوٹے دو سے بچے اپنے گھونسلہ میں ماں کے سامنے

VICTORIA PRESS
Railway Road, LAHORE.

NATURE STUDIED BY
THE CAMERA

نیولا شکار کے سامنے

منظومات

زمزمۂ تغزل

خلوتِ راز سے ہاں پردہ کُشا ہو جانا
دیکھ لے تو بھی قیامت کا بپا ہو جانا

کس سے گم گشتگیٔ شوق کی لذّت کہئے
یوں تو ہم جانتے ہیں راہنما ہو جانا

خونِ ارباب وفا کی کوئی قیمت نہ سہی
تم مگر کچھ تو پشیمانِ جفا ہو جانا

دہر، ہر صورت و حالت میں ہے تغییر پذیر
فطرتِ درد میں پاتا ہوں دوا ہو جانا

ہمہ تن عرضِ تمنا تو نہیں ہوں، ہیں حضوُر
بات کرنے بھی نہ پاؤں کہ خفا ہو جانا

جوشِ تکمیل ہے موجود نوائے ذوقِ جنوں
اُن نگاہوں کو سکھا ہوشربا ہو جانا

مہلت اے حسن! کہ آپ سے گزرنے دے مجھے
پھر ہر اک ذرّہ سے تو جلوہ نما ہو جانا

ہم نشیں پوچھ نہ اُس بزم کا افسانۂ ناز
دیکھ کر آئے ہیں ہم بندہ کا خدا ہو جانا

مٹ گئے، اور سُہا پردۂ ہستی نہ اُٹھا
ورنہ دشوار نہ تھا کچھ بھی خدا ہو جانا!

(غیر مطبوعہ)

سُہا

ارشادات فانی

(از جناب فانی بدایونی بی اے۔ ایل ایل بی)

میری آشفتہ حالیاں نہ گئیں
دل کی نازک خیالیاں نہ گئیں

عشق بیگانہ مجاز رہا
حسن کی بے مثالیاں نہ گئیں

میری شیوا نگاہیاں جائیں
تیری رسوا جمالیاں نہ گئیں

دل حریفِ زوالِ غم نہ ہوا
عشق کی بے کمالیاں نہ گئیں

موت بھی زندگی کی حد نہ رہی
غم کی بے اعتدالیاں نہ گئیں

ہوش میں لاکھ انقلاب آئے
عقل کی خستہ حالیاں نہ گئیں

موت بھی آہی جائے گی فانی
تیری محزوں خیالیاں نہ گئیں

غیر مطبوعہ — فانی بدایونی

جلوہ عشق حقیقت تھی حسن مجاز بہانہ تھا
شمع جسے ہم سمجھتے تھے شمع نہ تھی پروانہ تھا

شعبدے آنکھوں کے ہم نے ایسے کتنے دیکھے ہیں
آنکھ کھلی تو دنیا تھی بند ہوئی افسانہ تھا

عہدِ جوانی ختم ہوا اب مرتے ہیں نہ جیتے ہیں
ہم بھی جیتے تھے جب تک مر جانے کا زمانہ تھا

دل اب دل ہے خدا رکھے ساقی کو میخانے کو
ورنہ کسے معلوم نہیں ٹوٹا سا پیمانہ تھا

فانی گو کیسا ہی سہی پھر بھی تجھ سے نسبت تھی
دیوانہ تھا، تھا کس کا؟ تیرا ہی دیوانہ تھا

فانی بدایونی

رباعیاتِ فراق

(جناب رگھوپت سہائے فراقؔ گورکھپوری)

(۱)

دنیا میں ترے سوا سہارا بھی نہیں
عقبیٰ میں ترے سوا ٹھکانا بھی نہیں
سونپا تجھے جس نے خود کو، خود کو پایا
تیرا جو نہیں ہوا وہ اپنا بھی نہیں

(۲)

پاک نگاہوں سے تجھے دیکھا تھا
غمناک نگاہوں سے تجھے دیکھا تھا
دل تھا وہ، کہ جس نے ہم کو غافل پا کر
بیباک نگاہوں سے تجھے دیکھا تھا

(۳)

او پردۂ غیب میں سنورنے والے
او میری طرف نظر نہ کرنے والے
سینے میں تجھے اُتار لاؤں تو سہی
داغِ دلِ زار ہیں اُبھرنے والے

(۴)

پینا جو نہیں تو خیر پینے کا ہے نام
تر کر لے لبوں کو کیوں ہے رہتا ناکام
پیمانۂ دل کی تہ میں کچھ تو ہے تری
قسمت میں کہاں فراقؔ چھلکا ہوا جام

(۵)

جینا تو نہیں ہے خیر جینے کا ہے نام
رونا تقدیر کا ہے آخر اک کام
اے موت کی نیند ہم بھی جاگے ہیں بہت
آئے بھی تو آفتاب اپنا لبِ بام

(غیر مطبوعہ)

غزل

(از جناب مستطاب علی حیدر طباطبائی المخاطب بہ نواب حیدر یار جنگ بہادر نظم)

اعمال کے سبب سے گراں بار ہو گئے
جو مرحلے تھے سہل وہ دشوار ہو گئے

میکش کے حق میں زہر ہی تمیز نیک و بد
رحمت خدا کی اُن کو جو سرشار ہو گئے

بسمل دل و جگر کو نہ دیکھا تھا اس طرح
نالے تو آج کھنچتے ہی تلوار ہو گئے

قہر و عتاب کی بھی نگاہیں تھیں دل نشیں
پیوست تیر تا لب سوفار ہو گئے

اس رہگذر میں دام نہاں زیر دام تھا
آزاد بھی ہوئے کہ گرفتار ہو گئے

بجلی کی طرح کرتے ہیں راہ صراط طے
اس پار سے تڑپ کے ہم اُس پار ہو گئے

مومن پھڑکتے رہ گئے پھندے میں سبحہ کے
کافر اسیر حلقۂ زنار ہو گئے

ساقی کی چشم مست کا رندوں سے حال پوچھ
ملتے ہی آنکھ واقف اسرار ہو گئے

مرکز کی طرح جب کوئی ثابت قدم رہا
چکر نصیب کے خط پرکار ہو گئے

بدحواسیوں میں نظمؔ شب عمر کٹ گئی
غافل کبھی رہے کبھی ہشیار ہو گئے

نظمؔ طباطبائی

(خوشنویس: علیم)

نکاتِ حیات

(شیخ عبداللطیف صاحب تپش، گورنمنٹ کالج لپیرود)

رنگینیٔ فضا میں افسانۂ قلق ہوں   آغوش میں افق کی گہوارۂ شفق ہوں
دودِ چراغِ غم کا برہم زدہ تشق ہوں   شیرازۂ فنا کا بکھرا ہوا ورق ہوں
"حل ہی نہیں ہے جس کا وہ نکتۂ ادق ہوں
مَیں اپنی زندگی کا بھولا ہوا سبق ہوں"

کیا شمع کی زباں سے افشا ہو راز میرا   پروانہ خاک سمجھے سوز و گداز میرا
گوشِ آشنا نہیں ہے درسِ مجاز میرا   ہے مظہرِ نوائے خاموش ساز میرا
"حل ہی نہیں ہے جس کا وہ نکتۂ ادق ہوں
مَیں اپنی زندگی کا بھولا ہوا سبق ہوں"

کہتا ہے کوئی چشمِ بیتابِ نور مجھ کو   سمجھا کسی نے داغِ دامانِ طور مجھ کو
پایا کہیں حجابِ شانِ ظہور مجھ کو   دیکھا کبھی وجوبِ امکانِ دور مجھ کو
"حل ہی نہیں ہے جس کا وہ نکتۂ ادق ہوں
مَیں اپنی زندگی کا بھولا ہوا سبق ہوں"

ارضِ عبودیت کے ذرّاتِ منتشر میں   چرخِ الوہیت کی بیگانہ خو نظر میں
ہر شب کی خامشی میں غوغا ہے ہر سحر میں   آہِ شرر فشاں میں قطراتِ اشک تر میں
"حل ہی نہیں جس کا وہ نکتۂ ادق ہوں
مَیں اپنی زندگی کا بھولا ہوا سبق ہوں"

(غیر مطبوعہ)

رباعیات

(از حضرت مجنوں گورکھپوری بی اے)

(۱)

کیا پوچھتے ہو کہ زندگانی کیا ہے؟
پڑ جائے جو سر پہ جھیل جانا مجنوں
ہم کیا کہیں تم سے یہ کہانی کیا ہے؟
غم کہتے ہیں کس کو، شادمانی کیا ہے؟

(۲)

پھر حشر میں کہتے ہیں کہ جینا ہوگا
پھر ہجر کی داستاں چھڑیگی مجنوں
پھر یعنی لہو جگر کا پینا ہوگا
غم سے پھر داغ داغ سینا ہوگا

(۳)

بے سود ہیں رنج اور خوشی کے جھگڑے
موت آنے دو ہوش کچھ نہ ہوگا مجنوں
رنج اور خوشی ہیں جینے جی کے جھگڑے
اک دم میں مٹیں گے زندگی کے جھگڑے

(۴)

تھی عشق کے ہاتھوں زندگانی اپنی
سچ ہے اک روز ہم نہ ہونگے لیکن
کچھ اور تھی پیری و جوانی اپنی
رہ جائے گی دُکھ بھری کہانی اپنی

(۵)

ہر سانس عدم کا ہے فسانہ مجنوں
اک نقش بر آب ہے نمودِ ہستی
جینا مرنے کا ہے بہانہ مجنوں
اک شعبدہ باز ہے زمانہ مجنوں

(غیر مطبوعہ)

غزل

(از جناب انڈین شکسپیئر آغا حشر کاشمیری صاحب)

جائینگے وہاں خوش دل دیوانہ جہاں ہو — گھر لینگے وہیں ایسے پری خانہ جہاں ہو
ہوگی کوئی جنت، امیری جنت تو وہی ہے — خمخانہ، و پیمانہ، و جانانہ جہاں ہو
منہ چوم نہ لے پھول کے دھوکے میں تمہارا — جانا نہ وہاں بلبل دیوانہ جہاں ہو

اے حشر میرے شعر ہیں مستی کا ترانہ
گانا یہ غزل محفل رندانہ جہاں ہو!

غیر مطبوعہ — مرسلہ وائی، کے، طارق

بہارِ تخیل

(از حضرت آغا حشر کاشمیری)

ہاں ساقیٔ مستانہ بھر دے مرا پیمانہ — بدمست گھٹا ہے، یا، اُڑتا ہوا میخانہ
ہوتی ہیں شب غم میں یوں دل سے مری باتیں — جس طرح سے سمجھائے، دیوانے کو دیوانہ
کیا تم نے کہا دل سے کیا دل نے کہا مجھ سے — بیٹھو، تو سناؤں میں، اک روز یہ افسانہ
وہ کیوں نہ ہو دشمن، جب قسمت مری دشمن ہے — کس طرح کروں یارب، تقدیر سے یارانہ
ہر سمت نظر آتی تھیں، حسن کی تصویریں — جب تک کہ جوانی تھی، دنیا تھی پری خانہ

مطرب سے یہ کہتا تھا حشر اپنی غزل سن کے
ہے میری جوانی کا بھولا ہوا افسانہ

مالن کی بیٹی

(علامہ جمیل مظہری کاظمی بی، اے)

جذبات کی دنیا ہلتی ہے لبریز ترنم وادی ہے
آکاس کی کوئی دیوی ہے جو پیڑ پہ بیٹھی گاتی ہے

مل کر پھولوں کے جھرمٹ میں چھپ کر پتوں کی گھونگٹ میں
کچھ اپنی دھن میں گاتی ہے اور ڈالی ہلتی جاتی ہے

ہر نخل چمن کا گھوم گیا اور پتہ پتہ جھوم گیا
جب گاتی ہے تو منظر پر مستی بن کر چھا جاتی ہے

پھیلا ہوا رخ پر کاجل ہے سرکا ہوا سر سے آنچل ہے
کم سن ہے اٹھتی کونپل ہے تنہائی میں بھی شرماتی ہے

بل کھاتے ہوئے کافر گیسو چہرے کی بلائیں لیتے ہیں
جب چومتے ہیں وہ گالوں کو جھنجھلا کے انہیں سرکاتی ہے

بچپن کا تقاضا ہو شوخی، شوخی کا نتیجہ ہے غیرت
جھک جاتی ہیں آنکھیں شرم سے خود ہونٹوں پہ ہنسی جب آتی ہے

گالوں پہ ہے لالی پھولوں کی، ہاتھوں میں ہے ڈالی پھولوں کی
دیکھو متوالی پھولوں کی، پھولوں کا ہار بناتی ہے

چن چن کے پروتی جاتی ہے دھاگے میں شگفتہ کلیوں کو
دھاگا جو الجھ جاتا ہے کبھی، ماتھے پہ شکن پڑ جاتی ہے

آگاہ نہیں خود بینی سے واقف نہیں گھورا گھوری سے
معصوم نگاہیں کیا جانیں نرگس کیوں آنکھ لڑاتی ہے

سانچے میں گلوں کے ڈھلنے دو گلشن کی ہوا میں پلنے دو
منہ بند کلی ہے فطرت کی تھم تھم کر کھلتی جاتی ہے
لولب پہ تبسم لہرایا اک موج اٹھی انگڑائی کی
بادل چھایا بجلی چمکی اب دیکھئے کیا برساتی ہے
کھل کھیلتی ہے شوخی اس کی برسات کے پیارے موسم میں
جب پھول چمن کے کھلتے ہیں فطرت عریاں ہو جاتی ہے
گھر ہے پھولوں کی جنت میں محفل کا مزا ہے خلوت میں
کلیوں سے تبسم سیکھتی ہے کلیوں کو ہنسی سکھلاتی ہے
سوتی ہے چھاؤں میں پیڑوں کی سبزے کے نرم بچھونے پر
گلشن کی جمال افروز ہوا لوری دے دے کے سلاتی ہے
منظر پہ اداسی چھانے سے گلشن میں خزاں آجانے سے
اور پھولوں کے مرجھانے سے دنیا کو سمجھتی جاتی ہے
دن بھر کا تھکا ماندہ سورج جب جھاڑی میں چھپ جاتا ہے
اور کوئل آم کے پیڑوں پر جب شام کا نغمہ گاتی ہے
خاموش فضائے صحرا پر اک نیند سی طاری ہوتی ہے
بہتا دریا تھم جاتا ہے پتی پتی سو جاتی ہے
معصوم دل اس کا پہلو میں کروٹ لے کر جاگ اٹھتا ہے
مغموم نظر اس منظر کی محویت میں کھو جاتی ہے
پھولوں کی یہ شہزادی ہے گلشن پہ حکومت کرتی ہے
یعنی "مالن کی بیٹی" مالا پھولوں کی بناتی ہے

(کاظمی)

(بقیہ نوٹ متعلق تصاویر)

جودھابائی۔ یہ سہ رنگی تصویر جناب لالہ کشن دیال صاحب کا کارنامہ ہے۔ لالہ کشن دیال منشی بلاقی داس صاحب مرحوم کے جانشین ہیں۔ منشی بلاقی داس وہ ہیں جنہوں نے حدیث، وتفاسیر اور قرآن مجید کے متعدد ایڈیشن نہایت صحیح و مجلا شائع کر کے ہندوستان اور بیرون ہند شہرت دوام حاصل کی تھی۔ لالہ کشن دیال کو اسی لئے فنون لطیفہ سے انس ہے۔ آپ کا شغل گو تاجرانہ ہے لیکن طبعاً آپ مصور ہیں۔ اور جب آپ کو کوئی خیال سوجھتا ہے تو اسے چلد سے بناتے جاتے ہیں۔ آپ کا ذوق قابل تعریف ہے۔ زیر نظر تصویر جودھابائی کی ہے۔ اس میں قدیم مصوری اور موجودہ نقاشی دونوں کے کمالات کی ملاوٹ کا لطف ملتا ہے۔ لالہ کشن دیال کے نقوش آنکھ کو بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اور انسان کی توجہ روزمرہ کی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ ہم لالہ کشن دیال کے کارنامے نیرنگ خیال میں وقتاً فوقتاً شائع کرتے رہیں گے۔

عکس۔ ایک فوٹوگرافی کا کمال ہے۔ گذشتہ سال میوسکول آف آرٹس کی نمائش میں ہم نے یہ تصویر پسند کی تھی۔ مگر ہمیں سالنامہ کے لئے دستیاب نہ ہو سکی۔ اس لئے ہم اسے نیرنگ خیال کے عید نمبر میں شائع کر رہے ہیں۔ فوٹوگرافی کے کمالات بھی آرٹ کا ایک جزو ہیں۔ بلکہ ابھی فوٹوگرافی مصوری اور نقاشی کے درمیان کا درجہ رکھتی ہے۔ مسٹر رام لال لکھی مشہور فوٹوگرافر نے یہ تصویر تیار کی تھی۔ مسٹر رام لال لکھی کو برٹش ایمپائر ایگزیبیشن سے سند مل چکی ہے۔ اور پرنس آف ویلز بہادر کے سفر ہندوستان میں آپ ان کے ساتھ ہمسفر رہنے کا فخر حاصل کر چکے ہیں۔

مسٹر رام لال لکھی سے جو صاحب فوٹوگرافی کے متعلق ملنا چاہیں وہ ایکس سٹوڈیو میکلوڈ روڈ کے پتہ پر مل سکتے ہیں۔

ان تصاویر کے علاوہ متعدد تصاویر ہیں جن کی تفصیل دینے کے لئے جگہ کی قلت ہے۔

نیرنگِ خیال پکچر البم

یعنی نیرنگ خیال کی ان تصاویر کا انتخاب جو وقتاً فوقتاً نیرنگ خیال میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ اس مجموعہ میں کل تیس تصاویر ہیں جنمیں سے دس یکرنگی ہیں۔ تمام بڑے بڑے اور بہترین بلاک انتخاب کر لئے گئے ہیں۔ اور ہر تصویر آرٹ پیپر کے صرف ایک ہی طرف شائع کی گئی ہے۔ یہ مجموعہ اپنی لائبریری میں رکھنے یا آرائش کیلئے چوکھٹوں میں لگوا کر رکھنے کیلئے بہترین اور لاجواب ہے۔ ٹائٹل بھی خوشنما لگایا گیا ہے۔ اس قسم کی تصویری البم جو کلکتہ کے انگریزی سائل شائع کرتے ہیں انکی قیمت دو روپیہ ہوتی ہے مگر ہم نے اسکی قیمت صرف عمہ رکھی ہے حالانکہ بعض تصاویر اتنی قیمتی اور نظر فریب ہیں۔ کہ ایک ہی تصویر اس قیمت میں بازار سے دستیاب نہیں ہو سکتی اس مجموعہ کو فی الفور طلب کیجئے۔ ملنے کا پتہ:۔ مینیجر رسالہ نیرنگ خیال نمبر ۵ بارود خانہ۔ لاہور۔

نیرنگِ خیال کا ادبی ضمیمہ

Nairang-i-Khiyal
Literary Supplement.

(انتظام کیا گیا ہے کہ نیرنگ خیال میں چند صفحات ہندوستان کی علمی ادبی تحریکوں اور جدید کتب کے متعلق وقف کردئے جائیں۔ اسی عنوان کے تحت رسائل کی ڈائری بھی شائع ہوا کرے گی۔ ناظرین ان صفحات کو خاص طور پر توجہ سے پڑھا کریں۔ ہم کوشش کریں گے کہ ملک میں جسقدر اچھی بُری کتابیں شائع ہوں ان کا ذکر اس عنوان کے نیچے ضرور کیا جائے)

(۱) **پرچہ امتحان کی چوری** مولفہ محمد اکبر مرادپوری حجم ۲۰۰ صفحات۔ ملنے کا پتہ میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز بکسیلرز انارکلی لاہور قیمت ۱۲ ر جو پائی
پرچہ امتحان کی چوری میں ایسی کہانیاں لکھی گئی ہیں جن کا ماحول طلبا کے گرد و پیش سے مرتب کیا گیا ہے۔ کہانیاں اچھی ہیں۔ لکھائی معمولی ہے۔ چھپائی و کاغذ گوارا ہے۔ زبان سلیس ہے لیکن طرز بیان موثر نہیں۔ طلبا کے لئے مفید ہو گی۔

(۲) **درس حیات** - از جناب محمد اکبر صاحب مرادپوری بی اے - بی ٹی حجم ۱۳۰ صفحات۔ ملنے کا پتہ میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز بکسیلرز انارکلی لاہور قیمت درج نہیں۔ یہی کوئی ۱۲ ر ہو گی۔

یہ کتاب پرچہ امتحان کی چوری سے بہتر ہے۔ کیا بلحاظ کتابت طباعت اور کاغذ کے اور کیا بلحاظ مضامین و طرز بیان کے۔ اس میں طالب علم کو مختلف طریقوں سے بتلایا گیا ہے۔ کہ دنیا میں کامیاب زندگی بسر کرنے کے کیا ذرائع ہیں۔ مشکلات کا مقابلہ۔ کیرکٹر۔ خودداری۔ جد وجہد۔ وقت اور روپیہ کا استعمال وغیرہ متعدد ابواب ہیں۔ طلبا اور غیر طلبا دونوں کے لئے مفید ہے۔

(۳) **اردو ٹائم ٹیبل** - مرزا عبداللہ ایڈیٹر تائیز ٹنگ کو سپرنٹنڈنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے نے انگریزی ٹائم ٹیبل کا اردو ایڈیشن تیار کیا ہے جو لوگ انگریزی زبان سے ناواقف ہوں اور انھیں پنجاب سندھ اور صوبہ شمالی مغربی سرحدی کے تمام اسٹیشنوں اور ٹرینوں کی آمد و رفت کی معلومات حاصل کرنی ہوں۔ انھیں اس کتاب سے ضرور فائدہ حاصل کرنا چاہئے۔ تجارت آفس بیڈن روڈ لاہور سے چار آنہ میں مل سکتا ہے۔

(۴) **سوانح نبی کریم** - جناب محمد حفیظ اللہ صاحب قریشی نے مدارس اسلامیہ کے طلبا کے لئے تیار کی ہے۔ حجم ۴۴ صفحات کاغذ لکھائی چھپائی بہت اعلےٰ عرب کے مقدس مقامات کے متعلق چند فوٹو بلاک کی تصویریں بھی شامل ہیں۔ قیمت صرف دس آنہ جو کہ قریشی بک ایجنسی لاہور سے طلب کیجئے۔

اس کتاب میں مختلف اسباق کے ذریعہ سے عرب کی تاریخ۔ رسوم و عادات۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا عرب میں پیدا ہونا اور دین اسلام کے ابتدائی ایام سے لے کر آنحضرت کی وفات تک کے حالات لکھے گئے ہیں۔ بچوں کے لئے جسقدر کتابیں اس عنوان پر لکھی گئی ہیں۔ ان میں یہ اول نمبر پر ہے۔ ہر اسلامی مدرسہ۔ اور ہر مسلمان کے گھر میں اور ہر مسلمان بچہ کے پاس اس کتاب کا نمونہ

ضروری ہے۔

(۵) **یادگارِ عشق** - حضرت ثاقب عظیم آبادی نے سرزمین بہار کے ایک مشہور شاعر حضرت شاہ رکن الدین عشق دہلوی ابو العلائی عظیم آبادی کے حالاتِ زندگی۔ اُن کی شاعری کی خصوصیات اور ان کے کلام کا ایک دلنواز مجموعہ شائع کیا ہے۔ اس مفید علمی کارنامہ پر جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مدیر معارف نے ایک بلیغ مقدمہ لکھا ہے۔ حجم ۱۶۰ صفحات۔ کتابت طباعت وغیرہ خوب ہے۔ قیمت ۱۲/۔ ملنے کا پتہ مولوی سید حسن رضا صاحب مدرس عربی پٹنہ سٹی۔ اسکول۔ پٹنہ سٹی سے طلب کیجئے۔

(۶) **کائناتِ ادب** - جناب محمد عبدالحمید صاحب حمید میرٹھی ایڈیٹر نظارہ میرٹھ نے یہ کتاب تالیف کی ہے۔ حجم ۲۷۰ صفحات لکھائی چھپائی کاغذ بہترین ہے۔ قیمت درج نہیں۔ لیکن دو روپیہ سے زائد نہ ہوگی۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس سول لائن علی گڑھ سے مل سکتی ہے۔

انٹرنس کے طلبا کے لئے اردو میں جسقدر کورس لکھے جاچکے ہیں اُن میں یہ سب سے بہتر ہے۔ ابتدا میں مشہور اساتذہ سابق و حال کے مکتوب ہیں۔ امیر مینائی۔ اکبر الہ آبادی۔ ابوالکلام آزاد۔ مولانا حالی۔ داغ دہلوی۔ حضرت ریاض۔ سر سید احمد۔ سید سجاد حیدر۔ مرزا سلطان احمد۔ غالب۔ ظفر الملک علوی وغیرہ کے مکتوبات زبان اور طرزِ بیان دونوں کا نادر مجموعہ ہیں اس کے بعد مولانا آزاد۔ سر سید احمد۔ حالی۔ حافظ نذیر احمد۔ مولانا شبلی۔ مولوی ذکاء اللہ۔ شرر۔ شوکت۔ یلدرم۔ سر عبدالقادر اور ندرت کے گیارہ مقالات درج ہیں۔ حصہ نظم میں مرزا رفیع سودا سے لے کر علامہ سر اقبال تک کا کلام درج ہے۔ ہمارے خیال میں یو۔پی کے علاوہ اگر پنجاب کے موجودہ اردو کورس کی جگہ کائناتِ ادب کو رائج کیا جائے۔ تو طلبا کے لئے بہت زیادہ مفید ہوسکتی ہے۔

(۷) **کامیاب زندگی** - مولفہ جناب چودھری غلام حیدر خاں صاحب سابق مدیر زمیندار و صداقت وغیرہ وغیرہ سائز کلاں حجم ۲۰۰ صفحات۔ کاغذ لکھائی چھپائی خوب ہے۔ ٹائٹل دبیز۔ قیمت ۱۲/۔ جو کم ہے۔ ملنے کا پتہ منیجر صداقت بک ڈپو رام کشن بلڈنگ۔ بیرون خیر الدین دروازہ لاہور۔

اس وقت یورپ اور امریکہ میں جو لٹریچر شائع ہو رہا ہے اس کا ۵۰ فیصدی انسان کی دنیاوی کاروباری زندگی اور ان کی معاشرتی قابلیت کے احیا کے لئے لکھا جاتا ہے۔ بدقسمتی سے ہندوستان میں ابھی ان اہم ترین عنوانات پر بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس لئے ملک میں کاروباری آدمیوں کے لئے کوئی لٹریچر موجود نہیں۔ ملک کو چودھری صاحب کا ممنون ہونا چاہیئے کہ انھوں نے ایسی مفید کتاب لکھ کر ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ یہ کتاب ہر لائبریری اور ہر دوکاندار اور ہر کاروباری آدمی کے ہاتھ میں ہونی چاہیئے۔ طلبا۔ نوجوان۔ اور بوڑھوں کو اس کتاب کی یکساں ضرورت ہے۔ اس میں سرمایہ۔ اس کا تحفظ۔ اس کو ترقی دینے۔ شخصیت کا سرمایہ۔ پیشہ کا انتخاب۔ ملازمت۔ مستقل مزاجی۔ ذکاوتِ حس اور اس کے مضر نتائج۔ قوتِ فیصلہ۔ ترقی اور کامیابی کے گر۔ اعتماد نفس۔ وقت۔ جوانی کا چشمہ۔ کفایت شعاری۔ مال فروخت کرنے کا فن۔ قلیل سرمایہ کے خطرات۔ خوش تدبیری اور معاملہ فہمی۔ ساکھ اور اعتماد۔ اشتہار دینے کی خاص قابلیت۔ ضمیر کا احترام زمانہ کی رفتار وغیرہ کئی درجن عنوانات پر نہایت موزوں الفاظ میں بحث کی گئی ہے۔ مدارس کی لائبریریوں میں ایسی

کتابوں کی ضرورت ہے۔ اور نہ صرف ضرورت ہے۔ بلکہ اگر طلبا کو ایسی کتابیں درسا پڑھائی جائیں تو ان کی ذہنی قابلیت میں بے حد اضافہ ہو۔ اور وہ اپنی زندگی کو پورا پورا کامیاب بنا سکیں۔ دیکھئے ہندوستان کا محکمہ تعلیم ان ضرورتوں کی طرف کب توجہ کرتا ہے۔ ملک میں بیکاروں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس قسم کی کتابیں بیکاروں کو کاروباری بنا سکتی ہیں۔ اور کاروباری آدمیوں کو ناکامی کے خطرات سے نکال کر یکسر کامیاب۔ ناظرین نیرنگِ خیال اس کتاب کو ضرور منگوا کر مطالعہ کریں۔

رسائل

پشاور سے ادیب۔ اور لکھنؤ سے رسالہ آدب کا اجرا اردو رسائل میں ایک شاندار اضافہ ہے۔ ادیب صوبہ سرحد کا ادبی ارگن ہے۔ اس کے ابتدائی پرچے اس کے مستقبل کی ضمانت ہیں۔ لکھنؤ سے اسوقت جسقدر ادبی رسائل شائع ہو رہے ہیں۔ ان میں رسالہ ادب بہترین ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ادب کے قابل کارکنوں نے اگر رسالہ کو مرتب کرنے میں اسی کاوش سے کام لیا تو ادب بہت تھوڑے عرصہ میں مقبول ہو جائے گا۔ لکھنؤ کا ایک دوسرا رسالہ انکشاف بھی مقامی رسایل کو شکست دے کر آگے بڑھ جانے میں ساعی نظر آتا ہے۔

بارہ بنکی سے ایک اور اردو رسالہ اعجاز کے نام سے رئیس احمد ناظر جعفری کی ادارت اور جناب لسان الملک حضرت ریاض خیرآبادی کی ادارت میں شائع ہوا ہے۔ اس کے دو نمبر موصول ہو چکے ہیں۔ ابھی ترقی کی کافی گنجائش ہے۔ دوسرے نمبر میں حضرت چغتائی کی آرٹ پر ایک مضمون نگار سے نقل کیا گیا ہے۔ جسپر نہایت اچھی تنقید کی گئی ہے۔ پہلے نمبر میں ایک مضمون ملک کافور پر بھی خوب ہے۔

رسالہ ہمایوں کا سالگرہ نمبر امسال بھی خوب رہا۔ اس کا ٹائیٹل ہی جاذب نظر تھا۔ تصاویر کے لئے زیادہ کاوش نہیں کی گئی۔ البتہ مضامین اچھے تھے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے ایک ہی شخص کے قلم سے ہوں۔ یعنی ان میں تنوع نہ تھا ہمایوں کے سالگرہ نمبر میں بعض رسائل کی خصوصیات شمار کرائی گئی ہیں۔ جن سے اکثر اہل قلم حضرات کو اتفاق نہیں۔ مثلاً نیرنگ خیال کی خصوصیت اس کی تصویریت قرار دی گئی ہے۔ حالانکہ ہمیں ارزانی اور مضامین کی جاذبیت کا بھی دعوےٰ ہے جس رسالے کو ارزانیت کا تمغہ دیا گیا ہے۔ اس نے چندہ ۴/۱۲ سے بڑھا کر پونے پانچ روپے کر دیا ہے۔ اس وقت رسائل کی منڈی میں نیرنگ خیال کا چندہ سب سے قلیل ہے۔ معزز معاصر نے اپنے لئے اخلاقیت کی خصوصیت انتخاب کی ہے۔ بہتر ہوتا کہ وہ اس کے لئے دوسرے معاصرین کی رائے دریافت کر لیتے۔ ہم نے آج تک ہمایوں کو کبھی ایک اخلاقی پرچہ نہیں سمجھا بلکہ ہم ہمیشہ آسے اس کی نفاست کے لئے پسند کرتے رہے ہیں۔ ہمایوں بلاشک وشبہ ایک نفیس پرچہ ہے۔ ہم ناظرین سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ ہمایوں کا سالگرہ ایک روپیہ میں ضرور خریدیں۔ یقیناً وہ اسے پسند کریں گے۔

نیرنگ خیال کے عید نمبر میں ایک ضمیمہ

نیرنگ خیال کے اس نمبر میں کتابوں کا ایک ضمیمہ شائع کیا جا رہا ہے۔ جسپر غلطی سے ۲، سے ۸ صفحات درج ہیں۔ مگر یہ ضمیمہ تمام اشتہارات سے آخر میں لگایا گیا ہے۔ ناظرین اس ضمیمہ کا خاص طور پر مطالعہ کریں۔

لاہور میں سید مبارک علی شاہ گیلانی ایک علم دوست و مرنجاں مرنج بزرگ ہیں۔ آپ کے زیر اہتمام اس وقت لاہور میں ایک اردو پریس گیلانی پریس کے نام سے جاری ہے۔ ہمارے خیال میں گیلانی پریس اس وقت لاہور میں دو چار پرانے پرانے مطبعوں کو چھوڑ کر شاید سب سے بڑا ہوگا۔ سید مبارک علی شاہ صاحب نے نہ صرف ایک شاندار مطبع قائم کیا ہے بلکہ اچھی کتابوں کی اشاعت کا انتظام بھی کر رکھا ہے۔ ان کتابوں کی ایک مکمل فہرست ان صفحات میں درج ہے۔ جو رسالہ کے آخر میں لگائی گئی ہے۔ آپ اس فہرست کا مطالعہ کریں گے۔ تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ اس میں کم و بیش ڈیڑھ سو کتابیں درج ہیں۔ جن میں سے قریباً سوا سو کتابوں کی اشاعت کا اہتمام شاہ صاحب نے خود کیا ہے۔ ان کتابوں میں سب سے بڑا کارنامہ مضامین شرر کو تیرہ ضخیم جلدوں میں شائع کرنا ہے۔ ہندوستان کے نامور ادیب۔ افسانہ نگار اور مورخ مولانا شرر مرحوم کے کارناموں کو چار ہزار صفحات کی ایک مکمل لائبریری میں شائع کرنا اس دور کا ایک لازوال کارنامہ ہے۔ یہ مضامین اسقدر دلچسپ اور مفید ہیں کہ تمام علم دوست حضرات اس نایاب ذخیرہ کو خرید کر اپنی لائبریریوں کو زینت دے رہے ہیں۔ مدارس۔ کتب خانوں۔ اور پرائیوٹ گھروں۔ نیز تمام علم دوست اصحاب نے اس سلسلہ کو خرید کر قابل مرتب کی ہمت افزائی کی ہے۔ سید مبارک علی شاہ صاحب نے علامہ راشد الخیری کی متعدد تصانیف بھی شائع کی ہیں۔ جہاں تک سدرشن جو پنجاب کے ایک اچھے افسانہ نگار ہیں۔ ان کی بیشتر تصنیفات بھی آپ نے شائع کی ہیں۔ خان صاحب احمد حسین خاں صاحب ایڈیٹر رسالہ شباب اردو کی تمام تصنیفات کی آپ پبلشر ہیں۔ الغرض کتابوں کے شائقین حضرات کو ان کتابوں سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ ان میں ناول بھی ہیں۔ افسانوں کی کتابیں بھی ہیں۔ علم دوست اصحاب کے لئے علمی ادبی مضامین کے ذخیرے بھی ہیں۔ تاریخ و سوانح بھی ہیں۔ بچوں کے لئے کتابیں بھی ہیں۔ پس ناظرین نیرنگ خیال کا فرض ہے کہ وہ اس ضمیمہ کا بغور مطالعہ فرما کر اس سے فائدہ اٹھائیں۔

علامہ سر اقبال کی تصنیفات

علامہ سر اقبال کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ ہندوستان کا بچہ بچہ اس نام سے واقف ہے۔ علامہ موصوف کی لازوال تصنیفات کے متعلق دفتر رسالہ نیرنگ خیال میں اکثر استفسارات موصول ہوتے رہتے ہیں۔ ان حضرات کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے۔ کہ علامہ سر محمد اقبال کی تمام تصنیفات شیخ مبارک علی صاحب تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور سے مل سکتی ہیں۔ علامہ سر محمد اقبال کے اردو کلام کا مجموعہ جو بانگ درا کے نام سے موسوم ہے۔ منگوا کر ملاحظہ فرمائیے۔ کئی سو صفحوں کا مکمل مجلد دیوان صرف ساڑھے تین روپے میں مل سکتا ہے۔ سر اقبال کا اردو کلام ہندوستان میں اس درجہ مقبول ہے کہ شاید ہی کوئی گھر ہوگا۔ جہاں بانگ درا موجود نہ ہو۔ اور شاید ہی کوئی لکھا پڑھا آدمی ہوگا۔ جس کی زبان پر ڈاکٹر اقبال کا کوئی شعر نہ ہو۔ قوم کی بیداری اور ترقی میں ڈاکٹر صاحب کے کلام کو بہت زیادہ دخل ہے۔ بانگ درا کی لکھائی چھپائی اور کاغذ بے حد نفیس اور مجلد نہایت خوبصورت ہے۔ جس پر سنہری حروف میں کتاب کا نام درج ہے۔

بانگ درا کے علاوہ زبور عجم جس میں علامہ موصوف کے تازہ ترین افکار کا مجموعہ ہے قیمت مجلد چار روپیہ (للعہ)

پیام مشرق ۔ اس کتاب میں علامہ سر اقبال نے ان اخلاقی مذہبی اور ملی حقائق کو پیش کیا ہے ۔ جن کا تعلق افراد و اقوام کی باطنی ترتیب سے ہے ۔ مشرق اور بالخصوص اسلامی مشرق نے صدیوں کی مسلسل نیند کے بعد آنکھ کھولی ہے ۔ یہ کتاب ہر قسم کے انقلاب میں ان کی رہنمائی کرتی ہے ۔ جرمنی کے مشہور شاعر گوئٹے کے دیوان کے جواب میں لکھی گئی ہے ۔ کتابت اور طباعت میں لاثانی ہے ۔ مجلد صرف (عہ) میں مل سکے گی ۔

اس کے بعد **اسرار و رموز** ہے ۔ اسرار خودی اور رموز بیخودی انسانی زندگی کے صحیح مفہوم کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونے کی دعوت ہے ۔ اسرار خودی اسلامی تصوف کی حقیقی نیابت اور کلام پاک کی اعلےٰ تفسیر ہے ۔ اس کی شاندار تعلیم پر عمل کرنے سے ہی قوم منزل مقصود پر پہونچ سکتی ہے ۔ رموز بیخودی میں شعر کے دلفریب پیرایہ میں حقائق ملیہ اسلامیہ کو اس خوبی سے بیان فرمایا ہے ۔ کہ پڑھنے والے کو ایسی روحانی مسرت ہوتی ہے ۔ جیسے کسی کو گرانبہا کھوئی ہوئی چیز مل جائے ۔ دونوں کتابیں یکجا مجلد کرائی گئی ہیں ۔ قیمت صرف عہ ہے ۔

علامہ سر اقبال کی مندرجہ بالا تصنیفات پر تفصیلی ریویو تو ہم آئندہ اشاعتوں میں کریں گے ۔ اس نمبر میں تو صرف یہ بتلانا مقصود ہے ۔ کہ علامہ سر اقبال کی تمام تصنیفات جو شائع ہو چکی ہیں ان کے نام زبور عجم ۔ بانگ درا ۔ پیام مشرق ۔ مثنوی اسرار خودی و مثنوی رموز بیخودی ہیں ۔ اور یہ کتابیں خاص اہتمام سے بڑی شان سے شائع کی گئی ہیں ۔ یہ تمام کتابیں شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ نمبر ۵ سے مل سکتی ہیں ۔ ان بڑی بڑی کتابوں کے علاوہ ڈاکٹر اقبال کی دیگر مشہور نظمیں مثلاً شمع شاعر (۴ر) نالۂ یتیم ۳ر ۔ فریاد امت ۳ر ۔ مکمل ترانہ ۲ر ۔ اکبری اقبال ۳ر ۔ شکوہ ۲ر ۔ جواب شکوہ ۴ر خضر راہ ۔ ۴ر ۔ تصویر درد ۔ ۴ر ۔ طلوع اسلام ۔ ۴ر ۔ ملال ۔ ۲ر بھی نہایت خوشخط لکھوا کر شائع کی گئی ہیں ۔ یہ تمام چھوٹی چھوٹی کتابیں ایک ہی سائز پر چھاپی گئی ہیں ۔ اس لئے ان کو ایک ہی جلد میں جمع کر لینے سے ایک نہایت لاجواب مرقع تیار ہو جائے گا ۔ یہ کل گیارہ کتابیں صرف ۲ر میں مل سکیں گی ۔ امید ہے کہ ناظرین نیرنگ خیال علامہ سر اقبال کا کلام دل میں قوم پرستی اور اسلام پرستی کا جذبہ کامل پیدا کرتا ہے ۔ حریت اسلامیہ کا سبق پڑھاتا ہے ۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع کر دیتا ہے ۔

علامہ سر اقبال کی تمام تصنیفات ملنے کا پتہ :- **شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ نمبر ۵ لاہور**

کاہن آملہ ہیر آئل ۔ ہندوستان بھر میں آملہ کے تیلوں میں سب سے اول ایجاد ہوا ۔ اور سب سے پہلے اس کی رجسٹری کرائی گئی ۔ ۲۵ اسال سے یہ کارخانہ قائم ہے اور ہندوستان کے راجے مہاراجے اور روسا اسی دکان سے مال منگواتے ہیں ۔ اگر آپ اپنے سر کے بالوں کی خوبصورتی چاہتے ہیں اور مضر تیلوں سے بچنا ۔ زندگی اور صحت کے لئے ضروری سمجھتے ہیں تو صرف کاہن آملہ ہیر آئل استعمال کیجئے

قیمت فی بوتل ۱ روپیہ ۔ نصف بوتل ۸ ۔
ایک پاؤ ایک روپیہ ۔ ۱۲ ر ۔

جنرل عطاران کسیرا بازار ۔ لاہور

ہندوستان کے نامور انشا پرداز
ظرافت نگاری کے بادشاہ

پطرس

کے لاجواب مضامین جو وقتاً فوقتاً مختلف رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ بڑے اہتمام کے ساتھ دارالاشاعت پنجاب کے زیر انتظام کتابی صورت میں شائع ہو رہے ہیں۔ حضرت پطرس کے ان مضامین کے علاوہ جو نیرنگ خیال۔ تہذیب نسواں مخزن۔ راوی۔ اور ہزار داستان میں وقتاً فوقتاً شائع ہوئے تھے نیز تازہ ترین شاہکار جو ابھی کبھی اخبار یا رسالے میں شائع نہیں ہوئے۔ اس مجموعہ کی زینت ہیں۔ ناظرین نیرنگ خیال فوراً درخواستیں بھیج دیں تاکہ کتاب شائع ہوتے ہی ان کی خدمت میں پیش کی جا سکے۔

(منیجر نیرنگ خیال بارود خانہ لاہور)

نیرنگ خیال کے خاص نمبروں کے متعلق ضروری اطلاع

پرانے اور نئے عید نمبر پرانے اور نئے سالنامے

ناظرین غور سے مطالعہ کریں

نیرنگ خیال کے ہر معمولی نمبر کی خوبیوں کی طرح سے اس کے خاص نمبر کی خوبیاں خاص نمبروں کے بالمقابل ہمیشہ لاجواب تسلیم کی گئی ہیں۔ نیرنگ خیال کے خاص نمبر کیا ہیں؟ علم و عرفان کا بحرِ ذخار ہیں۔ ایک ایک نمبر دو دو درجن بہترین کتابوں سے بھی یقیناً بہتر ہے۔ دو دو سو صفحہ میں ہندوستان بھر کے چوٹی کے ادیبوں کے مضامین، نظمیں، افسانے، ڈرامے اور آرٹ و فوٹو گرافی اعلیٰ پایہ کی تصاویر ہوتی ہیں۔ دو سو صفحوں میں یقیناً ۵۰۰ صفحات کی کتابوں سے زائد سواد ہوتا ہے۔ اس لئے لوگ نیرنگ خیال کے پرانے خاص نمبروں کی ہمیشہ تلاش و جستجو میں رہتے ہیں۔ گذشتہ مہینوں میں ہم نے پرانے نمبروں کے متعلق ایک رعائتی اعلان کیا تھا۔ اب اسے کالعدم سمجھنا چاہیئے۔ دفتر میں پڑتال کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ اب نیرنگ خیال کے خاص نمبر کی کیفیت یہ ہے:۔

ڈرامہ نمبر	ادبی نمبر	عید نمبر ۱۹۲۶	عید نمبر (۱۹۲۷) [illegible] فی کاپی	عید نمبر ۱۹۲۸ [illegible] فی کاپی	عید نمبر ۱۹۲۹ [illegible] فی کاپی
بالکل ختم	بالکل ختم	بالکل ختم	۲۵ کاپیاں	۱۵۰	۲۰۰

سالنامہ نیرنگ خیال ۱۹۲۸ء	سالنامہ ۱۹۲۹ء [illegible] فی کاپی	سالنامہ ۱۹۳۰ء [illegible] فی کاپی
بالکل ختم	صرف ۱۰ مجلد کاپیاں	۵۰۰ کاپیاں

سالنامہ ۱۹۲۹ء مجلد کا فی تین روپے معہ محصولڈاک + سالنامہ ۱۹۳۰ء ایک روپیہ آٹھ آنہ معہ محصولڈاک۔

فی الفور طلب کر لیجیے

ابھی وقت ہے کہ آپ پرانے عید نمبر خرید لیں۔ وقت ہے کہ سالنامہ منگوالیں ورنہ اس کے بعد یقیناً کسی وقت پر بھی دستیاب نہ ہو سکیں گے۔ یہ رعایت صرف چند دن باقی رہے گی۔ ۱۹۳۰ء کے سالنامہ کی تین چار درخواستیں اسی وقت بھی بغیر کسی اشتہار کے آ رہی ہیں۔ مہینہ دو مہینہ کے اندر اندر سالنامہ ختم ہو جائے گا۔ اس لئے آپ سالنامہ فی الفور منگوالیں۔ اگر آپ کے پاس پرانے عید نمبر نہیں ہیں یا آپ نئے خریدار ہوئے ہیں تو آج ہی انہیں بھی طلب فرمالیجیے۔

ایڈیٹر نمبر جولائی ۱۹۳۰ء میں بڑی شان سے شائع ہوگا۔

منیجر نیرنگ خیال، لاہور

تین تین پیسہ میں رنگین تصاویر

پوسٹ کارڈوں سے بھی ارزاں

عام طور پر لوگ تصویروں والے پوسٹ کارڈ ایک ایک آنہ اور دو دو آنہ میں خرید لیتے ہیں لیکن وہ عامیانہ مذاق کی چیزیں ہوتی ہیں جو کھنٹوں میں لگانے والی چیزیں بھی چار آنہ اور آٹھ آنہ سے کم نہیں ملتی لیکن نیرنگ خیال پکچر البم یعنی نیرنگ خیال کا تصویری مرقع صرف عہ میں ملتا ہے محصول ڈاک ہر کل عہ کا وی پی ہوتا ہے مگر ہم نیرنگ خیال کے خریداروں کو صرف عہ کا وی پی بھیج دیتے ہیں۔ چار آنہ کی رعایت ہے۔ مرقع خوبصورت رنگین ٹائٹل کے اندر نفیس فیتہ سے سیا گیا ہے۔ دس تصویریں تین تین رنگ کی اور ہم تصویریں ایک ایک رنگ کی ہیں۔ اپنے پاس رکھئے کسی کو تحفہ دیجئے۔ یا مکان کی آرائش کا کام لیجئے۔ پلا دے لوک میں ساقی والی تصویر محمل بجا ہو اور ہم سفر ہے آج محبت۔ رخصت کی اجازت۔ نوجواں بھولے مسافر۔ ایک بادشاہ اپنے حرم میں۔ اور نگاہ ناز خاص طور پر خوب ہیں۔ سائز بھی کافی بڑا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ مرقع اسقدر ارزاں اور اچھا ہے کہ چھ ہی مہینوں میں ختم ہو جائیگا آپ اسے ضرور طلب فرما لیجئے۔

پتہ:۔

منیجر رسالہ نیرنگ خیال بارودخانہ لاہور

تازیانہ

بہترین ہفتہ وار مصور اخبار

(۱) تازیانہ کا سائز نیرنگ خیال کے سائز سے دوگنا ہے۔

(۲) اسکا حجم ۲۴ صفحات۔ مہینہ بھر میں ۹۶ صفحات ہوتا ہے

(۳) اسمیں ہر ہفتہ کم از کم ۴ بلاک ہوتے ہیں مہینہ بھر میں ۱۶ اور سال بھر میں ۱۹۲ تصویریں شائع ہوتی ہیں (۴) تازیانہ میں سیاسی۔ مذہبی ملکی۔ قومی معاملات پر زور دار بحث ہوتی ہے نظمیں۔ افسانے اور ڈرامے شائع ہوتے ہیں (۵) تازیانہ ہفتہ وار اخبار ہے جو ۷۔ ۱۴۔ ۲۱ اور ۲۸ کو لاہور سے روانہ ہوتا ہے۔

(۶) چندہ سالانہ چھ روپے ششماہی تین روپے۔ نیرنگ خیال کے خریداروں سے سالانہ پانچ روپے اور ششماہی دو روپے آٹھ آنہ

پتہ:۔ **منیجر اخبار تازیانہ بارودخانہ لاہور**

تالیفات خواجہ عشرت

لغات اردو ہر چہار جلد مکمل سٹ تین روپے چار آنہ	دستی عہ/
شاعری کی چار جلدیں مکمل سیٹ	عہ
تذکرہ آب بقا شعرائے ماضی و حال کا کلام و سوانحعمری	عہ/
ترجمان پارس۔ اردو سے فارسی ترجمہ کرنا	۶/
جان اردو۔ اردو ہندی کی حقیقت	۶/
زبان دانی۔ اردو کے مستند قواعد	۶/
اصول اردو۔ صرف نحو کی معمولی کتاب	۶/
قواعد میر۔ ملک الشعرا میر تقی میر دہلوی کے سینہ بسینہ قواعد	۶/
اصلاح زبان اردو۔ متروک الفاظ کی تحقیق ..	۶/

المشتہر: **خواجہ محمد عبد الرؤف عشرت احاطہ خانساماں لکھنؤ**

پنڈت ٹھاکر دت شرما ویدھ

موجد امرت دھارا و مصنف ۵۰ درجن طبی کتب ایڈیٹر طبی اخبار دیش اپکارک سے باقاعدہ علاج کرانیوالے اصحاب بھی

١٢ مارچ سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں

چونکہ امرت دھارا کا اُنتیسواں سالانہ جلسہ ہے اور اس دن کسی بھی دنیا کے حصے سے بھیجے گئے آرڈر پر رعایت ہوگی یعنی امرت دھارا اور اس کے مرکبات ۳/۴ قیمت پر باقی ادویات و کتب نصف قیمت پر ملیں گی!

وہ اِس طرح

کہ جو اصحاب ابھی زیر علاج ہیں۔ وہ جتنا روپیہ چاہیں ١٢ مارچ کو منی آرڈر کر دیں جب تک وہ روپیہ ختم نہ ہوگا انکو ادویات پر وہی رعایت ملیگی۔ جو صاحب علاج کروانا چاہتے ہیں۔ وہ فہرستیں و تحدید علاج طلب کریں۔ اور اسکے مطابق حالات لکھکر دوائی تجویز کرائیں۔ مگر ١٢ مارچ کو کچھ روپیہ ضرور منی آرڈر کر دیں۔ پس جب تک وہ روپیہ ہے۔ اسی رعایت کا فائدہ اُٹھائیں!

یہ قاعدہ اِسواسطے رکھا گیا ہے کہ علاج کرانے والے اصحاب پیچھے شکایت کرتے ہیں کہ ہم کو جب خبر نہیں کہ کیا دوائی کھانی ہے تو ہم آرڈر اس کا کیسے دے سکتے ہیں یاد رہے کہ منی آرڈر ١٢ مارچ کو ہونا چاہیے۔ آگے پیچھے بھیجے گئے روپیہ یا خط پر رعایت نہیں ہے ؛

مندرجہ ذیل فہرستیں مفت منگوائیں

رسالہ امراض مخصوصہ مردان

اس رسالہ میں مردوں کی خفیہ امراض کی وجہ تسمیہ علامات وغیرہ کا پورا نقشہ کھینچا گیا ہے اور گم شدہ طاقت بحال کرنے کے واسطے اصول و نسخے ہیں۔ اخیر میں اوشدھالیہ کی تیار کردہ ادویات ہیں یہ لکھنا چاہئے کہ شادی شدہ ہیں یا طالب علم ہرگز درخواست کریں ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر بھیجا جاویگا۔

اخبار دیش اپکارک اردو

یہ طبی پندرہ روزہ اخبار ہے جن کو اپنی صحت قائم رکھنے کا ذرا بھی خیال ہے۔ وہ ضرور اس کو خریدیں ؛

سالانہ چندہ صرف دو روپے آٹھ آنہ ہے نمونہ مفت ملتا ہے طالب علم نہ خریدیں! انکے چندہ پر خاص رعایت دیجاتی ہے

رسالہ امرت

مشہور و معروف دوائی امرت دھارا جو ایک ہی دوائی کل امراض کا علاج ہے اس کی مکمل تشریح اس رسالہ کے اندر ہے مفت منگوائیں۔

فہرست ادویات

امرت دھارا اوشدھالیہ کی تمام ادویات کی فہرست بھی مفت بھیجی جاتی ہے

قواعد علاج

بذریعہ خط و کتابت علاج کرانا چاہیں وہ اسکو پڑھیں جو کہ مفت بھیجا جاویگا

سو سالہ عجیب کیلنڈر مفت

خط و کتابت و تار کیواسطے پتہ :- امرت دھارا ۔ لاہور

المشتہر

مینیجر امرت دھارا اوشدھالیہ ۔ امرت دھارا بھون ۔ امرت دھارا روڈ ۔ امرت دھارا ڈاکخانہ ۔ لاہور

عید الضحیٰ (بڑی عید - عید قرباں) تک

سالانہ رعایتی اعلان

آج ہی خط لکھدیں تاکہ آپکو وقت پر پارسل بلجاوے

لنگی کلاہ - ریشمی مفلر - ریشمی مفلر - ریشمی میز پوش - کتاب کامل دائی یا لیڈی ڈاکٹر بالتصویر - ریشمی جراب - یہ تمام اشیا جو صاحب اکٹھی منگائیں گے - ایسے پارسلوں میں ۲½ گز سلکی ریشمی کپڑا قمیص کے لئے مفت رکھا جاویگا اس رعایت سے جلد فائدہ اٹھاویں - آرڈر بھیجنے سے پہلے اپنے دوستوں سے بھی دریافت کریں - **لنگی سلکی ریشمی** مشہدی سر باندھنے کے لائق - قیمت للعہ **کلاہ** زریں استرداد عہ دونوں کی رعایتی قیمت عہ **مفلر** سلکی ریشمی ڈبی دار نہایت ہی خوش رنگ نیا نمونہ فی عدد عہ **رومال یا میز پوش یا خوان پوش** اسے سر پر باندھیں - میز پر بچھائیں کھانے پر ڈالیں - نہایت ہی چمکدار - خوشرنگ ۱×۱ گز - قیمت فی عدد عہ **صافہ** خالص ریشمی ابھی ابھی چین سے بن کر آئے ہیں - عرض ۲۵ انچہ طول ۷ گز قیمت للعہ **صافہ سلکی ریشمی** - یہ صافے لدھیانہ کے بنے ہوئے ہر رنگ کے ملتے ہیں - ۷ گز ۲ عہ - **کلاہ** مخملی سلمہ ستارہ - زری دار خوبصورت للعہ - عہ - عہ **جائے نماز** - سلک ریشم کے بنے ابھی ابھی نیا نمونہ تیار کروائے ہیں - امیروں - رئیسوں کے لئے قابل تحفہ ہے - یقین کریں کہ اس کے صرف دیکھنے کی فیس پانچ روپیہ ہونے چاہئیں - خود استعمال کریں - دوستوں - افسروں کو تحفہ دیں - **ہزاروں خریداروں** نے لڑکیوں کے جہیز میں دینے کے لئے منگوائے ہیں - ایک عجیب تحفہ ہے قیمت صہ - **جراب سلکی ریشمی** - نیا نمونہ ڈبی دار فی جوڑہ ۱۲ اسے **زنانہ** سلکی ریشمی جیبان محرم والی جوکہ خاص عورتوں کے لئے تیار کرائی ہیں - قیمت عہ - **زنانہ** سلکی ریشمی جراب پھولدار - ۱ا - **مردانہ** سلکی ریشمی بنیان عہ **کامل دائی** یا لیڈی ڈاکٹر کا اشتہار کسی دوسری جگہ پڑھیں - قیمت مجلد عہ

نوٹ - ایک یا دو اشیا طلب کرنے پر انعام نہ بھیجا جائیگا - ہمارا کارخانہ سات سال سے جاری ہے اگر اشیا ناپسند ہوں تو واپس کر دیں - محصولڈاک و پیکنگ علاوہ ہے -

تاجر و دکاندار اصحاب جلد از جلد تاجرانہ نرخوں کے لئے خط و کتابت کریں - ایکھزار ایجنٹوں کی ضرورت ہے - صرف ایسے اصحاب خط و کتابت کریں جو پچاس روپے نقد بابت ضمانت داخل کرا سکیں - قواعد و ضوابط بہر کے ٹکٹ بھیجکر طلب کریں - سوئی جنتری ۱۹۳۰ء معہ مکمل فہرست کارخانہ مفت طلب کریں -

خط و کتابت کا پتہ { مینجر کارخانہ احسان اینڈ کمپنی بستی کوٹھی نمبر ۷ لدھیانہ

مفرح اعظم

یا

یاقوت۔ زمرد۔ مروارید۔ مشک۔ عنبر۔ زعفران۔ ورق طلا۔ ورق نقرہ وغیرہ وغیرہ کا

عجیب الاثر مجموعہ

رؤسا۔ امرا۔ وکلا۔ مصنفین اور دماغی محنت کرنے والوں کیلئے قابل استعمال

کمزوری اور عسرت کا واحد علاج

مفرح اعظم حکمائے قدیم کا ایک منفعت بخش مرکب ہے جو زمانۂ حال کی ایجادات اور ضروریات کو مدنظر رکھکر حکیم یوسف حسن صاحب مہتمم دار التجارب طبی مؤلف و مصنف طب مخفی، صنعت اکبر، تربیت الانسان، قوت ہاضمہ کی نشو و نما، قلمی بیاضوں کے منتشر اوراق وغیرہ وغیرہ۔ سولہ سال کے پے درپے تجارب کے بعد تجویز کی ہے اور اب اس سے بہتر ایجاد آپکو کسی جگہ سے نہ مل سکے گی۔ اور بغیر اشتہار کے برسوں سے بکثرت بک رہی ہے

دماغ، قلب، معدہ اور گردوں کی تقویت میں بالخاصہ مفید ہے

پڑھنے لکھنے کے شوقین یا جن لوگوں کے دماغ کثرت مطالعہ یا غلط کاری وغیرہ نقص ناکارہ ہو چکے ہوں اور اب حسب ضرورت کام نہ دیتے ہوں وہ چند روز استعمال کر کے دیکھ لینگے کہ کام کاج پر کسقدر طبیعت لگتی ہے۔ ہر قسم کی تھکاوٹ کو منٹوں میں رفع کر کے انسان کو از سر نو کام کے قابل بنا دیتی ہے۔ اس کے ساتھ مفرح اس قدر ہے کہ طبیعت میں فرحت اور خوشی کی رَو بجلی کیطرح دوڑ جاتی ہے دل میں امنگ پیدا ہوتی ہے دماغ کا تخیل بلند پروازی دکھانے لگتا ہے۔

بھوک اس کثرت سے پیدا ہوتی ہے

کہ اگر آپ کوئی چیز نہ کھائیں تو آپ تکلیف محسوس کرنے لگینگے دودھ گھی بکثرت ہضم ہوتا ہے۔ کھانا دوگنا کھایا جاتا ہے اور فوراً ہضم ہو جاتا ہے اسکے ساتھ مردانہ قوت میں از سر نو زندگی کا جوہر پیدا کر دیتی ہے۔ اور وہ کام جو یورپ کی قیمتی سے قیمتی دواؤں سے بھی پورا نہیں ہو سکتا تھا وہ اس سے پورا ہونے لگتا ہے قوت باہ کی علاوہ عسرت کو دور کر کے امساک پیدا کرتی ہے۔

اپنا دیوانہ بنا لے گی

یہ دوا آپ کو اپنا دیوانہ بنا لے گی نہایت قلیل مقدار میں کھائی جاتی ہے۔ مزہ خوشگوار ہے اور اس قسم کی جملہ ادویات میں یہ بے ضرر بھی ہے کسی قسم کا نقصان نہیں کرتی خوراک ۲ سے ۴ رتی ایک ماشہ تک برداشت کرنا کسی مضبوط آدمی کا کام ہے **قیمت فی ڈبیہ** چار تولہ تین روپے **نمونہ کی ڈبیہ** دو تولہ دو روپے

ملنے کا پتہ مہتمم دار التجارب طبی ہندی و یونانی دواخانہ لاہور اندرون مستی دروازہ

دوشیزہ

عورت اور مرد کی خانگی (گھریلو) زندگی پر لاجواب تصنیف

ہر پڑھے لکھے انسان کے پاس ہونی چاہئے

جناب مرزا فریدوں بیگ صاحب لکھتے ہیں:۔

"میں نے اس فن پر جس قدر کتابیں اردو زبان میں شائع ہو چکی ہیں پڑھی ہیں۔ اور میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ "دوشیزہ" کی گرد کو بھی نہیں پہنچتیں۔ دوشیزہ ایک کتاب ہے جو سماجی زندگی پر اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ بلکہ انگریزی کتابوں میں بھی وہ باتیں موجود نہیں جو آپ نے اس کتاب میں لکھی ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے سے دل میں آپ کے اس عظیم الشان کام کی وقعت بڑھ جاتی ہے۔ جسے مدِ نظر رکھ کر آپ نے یہ کتاب لکھی ہے۔ ہندوستان کی آئندہ نسلیں آپ کو دعا دیتی رہیں گی۔ اور آپ کے اس لاجواب کام کی ہمیشہ دل سے قدر کریں گی۔ میرے خیال میں اس کتاب پر آل انڈیا ویدک کانفرنس اور پنجاب یونیورسٹی کو انعام دینا چاہئے۔ میاں بیوی۔ لڑکا لڑکی۔ بچہ بوڑھا۔ ہر شخص کے متعلق اس کتاب میں وہ تمام باتیں لکھی ہیں جن کا جاننا ضروری ہے۔ میرے دل سے آپ کے حق میں دعا نکلتی ہے۔ جب اس کا دوسرا حصہ طبع ہو مجھے فی الفور بھیج دیجئے۔"

اگر آپ چاہتے ہیں کہ مرد و زن ہر قسم کی امراض اور خرابیوں سے محفوظ رہیں۔ آپ حسین و جمیل توانا و تندرست نظر آئیں۔ آپ کے بچے۔ لڑکے اور لڑکیاں صحیح طور پر تربیت حاصل کریں۔ تو اس کتاب کا مطالعہ کیجئے۔

قیمت صرف پانچ روپے۔ رعائتی تین روپے آٹھ آنے (عہ۳) محصول ڈاک ۸/

ملنے کا پتہ:۔ **منیجر نیرنگ خیال بکڈپو۔ بارود خانہ۔ لاہور**

دوسرا ایڈیشن چھپ کر نصف فروخت ہو چکا ہے جلد طلب کریں ورنہ اگلے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا

گنجینہ عملیات عامل کامل نسخہ نایاب

اس نادر و نایاب کتاب میں ہر مطلب۔ ہر مقصد۔ ہر دلی خواہش من کی مراد پوری کرنیوالے ایسے ایسے نقش گنڈے۔ ٹونے۔ ٹوٹکے۔ عملیات درج ہیں کہ جسے چاہو اپنا بنا لو۔ روٹھے ہوئے بگڑے دل احباب کو مہربان کر لو۔ مقدمہ۔ کاروبار۔ تجارت۔ دکانداری وغیرہ میں حسب دلخواہ کامیابی حاصل کر لو۔ دولت حشمت۔ رزق میں ترقی کرنا۔ بیماری۔ بیکاری۔ مشکل مصیبت۔ تنگدستی سے نجات پانا۔ ہر قسم کی بیماریاں۔ سحر طلسم۔ نظر بد سے رہائی پانا ہو۔ تو یہ کتاب ضرور خریدیں۔ اس میں فالنامہ۔ خواب نامہ۔ تسخیر و تالیف قلوب و عمار دستگیر **نقش مشکلکشا**۔ دست غیب۔ حصول اولاد۔ دریافت چور و مفرور۔ حیوانات اور کھیتی باڑی کی حفاظت کے لئے مجرب نقش و تعویذات درج ہیں۔ کوئی ضرورت کوئی ایسا کام نہیں رہا۔ جو اس کتاب سے پورا نہ ہوگا۔ عاملوں کے ہتھکنڈوں سے بچیں اور خود عامل کامل بن جاویں۔ قیمت مجلد ۱۲/ محصولڈاک ۸/ دو کتابوں کی خریداری پر محصولڈاک معاف۔ } **مینجر صوفی بکڈپو (۷) لدھیانہ پنجاب**

ہندوستان میں اس سے پہلے اردو میں ایسی مکمل کتاب کہیں نہیں چھپی

کامل دائی (یا) لیڈی ڈاکٹر

(باتصویر)

جلد طلب کریں۔ ورنہ تیسرے اڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا

اس فن حکمت کی لاجواب کتاب میں عورتوں کی تمام پوشیدہ امراض کا حال اور اسکا علاج سلیس اردو میں لکھا ہے۔ جسے عورتیں بھی آسانی سے سمجھ سکیں۔ دائی جنائی کا مفصل کام باتصویر بیان کیا گیا ہے۔ بچوں کی پرورش کے متعلق مفید ہدایات بتائی گئی ہیں۔ غرض کہ اس فن پر ایک مکمل کتاب ہے۔ اور اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ ہر مرد و عورت۔ ڈاکٹر۔ دائی کے لئے اس کا مطالعہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ جاہل دائیوں کو پڑھ کر سنانا فائدہ مند ہے۔ قیمت مجلد ۱۲/ محصولڈاک ۸/۔ آج ہی کارڈ لکھدیں۔

(نوٹ) دو کتابیں اکٹھی طلب کرنے پر محصولڈاک کارخانہ ادا کرے گا۔

ملنے کا پتہ } مینجر احسان اینڈ کمپنی بستی کوٹھی نمبر ۷ لدھیانہ پنجاب

تصانیف میر ولی اللہ ایبٹ آبادی ایم اے ایل ایل بی وکیل ایبٹ آباد

بادۂ ناب مجموعۂ رباعیات فارسی۔ حیات ملیہ اسلامیہ کے حقائق و معارف۔ کتاب مجلد ہے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

لسان الغیب شرح دیوان حافظ مع مکمل سوانح خواجہ۔ بنہایت مبسوط شرح ہے جلد اول عہ جلد دوئم عہ جلد سوئم عہ جلد چہارم عہ

نمکدان فصاحت ۔ اردو فارسی اور عربی کے بہترین علمی۔ ادبی۔ تاریخی اور شاعرانہ لطائف کا مجموعہ۔ قیمت عمر

بندگی ۔ امام ابن تیمیہؒ کی مشہور کتاب العبودیت کا اردو ترجمہ حقایق دینی اور عقائد اسلامی پر نہایت جامع کتاب ہے۔ قیمت عمر

خلق عظیم ۔ اخلاقی مضامین پر احادیث نبوی کا مکمل مجموعہ۔ ایک کالم میں حدیث عربی مع اعراب دوسرے کالم میں اردو ترجمہ۔ جابجا تشریحی نوٹ۔ کتاب اڑتالیس ابواب پر مشتمل ہے اور مجلد ہے۔ قیمت ۔۔۔ عمر

کاس الکرام ۔ رباعیات حکیم عمر خیام کی مفصل شرح اور ان کے مفصل حالات قیمت ۔۔۔ ۸ے

ملنے کا پتہ :- **منیجر دار الاشاعت بادۂ ناب ایبٹ آباد**

چار کتابیں

عملیات ۔ اگر آپ اس فن کی معتبر صحیح اور لاجواب تصنیف مطالعہ میں رکھنا چاہتے ہیں جسمیں قدیم و جدید عملیات کو صحیح اور تجربہ میں آنے والے طریقے سے پیش کیا گیا ہے تو اس کتاب کو منگوائیے۔ اسمیں اعمال تعویذ وظائف فالنامے وغیرہ جملہ موجود ہے حجم تین سو صفحات لکھائی چھپائی کاغذ بہترین قیمت ۸ے علاوہ محصول ڈاک۔

فلاح دین و دنیا

یہ کتاب تیسری بار چھپی ہے اسے شریعت اسلام کی انسائیکلو پیڈیا کہنا چاہیے۔ مذہب اسلام کے متعلق اسمیں ہر ایک ضروری مسئلہ موجود ہے۔ حجم ۵۷۵ صفحے کاغذ وغیرہ بہترین قیمت للعہ

اسلامی زندگی جسمیں اہلسنت والجماعت کے عقائد کو اور اسلامی معاشرت سے تعلق رکھنے والے تمام ضروری و نازک مسائل کو نہایت تحقیق و تصدیق کے بعد معتبر کتب سے جمع کیا گیا ہے جنکی پر آشوب زمانہ میں سخت ضرورت ہے۔ حجم ۱۵۰ صفحے قیمت عہ

تذکرہ اولیائے ہند

اس کتاب میں ہندوستان بھر کے اولیاء اللہ کے سوانح حیات تحقیق سے لکھے گئے ہیں اسمیں قریباً تین سو اولیاء اللہ کا ذکر ہے جنکے کشف و کرامات درود وظائف اور احکام و نصائح وغیرہ سب کچھ درج ہے۔ کتاب مجلد ہے۔ قیمت چار روپیہ (للعہ)

ملنے کا پتہ :- **منیجر یوسفیہ کتب خانہ ۔ بارود خانہ ۔ لاہور**

میاں بیوی

کیلئے

پانچ نئی کتابیں

شبِ عروسی سے پہلے اور شبِ عروسی کے بعد ان کا مطالعہ جاری رکھئے

عیش و نشاط ... عہر

دولہا دلہن ... عہر

میاں بیوی ... عہر

مرد عورت ... عہر

زن و شوہر ... عہر

ہر پڑھے لکھے مرد کو جس کو شادی کرنا ہے یا جو شادی شدہ ہے۔ ان کتابوں کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ اگر آپ اپنا گھر جنت بنانا چاہتے ہیں تو ان کتابوں کو ضرور پڑھئے گا۔

پانچوں کتابوں کا حجم پانچ سو صفحات ہو گا۔ پانچوں اکٹھی منگانے سے بجائے سوا چھ روپے کے ساڑھے پانچ روپے علاوہ محصول ڈاک۔

بےچین کر دینے والے خطوط

کسی عمل سے نہیں بلکہ انتہا سے زیادہ

محبّت میں ڈوبے ہوئے خطوط

جو نئے شادی شدہ دولہا دلہن نے محبت کے جذبات میں فنا ہو کر ایک دوسرے کو لکھے تھے۔ ان خطوط کے مجموعہ کا نام ہے

دُولہا دُلھن کے خطوط

یہ خطوط نئے دولہا دلہن میں محبت کا رشتہ بھی قائم کر سکتے ہیں۔ ہر خط محبت کے جذبات میں ڈوبا ہوا ہے۔ ان خطوط کے بغور مطالعہ کے بعد فریقین ایک دوسرے کو ایسے دلچسپ خط لکھ سکتے ہیں جو بڑے بڑے انشا پرداز بھی نہیں لکھ سکتے۔

قیمت ۸ر

جنّت کے خطوط

مرنے کے بعد کی کیفیت اور جنت کی سیر گذشت پڑھ لیجئے۔ یہ خطوط انسان کو نیکی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ خطوط چوٹ کھائے ہوئے دلوں کا علاج ہیں۔ اس کے علاوہ انسان کو مرنے کے خوف سے اطمینان دلانے کے لئے ایک بہترین مجموعہ ہیں۔ قیمت ۸ر

ملنے کا پتہ

مینجر یوسفیہ کتب خانہ۔ بارود خانہ۔ لاہور

صحاح ستہ یعنی حدیث کی چھ صحیح کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح کتاب

بخاری شریف کا اردو ترجمہ و تشریح

جو قرآن مجید کا عام فہم ترجمہ و تفسیر مکمل کرنیکے بعد حضرت خواجہ حسن نظامی نے نہایت آسان اور صاف اردو میں تیار کرنی شروع کی ہے اور اسکا نام

عام فہم تشریح بخاری

ہے۔ اس کا پہلا پارہ چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔ جو قرآن مجید کی عام فہم تفسیر کے ایک پارہ سے دوگنا بڑا ہے اور اس میں علاوہ ترجمے و تشریح بخاری کے مزید تشریحی حاشئے بھی ہیں۔ اس کے پڑھنے کے بعد ہر مسلمان مولوی بن سکتا ہے اور ہر مسلمان شریعت سے پوری طرح واقف ہو سکتا ہے۔ اور خلاصہ مقصد یہ ہے کہ ان دونوں کا مطالعہ انسان کو اصلی مسلمان بنا دیتا ہے۔

عورتوں اور بچوں کو اسلامی تعلیم کا نمونہ بنانا ہو تو عام فہم تفسیر القرآن اور عام فہم تشریح البخاری پڑھائیے جن کا پڑھ لینا بہت ہی آسان ہے۔ اردو کے حروف پہچان سکنے والے بچے بھی ان دونوں کو بے تکان پڑھ لیتے ہیں۔ عام فہم تفسیر القرآن کے ایک پارہ کا ہدیہ آٹھ آنے ہے۔ اور عام فہم تشریح البخاری کے ایک پارہ کا ہدیہ ایک روپیہ۔ علاوہ محصولڈاک۔

کائنات بیتی (حصہ اول)

اس میں

سورج۔ چاند۔ آسمان۔ فضا۔ خاک۔ بڑ کے بیج۔ خاکی آبخورہ۔ لوہا، تلوار۔ تیر و تبر۔ برچھی و خنجر۔ زرہ ڈھال۔ بندوق، پستول۔ قلم چھاپنے کی مشین۔ ریل کی سڑک۔ سگنل۔ ریل کا گولہ۔ ٹکٹ چھاپنے کی مشین۔ ترازو خطرہ کی زنجیر۔ لفٹ۔ ٹھیلہ۔ ٹیلیفون۔ تار برقی۔ ٹرام۔ سڑک کا انجن۔ کدال۔ پھاوڑہ۔ بسولی۔ کرنی۔ آری۔ بسولہ۔ رندہ۔ کوہاڑی۔ کیلیں۔ نل ٹنکی۔ ڈول۔ سوئی۔ قینچی۔ گھاس کی قینچی۔ ہل کی بھالی۔ کھرپہ۔ استرہ۔ رس کے بیلن۔ کپڑا کاٹنے کی مشین۔ درانتی۔ موچی کے اوزار۔ مچھلی کے شکار کے کانٹے۔ غرض کل کائنات کے متعلق نہایت دلچسپ البیلے اور عارفانہ مضامین ہیں۔ مصنفہ مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی۔ قیمت ۱۲/

ملنے کا پتہ:۔ **منیجر یوسفیہ کتب خانہ بارود خانہ لاہور**

بیکس ومظلوم عورت

کے حقوق کی حفاظت کا اگر کسی مذہب نے بیڑا اُٹھایا ہے تو وہ اسلام ہے۔ اور یہ زبانی دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ بین اور واضح حقیقت ہے۔ جسے کلام الٰہی اور ارشادات رسالت پناہی کے ذریعہ سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ کتاب

اسلام اور عورت

میں مختلف آیات و احادیث نقل کرکے یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام نے دنیائے انسانی میں عورت کا کیا درجہ رکھا ہے مرد پر عورت کے حقوق کیا کیا ہیں اور کس طرح وہ انسانی دنیا کی تکمیل میں مرد کے برابر کا حصہ لیتی ہے۔ ضمناً یہ بات بھی معرض بیان میں آگئی ہے۔ کہ دوسرے مذاہب نے عورت کی کیا حیثیت مقرر کی ہے۔ نیز یہ کہ مذہب سے الگ ہو کر بھی جن قوموں نے عورت کی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کی ہے وہ بھی مردوں کی خود غرضی کی وجہ سے عورت کو اس بلندی تک نہ پہنچا سکے۔ کہ جہاں اسلام نے اسے پہنچا دیا ہے۔ کتاب حد سے زیادہ دلچسپ ہے اور فاضل مصنف نے انتہائی عرق ریزی اور جانفشانی سے کام لیکر ایک ایک آیت اور ایک ایک حدیث ڈھونڈی ہے اور پھر ان سب کو ایک بہت ہی دلفریب طریقے پر یکجا کر دیا ہے۔ یہ طاقت خدا نے ڈاکٹر سعید احمد صاحب ہی کے قلم میں دی ہے کہ وہ خشک سے خشک مضامین کو بھی ایک ایسے اسلوب سے بیان کر جاتے ہیں کہ وہ روکھے پھیکے معلوم ہونے کی بجائے بیحد دلکش اور دلآویز ہو جاتے ہیں اور یہ کتاب ڈاکٹر صاحب موصوف کے شاہکاروں میں سے ہے۔ عورت کے متعلق اتنی زیادہ۔ اتنی مفید اور اتنی صحیح معلومات اور کسی کتاب میں آپ کو نہیں مل سکتی اور ہم ہر مسلم و غیر مسلم سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس سے مستفید ہو۔

قیمت فی جلد دس آنے

ڈرامہ کی کتابیں

ناٹک ساگر یعنی دنیائے ڈرامہ کی تاریخ قیمت مجلد تین روپے۔ بلا جلد دو روپے آٹھ آنے۔ بگڑے دل ۸؍ قزاق ۸؍ ظفر کی موت ۸؍ ناٹک ساگر کے دو باب ۲؍ موجودہ لندن کے اسرار ۸؍ تاریخ ریاست جموں و کشمیر ۸؍

سب کتابوں کے ملنے کا پتہ:- **منیجر یوسفیہ کتب خانہ بارود خانہ لاہور**

علاج الطیور

مرغیوں کی پرورش کے علاوہ تمام خانگی پرندوں شل بطؔ مرغ، کبوتر، بٹیر، وغیرہ کا علاج بتفصیل لکھا گیا ہے۔

مصنفہ ڈاکٹر صدیق حسن برنی جی۔ پی۔ ڈی۔ سی قیمت ۸ر

کامیابی اور دولت کے لئے

پانچ کتابیں

فن دکانداری ... ۱۲ر فن اشتہار ... عہ ر

فن تسخیر ... ۸ر فن تقریر ... ۸ر

معلومات تجارت دو روپے (عا)

جڑی بوٹیوں کے حالات

اس فن پر یہ کتاب لاجواب ہے۔ اس میں بوٹیوں کے مختلف نام۔ ان کی علامات، مقام پیدائش۔ ان کے فوائد اور کمال کے طریقے۔ ان سے مجرب دوائیں بنانا سب کچھ لکھا ہے۔

حجم دو سو صفحہ قیمت صرف عہ ۱۱ر رعائتی عہ ر

اسکول ڈکشنری

دو سو صفحہ حجم کی طالبعلموں کیلئے اردو فارسی کی لاجواب ڈکشنری ہے۔ قیمت صرف ۱۲ر محصول علاوہ۔ ملنے کا پتہ:۔

منیجر یوسفیہ کتب خانہ۔ بارود خانہ لاہور

پردہ نشین زنانہ لائبریری

بنت الرسول حضرت خاتون جنت کی پاک سوانحعمری۔ خاص بیبیوں کے لئے۔ قیمت ۸ر

اُمت کی مائیں۔ رسول مقبول کی ازدواج مطہرات کے مفصل حالات۔ قیمت ۶ر

آداب نسواں بیبیوں اور بیٹیوں کے لئے آداب و معاشرت کی مفید و کارآمد باتیں قیمت ۶ر

راہ جنت۔ دیندارانہ اسلامی روح پھونکنے والی دلچسپ باتیں ...

رسولِ عربی حضرت رسول مقبول کی متبرک سوانح عمری ... بیبیوں کے ساتھ آپ کا حسن سلوک۔ قیمت ۸ر

عقیلہ بیگم۔ ایک کفایت شعار خاتون نے غریب لکڑہارے ... کو مالدار جوہری بنا دیا۔ قیمت ۱۲ر

صبر کی دیوی۔ ایک صابر و شاکر بی بی نے اپنے جا... اور ضدی خاوند کو راہ راست پر کر لیا۔ قیمت ۳ر

جمیلہ خاتون۔ زیور کی حد سے زیادہ شوقین بیبیوں کیلئے تازیانۂ عبرت ...

معرکہ تقدیر و تدبیر۔ تقدیر و تدبیر کا مسئلہ نہایت دلچسپ ... میں سمجھایا گیا ہے۔ قیمت ۴ر

کفایت شعاری۔ مسلمان عورتوں کے خاص کام کی چیز ہے۔ قیمت ...

اقوال زریں۔ بڑے بڑے بزرگوں کے اقوال۔ قیمت ...

ڈاکٹر حلیمہ خانم۔ ایک غریب خاندان کی مسلمان لڑکی کا تعلیم حاصل کر کے اسلام کی اعلےٰ خدمت انجام دینا۔ قیمت ۱۲ر

صنعت خانہ۔ خانگی ضرورت کی تمام چیزیں گھر بیٹھے ... کی ترکیبیں۔ قیمت ۴ر + سب کتابیں ملنے کا پتہ:۔

منیجر یوسفیہ کتبخانہ بارود خانہ۔ لاہور

سولہ آنے میں نو

بہترین افسانے

(۱) تصویر عروج (۲) زور بازو (۳) پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی کا مالک (۴) فولاد کا شہزادہ (۵) نوجوان لکھپتی (۶) گدڑی میں لعل (۷) تعر پستی (۸) العین بالعین (۹) دوراندیش۔

ان درد بھری اور دلچسپ داستانوں کے مجموعہ کا نام ہے

عروج زندگی

قیمت ایک روپیہ (عہ)

بیوی کا طلسم اور شوہر کا جادو

صرف خطوط میں موجود ہے

یہ وہ موثر خطوط ہیں جو میاں بیوی نے انتہائی محبت کے جذبات سے متاثر ہو کر لکھے تھے۔ ان خطوط کی عبارت ایک دوسرے کو بے چین کر دینے کیلئے کافی ہے۔ ان خطوط کے مجموعہ کا نام

میاں بیوی کے خطوط

یہ وہ حیرت انگیز موثر خطوط ہیں جن کی محبت میں ڈوبی تحریریں میاں بیوی میں محبت کا ایک رشتہ قایم کر دینے کی قوت رکھتی ہیں۔ ان کے مطالعہ کے بعد عورتوں اور مردوں کو ایسے خطوط لکھنے آجاتے ہیں جو بڑے بڑے تعلیم یافتہ بھی نہیں لکھ سکتے۔ قیمت

وہ جو دکاندار ہیں!

وہ جو دکاندار بن کر روپیہ کمانا چاہتے ہیں

اگر کم سے کم سرمایہ لگا کر زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور معمولی سرمایہ لگانے کے بعد چند دن میں اپنے سرمایہ کو کھا پی کر دوگنا اور چوگنا کرنے کی تمنا رکھتے ہیں وہ کتاب فن دوکانداری صرف ایک مرتبہ بغور پڑھ لیں۔ اس کتاب کا مطالعہ انہیں اس درجہ کامیاب بنا دے گا کہ وہ مرتے دم تک بھی شاید ناکامیاب نہ ہو سکے۔ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد کم سرمایہ کی دوکان میں لاکھوں روپے کا مال گاہکوں کو دکھائی دینے لگتا ہے گاہک خود دکان کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ قیمت فی جلد ۱۲ار

ٹوٹے ہوئے موٹر کو درست کرنا

ہر قسم کے موٹر کو چلانا

اگر آپ سیکھنا چاہتے ہیں اور موٹر کے معاملہ میں اس درجہ کمال حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ آپ ایک مکینکل انجنیر سے زیادہ ماہر ثابت ہوں۔ اور موٹر چلانے میں بھی آپ کو کمال ہو جائے تو آپ

تعلیم موٹر

کو مطالعہ میں رکھیں۔ یہ کتاب نہ صرف آپ کو ایک قابل موٹر ڈرائیور بنا دیگی بلکہ آپ ایک اعلیٰ درجہ کے موٹر انجنیر بن جائینگے۔ اس کے علاوہ پرزوں اور انجنوں کی تصاویر بھی درج ہیں۔ قیمت عمر

ملنے کا پتہ:-

منیجر یوسفیہ کتب خانہ بارود خانہ لاہور

آپ پکا مسلمان بننا چاہتے ہیں

تو کتاب "اسلام اور مدنیت" پڑھیے

"اسلام اور مدنیت" میں مشہور عبادات اور نماز روزہ وغیرہ کے سوا وہ سب کچھ بتا دیا ہے جسے ایک پکے اور صحیح مسلمان کو
جاننا چاہئے۔ نماز روزے وغیرہ عبادات کے متعلق ایک دوسری کتاب "اسلام اور عبادت" موجود ہے۔ جنہوں نے "اسلام
اور عبادت" اور "اسلام اور عورت" نامی کتابیں دیکھی ہیں ان سے تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ "اسلام اور مدنیت" کس قدر
دلچسپ کتاب ہے۔ کیونکہ تینوں کتابیں ایک ہی مصنف یعنی **جناب علامہ ڈاکٹر سعید احمد صاحب کی تصنیف**
ہیں۔ "اسلام اور مدنیت" اس قدر دلچسپ طریقے سے لکھی گئی ہے کہ اس کا اندازہ بغیر پڑھے نہیں ہو سکتا۔ آپ جہاں تک
بھی اس کے دلچسپ ہونے کا تصور کریں گے۔ وہ پڑھنے کے بعد اس سے بڑھ کر ہی دلچسپ ثابت ہوگی۔ حقیقت یہ ہے
کہ ڈاکٹر سعید احمد صاحب کو خدا نے یہ قدرت دی ہے۔ کہ وہ ایسے خشک اور روکھے پھیکے عنوانوں پر جن کی فہرست ذیل
میں درج ہے انتہائی دلچسپ مضامین لکھ دیتے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے باہر نہیں جاتے۔

کتاب اسلام اور مدنیت کے چند عنوان

(۱) مدنیت کی قسمیں (۲) رشتہ داروں کے ساتھ (۳) حقوق زوجین (۴) اولاد کے ساتھ برتاؤ (۵) کہنے والوں کے ساتھ برتاؤ (۶) ہمسایوں
کے ساتھ برتاؤ (۷) لونڈی غلاموں کے ساتھ برتاؤ (۸) قوم کے بچوں یعنی یتیموں کے ساتھ برتاؤ (۹) عام اغیار کے ساتھ برتاؤ (۱۰) رواج
(۱۱) چوری لوٹ مار اور رشوت (۱۲) مزدوری پوری نہ دینا (۱۳) گداگری (۱۴) دشمنوں کے ساتھ برتاؤ (۱۵) دشمنوں کے ساتھ
صلح کرنا (۱۶) دشمن کی عورتیں اور بچے (۱۷) اہل کتاب کے ساتھ برتاؤ (۱۸) جانوروں کے ساتھ برتاؤ۔

کس کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ ان عنوانوں پر جو کتاب لکھی گئی ہے وہ دلچسپ بھی ہوگی۔ مگر جب آپ "اسلام اور مدنیت" کو ملاحظہ فرمائیں گے تو آپ
اس دعوے کی حقانیت ظاہر ہو جائے گی۔ کتاب کے دلچسپ ہونے کے علاوہ ہمیں اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام سے بہتر انسان کو دنیا میں
کون سکھا سکتا ہے اور اس کتاب میں اسلام کی وہی تعلیمات بیان کی گئی ہیں جو اس نے اپنے پیرؤوں کو دنیا میں رہنے کے متعلق دی ہیں۔ ہر مذہب اور
ہر قوم کے اندر ایسی تعلیمات موجود ہیں لیکن اسلام کی تعلیمات اور منسوخ مذاہب یا گمراہ اقوام کی تعلیمات کا کیا مقابلہ۔ فاضل مصنف نے اسلام کی تعلیم
برتری اور فضیلت کو اس کتاب کے ذریعہ دلوں اور دماغوں میں اتار دیا ہے کاش مسلمان اپنے مذہب کی تعلیم کے موافق دنیا میں رہنا سیکھیں۔ ہمارا کام
اس تعلیم کو پہنچا دینا ہے یہ کوشش بھی کرلی کہ وہ تعلیم ایسی شکل میں آپ کے سامنے آئے کہ اسکے پڑھنے پر مجبور ہو جائیں۔ قیمت سوا روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ:- **منیجر یوسفیہ کتب خانہ۔ بارود خانہ۔ لاہور**

ایک روپیہ میں آٹھ
دلکش افسانے

(۱) امرا کی دوستی (۲) ترک دنیا (۳) فہمیدہ (۴) پیکر وفا
(۵) حق بحق دار (۶) امداد باہمی (۷) سود خوار کا حشر (۸) امید و بیم

یہ آٹھ افسانے

طوفان زندگی

کے نام سے مشہور ہیں

یہ افسانے پوری قابلیت کے ساتھ لکھے گئے ہیں یا اردو زبان کے بہترین افسانے ہیں ان افسانوں کے متعلق ناظرین کی رائے ہے کہ آجتک اردو زبان میں ان افسانوں سے بہتر نہیں لکھے گئے۔ قیمت عہ

ایک روپیہ میں نو
بہترین افسانے

(۱) حسن اتفاق (۲) وقت کی نیرنگیاں (۳) انجام بے احتیاطی۔
(۴) کشتگان ستم (۵) گمشدہ فرزند (۶) بیگنہ گنہگار (۷) گنج دولت (۸) لیلیٰ کے مجنوں کا دیوانہ (۹) پیکر دیانت۔ یہ نو افسانے

تصویر معاشرت

کے نام سے مشہور ہیں

یہ نو افسانے ہیں جن کو ہندوستان کے اہل قلم حضرات نے بیحد پسند کیا ہے جو نہایت دلچسپ ہونے کے ساتھ مفید بھی ہیں۔ ان افسانوں کے مجموعہ کا نام تصویر معاشرت ہے قیمت عہ

ایک روپیہ میں دس
ولولہ انگیز افسانے

(۱) پیر فرتوت (۲) خواب پریشاں (۳) تیر از کمان جستہ (۴) دیانۂ عصر
(۵) اشتہاری شادی (۶) بھائی بہن (۷) فریب دولت (۸) عیار طبیب
(۹) ثمرۂ محبت (۱۰) چاندنی چوکیاں

یہ دس افسانے

زندگی کی صبح شام

کے نام سے مشہور ہیں

یہ وہ عشق و محبت سے لبریز افسانے ہیں جنکے پڑھنے کے بعد دنیا کے تمام اردو ناول افسانے حقیر نظر آنے لگتے ہیں۔ دلچسپ ہیں۔ مفید ہیں عشق و محبت کے جذبات سے لبریز ہیں قیمت عہ

ایک روپیہ میں گیارہ
نتیجہ خیز افسانے

(۱) بنت الرشید (۲) انجام ہوس (۳) کرشمۂ تعلیم (۴) نیرنگی تقدیر
(۵) عروج و زوال (۶) انتقام قدرت (۷) ترکی ٹوپی (۸) خونی انگوری
(۹) صلۂ اطاعت (۱۰) پاداش گناہ (۱۱) چالاک رنڈی کا چاہ درپیش

یہ گیارہ افسانے

درس عبرت

کے نام سے مشہور ہیں

یہ گیارہ افسانے وہ افسانے ہیں جنکو بیانتہا پسند کیا گیا ہے جو اپنی دلچسپی اور عبارت آرائی کے ساتھ مؤثر بھی ہیں اور نتیجہ خیز بھی۔ ان افسانوں کے مجموعہ کا نام درس عبرت ہے

قیمت عہ

ملنے کا پتہ:- **منیجر یوسفیہ کتب خانہ بارود خانہ لاہور**

آپ کے لڑکے غیروں کے مدرسوں میں پڑھتے ہیں

آپ کی لڑکیاں مشن اسکولوں میں جاتی ہیں

مسلمانوں کے اپنے مدرسے اور اسکول نہ ہوں تو اس کے سوا چارہ ہی کیا ہے۔ ہم آپ کو جہلا کی طرح الزام نہیں دیتے۔ لیکن ان معصوموں کی مذہبی تربیت سے بالکل بے خبر اور بے پرواہ نہ بنئے گھر پر ان کے عقائد اور اعمال کو درست رکھنے کا انتظام کیجئے ان کے خیالات دین سے برگشتہ نہ ہونے دیجئے۔ اور اسلام کی پاک اور عاقلانہ تعلیم انہیں سناتے رہیے۔

اس کے لئے ہم نے زمانہ کی رفتار اور نوجوانوں کی طبیعت کا لحاظ رکھکر ایک سلسلۂ کتب شائع کرنا شروع کیا ہے۔ جو اسکولوں اور کالجوں میں خصوصیت کے ساتھ مقبول ہو رہا ہے۔ اس سلسلہ کی تین کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

ایک کا نام **اسلام اور عبادت** ہے۔ دوسری کا نام **اسلام اور عورت** ہے۔

تیسری کا نام **اسلام اور مدنیت** ہے۔

کتاب اسلام اور عبادت کی قیمت ۸ر ہے۔ کتاب اسلام اور عورت کی قیمت ۱۰ر ہے۔

کتاب اسلام اور مدنیت کی قیمت ۱۲ر ہے۔

عبد اور معبود کے تعلقات

اپنے مالک اور اپنے خالق کے حضور میں انتہائی عاجزی کے ساتھ گڑگڑانا یوں بھی بہت کچھ تسکین قلب کا باعث ہوتا ہے لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اسطرح گڑگڑانے کی اصلیت اور حقیقت کیا ہے اور اسمیں کیا کیا عجیب و غریب حکمتیں پوشیدہ ہیں تو ظاہر ہے کہ عبادتوں کا لطف دس گنا بڑھ جائے گا طوطے کی طرح چند لفظ رٹ کر زبان سے ادا کر دینے میں بھی اگرچہ ایک راحت اور ایک لذت ہے لیکن اگر عبادتوں کا اصلی مقصد اور مفہوم بھی معلوم ہو تو یقیناً وہ بہت زیادہ پر کیف اور مسرت بخش بن جائیں گی۔

اسلام اور عبادت

کے نام سے جو کتاب مشہور و معروف مصنف جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب نے لکھی ہے اسمیں نماز روزہ حج زکوٰۃ کے اصلی مقاصد بتائے گئے اور [illegible] ہی مدلل طریقہ پر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عبادت الٰہی کے ان سے بہتر طریقے اور کوئی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جہاں ان کے ذریعہ سے ایک طرف عبد و معبود اور [illegible] مخلوق کے درمیان راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں اور بندہ اپنے آقا کے حضور میں جا کر حاضر ہوتا ہے وہاں ساتھ ہی ساتھ ان سے عبادت کرنے والے کو طرح طرح کے مادی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی دوسری کتابوں کیطرح اس کتاب میں وہی خصوصیت موجود ہے کہ بالکل خشک اور پھیکے مضمون [illegible] دلچسپ بنا دیا گیا ہے۔ اس کتاب کو پڑھ لینے کے بعد ناممکن ہے کہ نماز اور روزے میں دو گنا لطف نہ آنے لگے قیمت مجلد ۸ر پتہ: منیجر یوسفیہ کتبخانہ بازار [illegible]

الزہرا

لڑکیوں کے پڑھنے کے قابل جو کتابیں اس وقت موجود ہیں انہیں یہ دیکھکر کس قدر افسوس ہوتا تھا کہ بنت رسول سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا کے کارناموں سے زنانہ لٹریچر قطعاً محروم ہے ضرورت تھی کہ یہ واقعات اس بلبل خوش الحان کے نغموں میں ادا ہوں جس کا قلم تمام ہندوستان کو مسخر کر چکا ہے یعنی علامہ راشد الخیری مدظلہ۔ الحمد للہ کہ مولینائے محترم نے اس ضرورت کو ایسے حیرت خیز طریقے سے پورا کیا ہے کہ دنیائے نسواں دنگ رہ گئی۔

مولانا کا قلم بنت رسول کی داستان کہہ نہیں سکتا کہ کتاب کس پایہ کی ہے۔ تاریخ میں ایک بیش بہا اضافہ کے ساتھ الزہرا بتائے گی کہ میاں بیوی کس طرح رہتے ہیں۔ مائیں بچوں کو کیونکر پالتی ہیں۔ دنیا کے ساتھ دین کیونکر میسر آتا ہے۔ الزہرا افسانہ نہیں بنت رسول کے حالات و سوانح ہیں۔ اور یہ واقعات ایسے درد انگیز ہیں کہ پڑھتے پڑھتے ہچکی بندھ جاتی ہے۔ خاتمہ پر ایک مفصل بحث شہادت اہلبیت پر ہے اور میدان کربلا کے واقعات جس طرح ادا کئے گئے ہیں ان کی بابت صرف اتنا لکھنا کافی ہے کہ محرم کا بیان اور مولینا کی زبان قیمت ۱۲ار

بنت الوقت

دور جدید کے کرشمے۔ مشنری لیڈیز کی حیرت خیز تبلیغ۔ مغربی تہذیب کی دلدادہ مس فرخندہ کی خطرناک لائف۔ وحید کا اپنے بڑے بھائی مجید کو محروم الارث نہیں جائداد کو حاصل کرنے کی ناجائز کوشش گرفتار کرانا اور بالآخر ان کی موت۔ پھر یہ پیاری کہانی اور مولینا کی زبانی۔ بنت الوقت بتائیگی کہ یورپ کی کورانہ تقلید اور نئے تمدن کی اندھا دھند پیروی کس طرح گھروں کو تباہ کرتی ہے قیمت صرف ۱۰ر

منازلِ السّائرہ

جسے پہلی اور دوسری دفعہ خان بہادر سر عبدالقادر صاحب ممبر پنجاب گورنمنٹ نے شائع کیا تھا اور جو آپ ان کی عدیم الفرصتی کے سبب مدت سے تیار نہ ہوسکی تھی ہم نے حصول اجازت کے بعد اور مولانا سے نظر ثانی کرا کے اس کو چھاپ لیا ہے منازل السائرہ میں سائرہ کی زندگی کے مختلف حالات نہایت دلچسپ اور نصیحت آمیز طریق سے بیان کئے گئے ہیں مولانا کی طرز تحریر کا یہ ایک لاثانی نمونہ ہے اخبارات اس پر اچھی اچھی رائیں ظاہر کر چکے ہیں۔ اور اس کی مقبولیت کا اندازہ یوں ہو سکتا ہے کہ جب تیسرے اڈیشن کے لئے اس کا نسخہ مانگا تو نہ مصنف کے پاس تھا۔ اور نہ پبلشر کے۔ آخر صرف کثیر کر کے دوسرے شخص سے لیا تیسرے اڈیشن میں لکھائی چھپائی۔ کاغذ سب عمدہ ہے۔ قیمت حصہ اول عہ حصہ دوم عہ

سراب مغرب

یہ وہ تصنیف ہے جسکا دنیائے نسواں کو مدتوں سے انتظار تھا اور اردو لٹریچر جسکے واسطے بے چین تھا تعلیم نسواں کے مسئلہ میں اس فیصلے کی اشد ضرورت تھی۔ کہ غیر مسلم ذرائع سے مستفید ہونا کہاں تک جائز ہے حضرت مصنف کا فیصلہ خاص دید ہے قصہ اسقدر درد انگیز ہے کہ ہر ہر لفظ کلیجے کے پار ہو جاتا ہے۔ اور آنکھیں روتے روتے طوفان بپا کر دیتی ہیں۔ سراب مغرب کتاب نہیں جادو ہے جس کو پڑھ کر ہر ناظر ساکت رہ جاتا ہے۔ اکرم کے ہاتھوں آبروئے سادات کا انجام فیشن جدید کے نتائج۔ پارٹیز کا حشر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے قیمت

ہر ستہ کتابیں ملنے کا پتہ:۔ منیجر یوسفیہ کتب خانہ۔ بارود خانہ۔ لاہور

شامِ زندگی

اس کتاب سے زیادہ آخری پانچ سال میں اردو کی کوئی کتاب مقبول نہیں ہوئی ہے ابتک سترہ ہزار بک چکی ہے اور مانگ کا وہی حال ہے جو شروع میں تھا۔ جو مرد چاہتے ہیں کہ ان کی بیویاں ان کے مزاج کے موافق ہوجائیں وہ شامِ زندگی کو انہیں پڑھواتے ہیں۔ اور جو عورتیں آرزو رکھتی ہیں کہ ان کا گھر رشکِ جنت بنجائے وہ شامِ زندگی کو پڑھتی ہیں۔ اور اس کی مدد سے اپنے خاوندوں کا دل موہ لیتی ہیں جنہیں اولاد کی تربیت کا خیال ہو ان کے نزدیک تو اس کام کیلئے شامِ زندگی سے بہتر اتالیق نہیں ہے۔ شامِ زندگی میں قصہ کے طور پر ایک لڑکی کا حال لکھا ہے کہ اس نے شادی سے لیکر مرنیکے وقت تک کیونکر زندگی بسر کی۔ زندگی کے کسی شعبہ اور حیات کے کسی مرحلہ کو جس سے انسان ہوکر گذرتا ہے نظر انداز نہیں کیا گیا پھر پیرایہ اس قدر دلچسپ کہ چند صفحے دیکھکر کتاب ہاتھ سے چھوڑدیں تو ہم قیمت مع محصول واپس کردینے کو تیار ہیں۔ اور موثر اتنی کہ لوگوں نے اسی کی وجہ سے مصنف کو "مصورِ غم" کا خطاب دیا ہے۔ ہر سطر آنکھوں کو پرنم کردیتی ہے غرض شامِ زندگی بڑی کامیاب کتاب ہے کسی اعتبار سے کوئی عیب اسمیں نہیں ملتا محاسن ہی محاسن ہیں ایک جلد طلب فرمالیجئے آپکے تمام خاندان اور احباب میں پہنچ جائے گی عورت اور مرد سب اس پر شیدا ہوجاتے ہیں تمہارے دکھ کا علاج تمہارے درد کی دوا۔ تمہارے دل کا بہلاوا۔ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ شامِ زندگی اور صرف شامِ زندگی ہے۔ شامِ زندگی نے سیکڑوں حیوانوں کو انسانیت سکھادی لا مذہبوں میں مذہبیت پیدا کردی اور گم گشتہ راہوں کو راہ پر لگادیا ضخامت ڈیڑھ سو صفحے۔ قیمت عمر

ملنے کا پتہ:- **یوسفیہ کتب خانہ بارودخانہ لاہور**

صبحِ زندگی

یہ شامِ زندگی کا پہلا حصہ ہے۔ شامِ زندگی میں نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے حالات پڑھنے سے پہلے ذرا ان کا کورا پنہ بھی دیکھ لیجئے۔ اس سے تم کو پتہ چلیگا کہ ایک لڑکی کی پیدائش سے شادی تک کیونکر تعلیم و تربیت کرنی چاہیے۔ علامہ موصوف اس قسم کے مضامین کو دلچسپ اور موثر بنانے میں جو ملکہ رکھتے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہ تمہاری بیٹیوں کی اتالیق ہے۔ تمہاری بیویوں کی مشیر ہے۔ اور خود تمہاری ذات کے لئے لٹریچر کا بیش بہا خزانہ ہے۔ انمول قصہ ہے اس سے کام لو نصیحت پکڑو۔ اور لطف اٹھاؤ صبحِ زندگی میں وہی طرزِ بیان۔ کیفِ زبان اور زندگی کا سامان سب کچھ موجود ہے۔ صبحِ زندگی کا بھی حال ہی میں چودھواں اڈیشن چھپا ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ دعہر ا

صبحِ زندگی اور شامِ زندگی

کا تیسرا حصہ

شبِ زندگی

صبحِ زندگی میں نسیمہ کے بچپن اور جوانی کو دکھایا گیا ہے اور شامِ زندگی میں اسے آخری منزل تک پہنچایا ہے۔ شبِ زندگی میں موت کے بعد کی سرگذشت پڑھو اور اپنی بیوی بچوں کے سامنے نسیمہ کا پاک نمونہ پیش کرکے انہیں ایسا بناؤ۔ تاکہ وہ یہاں بھی اچھے بیج بوئیں۔ اور وہاں بھی اچھے پھل کھائیں صبحِ زندگی اور شامِ زندگی مفید ہونیکے ساتھ جیسی موثر اور سوز انگیز کتابیں ہیں آپ کو ان کا علم ہے پھر شبِ زندگی جو تتمہ ہے ان کا علامہ راشد الخیری کی ہر سطر جادو کا کام کرتی ہے اور شبِ زندگی ان کی شبِ زندگی چونکہ ذرا زیادہ طویل ہوگئی تھی۔ اس لئے اس کے دو حصہ کردئے ہیں۔ قیمت حصہ اول عہر حصہ دوم عہر

ملنے کا پتہ:- **منیجر یوسفیہ کتب خانہ بارودخانہ لاہور**

تائیدِ غیبی

مصورِ غم علامہ راشد الخیری کی فسانہ نگاری قوم سے قبولیت عام کی سند حاصل کر چکی ہے۔ مگر بہت کم آدمیوں کو معلوم ہو گا کہ جس طرح تصویرِ غم اتارنے میں مولانائے محترم کا قلم بے نظیر ہے اسی طرح مذاق کا پہر کہر بھی علامہ محترم بے مثل لکھتے ہیں۔ اس لاجواب فسانہ میں درد و الم کی تصویر کے علاوہ تاریخ اسلامی کا ایک ایسا مرقع آپکو ملیگا کہ بے اختیار آپکی آنکھ سے آنسو نکل پڑیں گے۔ مگر اسکے ساتھ مارے ہنسی کے پیٹ میں بل بھی پڑ جائیں گے۔ تائیدِ غیبی مسلمانوں کو بتائے گی کہ سرزمین اندلس پر وہ کیا کر چکے ہیں۔ کس طرح وقت نے ان کو معراج کمال پر پہنچایا۔ اور کس طرح وہ اپنے اعمال سے فنا ہوئے؟ تائیدِ غیبی میں درد ہے۔ مذاق ہے۔ افسانہ ہے تاریخ ہے اور اس قلم کے جواہر ریزے ہیں جس کا مثل اسوقت ہندوستان میں نہیں ہے،

قیمت مہر

فسانۂ سعید

یہ اپنے رنگ کی وہ کتاب ہے جس کا شکریہ قدر دانان اردو ادا نہیں کر سکتے۔ نکاح ثانی اسلام کا مسلمہ فیصلہ ہے لیکن قابلیت سے مولانا نے سعید کے نکاح ثانی کو بے سود ثابت کیا ہے وہ درحقیقت یہ حق رکھتا ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کو پڑھے۔ سعید کی داستان جگر خراش ناظرین کو دل ہلا دیگی۔ اور اس کا انجام بیحد درد انگیز ہے سنگدل باپ نے بھولی بچی پر وہ ستم توڑے ہیں کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے فسانۂ سعید معمولی کتاب نہیں۔ ایک درس عبرت ہے جو بتا رہا ہے کہ کس طرح عیش پرست باپ بیوی کی موت کے بعد اولاد کے ساتھ پیش آتا ہے اور ایک کٹر باپ اپنے نفس کے واسطے بیٹی پر کیا کیا مصیبتیں ڈھاتا ہے۔

کتاب کی تعریف فضول ہے۔ علامہ محترم کی تصنیف تعریف سے مستغنی ہے۔ قیمت ۱۰ ار

مجالسِ حسنہ

جن عورتوں مردوں کو حضرت خواجہ حسن نظامی کی روحانی و اسلامی اور حکیمانہ باتیں سننے کا شوق ہو وہ یہ کتاب منگا کر پڑھیں جس میں خواجہ صاحب کی وہ تمام باتیں درج کر دی گئی ہیں جو وہ اپنے ملنے والوں سے بطور وعظ و نصیحت یا خوش طبعی کے کرتے ہیں جو شخص اس کتاب کو پڑھے گا ایسا معلوم ہو گا کہ وہ خواجہ صاحب کے سامنے بیٹھا ان کی مجالس کا لطف اٹھا رہا ہے یہ کتاب روزنامچہ کی طرح مقبول ہے خواجہ صاحب کے ہر مرید پر لازم اور فرض ہے کہ وہ ضرور ایک کتاب منگا کر اپنے پاس رکھے اور روزانہ اس کو پڑھ کر لوگوں کو سنایا کرے۔ قیمت صرف دس آنے۔ (۱۰ ار)

سب کتابیں ملنے کا پتہ:۔ منیجر یوسفیہ کتب خانہ۔ بارود خانہ۔ لاہور۔

پنکھڑیاں

مغرب اور مشرق کے جواہر رقم ادیبوں کی ادبی کاوشوں کا لاجواب مرقع ہے۔ تخیل کی پرواز کے ساتھ پند و موعظت کا گرانمایہ شاہکار ہے۔ فلسفہ۔ جوش عمل۔ اخلاق۔ محبت اور قانون فطرت کے متعلق سیکڑوں قیمتی چیزیں لکھی گئی ہیں۔ یہ چیزیں قلم سے نہیں خونِ دل سے لکھی گئی ہیں۔ آپ اس کتاب کو منگوا کر لطف اٹھائیے۔ اس میں حضرت نظامی قدوسی ایم اے۔ جناب تاثیر۔ جناب چغتائی جناب عبدالشکور ایم اے۔ جناب امیر حسن صاحب نازؔ جناب مولانا عبدالمجید صاحب سالک۔ جناب سید امتیاز علی صاحب تاجؔ جناب ایم اسلم۔ جناب پطرس۔ جناب مظفر حسین صاحب شمیمؔ کے علاوہ ہندوستان کے متعدد ادیب خواتین نے مضامین لکھے ہیں۔

حجم ۰۰ا صفحات۔ قیمت صرف دس آنے۔ خریداران نیرنگ خیال سے آٹھ آنے۔

ملنے کا پتہ: **منیجر نیرنگ خیال۔ بارود خانہ لاہور**

رنگی قلم

قیمتی بیرونی فونٹین قلم سے زیادہ کارآمد ہے۔ ہندوستانی آب و ہوا کے لحاظ سے اس سے زیادہ بہتر کوئی دوسرا قلم نہیں یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں انگریز افسروں سے لیکر ہندوستانی طلباء تک اسے بکثرت استعمال کرتے ہیں۔ اس میں بڑی خوبی یہ ہے کہ سیاہی اسیقدر نکلتی ہے جسقدر ضرورت ہوتی ہے۔ دھبے وغیرہ نہیں دیتا۔ نہ اسے بار بار جھٹکنا پڑتا ہے اسکے تمام پرزے ہمارے پاس ہر وقت مل سکتے ہیں۔ اسلیے اگر کوئی چیز اتفاقیہ ٹوٹ جائے تو قلم بیکار نہیں ہوگا بلکہ آپ ہم سے پرزہ منگوا سکتے ہیں۔ مناسب قیمت لیکر نئے قلم کو پرانے قلم سے بدل دیتے ہیں۔ رنگی قلم کی نب اصلی ۱۴ کیرٹ گولڈ سونے کی ہوتی ہے۔ اور اس پر پہچان کیلیے "رنگی" لکھا ہوا ہے تاکہ خریدار دھوکا نہ کھائیں۔ اگر رنگی قلم پسند نہ آئے تو ایک ہفتہ تک تبدیل کرا سکتے ہیں۔ الغرض ہر پہلو سے رنگی قلم لاجواب ہے اسکولوں اور کالجوں کے طالب علم رنگی قلم کے سوا دوسرا قلم پسند نہیں کرتے۔ (۱) **سکرو کیپ** (۲) **سیفٹی** (۳) **سیلف فلنگ** جیسا درکار ہو منگوا لیجیے **قیمت** ۱ﷲ۔ اگر لوا سپرنگ ساتھ منگوائیں تو چھ آنہ زائد ہونگے۔ محصولڈاک علاوہ خریدار۔ رنگی انگلش سیاہی کی چھوٹی چھوٹی ٹکیاں ایک گروس ایک سال کیلیے کافی ہیں۔ ہر رنگ کی مل سکتی ہیں۔ قیمت فی گروس ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ: **رنگی قلم و سیاہی منو فیکچرنگ کمپنی سرکلر ہلے**

تصانیف علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال دام اقبالہا

(ہر تعلیم یافتہ گھر میں ان بیش بہا تصانیف کا ہونا لازمی ہے)

سبیل الجنان	مذہبی تقریروں کا بے مثل مجموعہ جس میں تمام ارکان اسلام نہایت وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں	عگار
سیرت المصطفیٰ	رسول مقبول صلعم کی پاک زندگی کے متعلق حضور عالیہ کی دل آویز تقاریر	عہر
عفت المسلمات	پردۂ اسلامی کے وجوب اور بے پردگی کے نقصانات پر مدلل بحث	غیر
تندرستی	اصول حفظان صحت اور امراض متعدی سے بچنے کے طریقے بیان کئے گئے ہیں	عہ
حفظ صحت	روزمرہ کے وہ تمام اصول جو عورتوں کی صحت جسمانی قائم رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔	۱۲ر
درس حیات	اخلاق و آداب کے پیرایہ میں فسترہ یالوجی کے تمام ضروری مسائل	عگار
مطبخ کنگ جارج	۵۱۶ قسم کے انگریزی کھانوں۔ مٹھائیوں اور چٹنیوں وغیرہ کی ترکیبیں	۹ر
ہماری روح کا گھر	جسم انسانی کی حقیقت، تندرستی، اسباب مرض وغیرہ کے متعلق مفید معلومات	عہ

نوٹ محصولڈاک ہر حال میں بذمہ خریدار ہوگا۔ مفصل فہرست آدھ آنہ کا ٹکٹ آنے پر ارسال ہوگی۔ آرڈر کے ہمراہ اخبار یا رسالہ کا حوالہ ضرور دیں۔

مینجر رابعہ بک ایجنسی نظر گنج بھوپال

بالکل سچا اشتہار

میں خود جانتا ہوں کہ اشتہاری طبیبوں نے قطعاً ادویات کا اعتبار زائل کر دیا ہے۔ مگر باوجود اسکے میں اپنے خاندانی مجربات کا اشتہار دیتا ہوں۔ اگر ہزار دفعہ آپکا دل چاہے تو آرڈر دیجئے۔ ورنہ ہرگز تکلیف نہ کیجئے شفا باختیار خدا ہی میں واپسی قیمت کا اقرار کرتا ہوں۔ اور نہ کسی قسم کے لئے علت کیلئے تیار ہوں۔ صرف آپ کے فتوائے قلب پر چھوڑتا ہوں۔ دوا کے اکسیر ہونے اور یقینی شفا کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ کیونکہ شفا کلی اسکے اختیار میں ہے اور وہ دعوی کو پسند نہیں کرتا۔

حب اکسیر معدہ واللہ اگر آپ کو معدہ کی کوئی شکایت ہے قبض رہتا ہی بھوک نہیں لگتی کھانا ہضم نہیں ہوتا تو آج ہی منگا لیجئے عجیب و غریب تحفہ ہے قیمت ۳۲ گولی عہر + **طلاء بے نظیر**۔ یہ طلا بیرونی کمزوری و نامردی کیلئے اکسیر ہے۔ صرف ۱۲ روز کے اندر اندر مذکورہ بالا مرضوں کو جڑ سے کھو دیتا ہے قیمت ع۲ + **سفوف سلاجیت** یہ سفوف پرانے سے پرانے جریان و سرعت وغیرہ کو ۴۰ روز کے اندر اندر جڑھ سے زائل کر کے نئی زندگی پیدا کر دیتا ہی قیمت ۴۰ خوراک ع۲ **حب مروارید** یہ گولیاں قوت ۲۰ کیلئے تریاق کا حکم رکھتی ہیں۔ کیونکہ انکے اندر جواہرات حل کئے جاتے ہیں۔ اور خاص اہتمام سے تیار کی جاتی ہیں قیمت ۴۰ گولی للعہ ہر +

مینجر دواخانہ صدیقیہ - حویلی نجابت خاں - ٹلیا محل دہلی

انڈیا ایجاد نیو پٹینٹ لیمپ

رجسٹرڈ نمبر ۸۶۶

سینکڑوں لیمپ ایجاد ہو کر چند روزہ ثابت ہوئے مگر ایسا لیمپ آج تک ایجاد نہیں ہوا۔ اور نہ انڈیا میں کوئی ایجاد کر سکتا ہے۔ ماہرین فن نے اسکو بے حد پسند کیا ہے۔ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں جانے کے علاوہ غیر ممالک میں بھی اسکی کافی مانگ ہے۔ صرف ۲ ر کے مٹی کے تیل سے تمام رات دو الیکٹرک بتی کی روشنی لے سکتے ہیں۔ لیمپ نکال کر برنل لگانے سے منٹوں میں ہر قسم کا کھانا وغیرہ پکتا ہے۔ اور تیز سے تیز آندھی میں بطور قندیل کے لیکر چل سکتے ہیں ہر امیر و غریب کے پاس اس کا رہنا لازمی ہے۔ ایک مرتبہ منگا کر تسلی کر لیں۔ پسند نہ آوے تو ہمارے خرچہ سے واپس۔ (نوٹ) یہ لیمپ ہر ایک پرائمس پر فٹ کیا جاتا ہے۔ اگر آپ کے پاس پرائمس ہو تو صرف لیمپ منگوا کر فٹ کر لیں۔

قیمت لیمپ مع اسٹو عہ/۱۰ ر۔ صرف لیمپ کی قیمت ﷼ محصول و پیکنگ خرچ بذمہ خریدار۔ اپنے علاقہ کی ریلوے اسٹیشن صاف لکھیں۔ بغیر نصف رقم پیشگی آئے مال ہرگز ہرگز روانہ نہ کیا جائے گا۔

سول ایجنٹ انڈیا } ایل ایچ - ایم اینڈ کمپنی مانڈوی نمبر ۲ بمبئی

تصویر بھی ایک اچھی یادگار ہے

دنیا ئے سینما کے دلداؤ سلام — ہمارا عید کا تحفہ

اگر آپ کا یہی خیال ہے

تو مندرجہ ذیل چند منظور نظر ماہرین فلم ایکٹر و ایکٹریس میں سے اپنے لئے چند کو کیوں نہیں منتخب کر لیتے۔ تاکہ ان کے کمال اور دلآویز حرکتوں کی یاد ہمیشہ آپ کے دل میں تازہ اور قائم رہے۔

چارلی چپلن۔ ہیرلڈ لائڈ میری پکفورڈ

ڈگلس فیربنک۔ جون گلبرٹ میری فلبن

لوکینو البرٹ مٹنی ہیری پل وغیرہ وغیرہ

قیمت تصاویر رنگین فی عدد ۸ر فیصد جن للعہ

سادہ ۴ر

(نوٹ) ہندوستانی فلم ایکٹر و ایکٹرس کی تصاویر بھی زیر طبع ہیں۔ جو عنقریب دستیاب ہو سکیں گی۔ تاجران سے خاص رعایت

ایک درجن کے خریدار کو محصولڈاک معاف

ملنے کا پتہ:- ایم - اے وحید اینڈ کو نئی سڑک دھلی

گورے اور خوبصورت

ہونے کی شرطیہ اور لاثانی دوا

اینچش بیوٹی

کیل کانٹے۔ جھریاں اور چھائیں جو آپکے چہرے کو بدنما کئے ہوئے ہیں اور دن رات آپ اسی فکر میں ہیں۔ کہ کسی نہ کسی طرح یہ کالے کالے داغ دور ہوکر گورے گورے اور خوبصورت گال نظر آجائیں۔ تو آپکو چاہیئے کہ اینچش بیوٹی کا استعمال کریں چند ہی روز کے استعمال سے کملائے ہوئے چہرے اور مرجھائے ہوئے گالوں کو مثل گلاب کے سرخ بنادیگی۔ کیل کانٹے اور داغ دور کرکے چہرے کی جلد کو مثل مخمل کے نرم اور ملائم کردیگی جس سے آپ ایک قابل قدر حسین دکھائی دینگے۔ اور اگر نازک مزاج حسین اینچش بیوٹی کا روزانہ استعمال کریں تو اینچش بیوٹی اُن کے حسن کو اور بھی چار چاند لگادیگی۔ ایک دفعہ آزمائشی آرڈر دیکر اپنے حسن کو دوبالا کیجئے۔ درجہ اول تین روپے ۳/

درجہ دوم ایک روپیہ آٹھ آنے
محصولڈاک علاوہ

عورت کا حسن

عورت کا زیور۔ عورت کا لباس

عورت اگر ان تینوں خوبیوں کی مالکہ ہو تو خواہ مخواہ لفظ حسین آپ سے خراج تحسین حاصل کئے بغیر نہ رہے گا۔ ان تینوں میں سب سے فوقیت لینے والی اگر کوئی چیز ہے تو وہ عورت کا لباس

نئی روشنی نئے زمانے نئے فیشن

کے مطابق جہاں عورت کے حسن کو چار چاند لگانیوالا لباس ہے۔ وہاں اس کے پہلو بہ پہلو **انگیا** بھی ہے جس کے زیب تن کرنے سے عورت کے حسن کا اندازہ کرنا ہی مشکل ہوجائے گا۔

یہ **انگیا** خاص ریشمی کپڑے سے ولایتی کٹ کے مطابق تیار کی گئی ہے آج ہی ایک انگیا منگوا کر اپنے حسن کو دوبالا کریں۔ ہر سائز کی سٹاک میں موجود ہیں۔ قیمت درجہ خاص ۳/ درجہ اول عہ

درجہ دوم ۱۲/
علاوہ محصولڈاک

مشرقی ہاؤس بھاٹی گیٹ لاہور

کار آمد کتابیں

طبیبہ حصہ اوّل

ہمدرد نسواں - یہ کتاب آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس دہلی کی نمائش میں پیش کی گئی تھی - کانفرنس نے اسکے متعلق حسب ذیل رائے لکھی ہے :- "یہ کتاب اسم بامسمیٰ ہے سلیس اور عام فہم عبارت نے کتاب کی خوبیوں میں قابلقدر اضافہ کر دیا ہے - کہ معمولی پڑھی لکھی عورتیں بھی اسکے فوائد سے محروم نہیں رہ سکتیں - امراض نسواں کی علامتیں انکے اسباب اور انکا علاج - استقرار حمل عوارضات حمل زچہ اور بچہ کی بیماریاں اور انکا علاج حسن جامعیت اور وضاحت کے ساتھ اس کتاب میں لکھا گیا ہے - کسی دوسری کتاب میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے - لکھائی چھپائی اور کاغذ کے اعتبار سے بھی اسکو امتیاز کا درجہ حاصل ہے - کوئی مطب اور کوئی گھر اس سے خالی نہیں رہنا چاہئے" - حجم ۲۲۵ صفحات قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ علاوہ محصولڈاک

طبیبہ حصہ دوم

ہمدرد اطفال اس کتاب میں بچوں کی پرورش - حفاظت - انکی بیماریاں اور علاج وغیرہ وضاحت سے لکھے گئے ہیں - حجم ۱۱۴ صفحات قیمت ۱۲/

ستارہ محمدی - ۲۸ فروری ۱۹۲۸ء کو مغرب کے وقت ایک دُمدار ستارہ نے ٹوٹ کر آسمان پر آقائے دوجہاں کا نام پاک "محمد" بنایا تھا اس نورانی منظر کی تاریخی یادگار قائم رکھنے کیلئے کتاب ستارہ محمدی شائع کی گئی ہے اس میں ہندوستان کے مشہور اہل قلم کے دلچسپ اور عجیب و غریب مضامین نظم و نثر مہیا کئے گئے ہیں حجم ۱۲۰ صفحات قیمت ۱۰/ **تحفہ عید** عید کے موقعہ پر دوستوں اور رشتہ داروں کو بھیجنے کے لئے دلچسپ و موثر دلی اشعار کا مجموعہ ۴/ **مرقع عبرت** میں مناظر گورغریباں پر مشہور شعرا کی نظموں کو یکجا جمع کیا گیا ہے ۴/

الیس اے احمد اینڈ کمپنی جامع مسجد جبلپور

درخواست کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں +

عطر **تیل** عطر

ہر ماہ میں دس روپے کا عطر بطور تحفہ

اگر آپ کو ایسے عطروں کی خواہش ہے - جو آپکے دماغ کو تر و تازہ کر دیں - اور جن کے لگانے سے آپ کو یہ معلوم ہو کہ آپ پھولوں کی کیاری میں بیٹھے ہیں - تو آپ ہمارے نئے طریق سے تیار کردہ عطروں کا استعمال کریں - جو میسور گورنمنٹ کے کارخانہ کے خالص صندل کے تیل میں تیار کئے جاتے ہیں -

گو ہمارے پاس ہر قسم کے قیمتی سے قیمتی عطر موجود ہیں - لیکن مندرجہ ذیل سستے عطروں کے نمونے کیلئے ہم سفارش کرتے ہیں - عطر چنبیلی - عطر گلاب - عطر سوسن عطر عباسی - عطر تبریزی - عطر سنگترہ - عطر کرنا - عطر نرگس عطر خس - ہر ایک ۱۲/ فی تولہ - اور ان کے علاوہ چنبیلی - گلاب - سوسن - تبریزی - سنگترہ اور نرگس کے عطر تین - پانچ اور آٹھ روپے فی تولہ اور اس سے زیادہ قیمت سے مل سکتے ہیں - ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر ماہ میں قرعہ ڈال کر اپنے گاہکوں سے پہلے تین نمبروں پر آنے والوں کو پانچ روپے - تین روپے اور دو روپے کے عطر بطور تحفہ بھیجا کرینگے - اگر آپ اپریل کے انعام میں حصہ لینا چاہتے ہیں تو فوراً اپنی درخواست بھیجدیں -

ہمارا دلکشا ہیر آئل بادام روغن - زیتون اور تلوں کے تیلوں سے مرکب مفید اور تیار کردہ خوشبودار تیل فی سیر عہ اور پاؤ بھری بوتل ۱۲/ - بہترین تیل ہے - فوراً منگوا کر ملاحظہ فرمائیں -

دلکشا پرفیومری کمپنی قادیاں ضلع گورداسپور

بارگاہ خداوندی کا نذرانہ

پانچ ترجمہ اور کامل احسن التفاسیر والا قرآن شریف ہے

جو میں نے علماء کرام اور بزرگان دین کی منشا اور خواہش کے مطابق سالہا سال کی مسلسل کوششوں اور بہت جانفشانیوں کے بعد تقریباً ۵ ہزار روپیہ صرف کرکے نہایت ہی جید عالم و فاضل۔ حافظ و قاری حضرات سے صحت کرا کر بہترین لکھائی اور چھپائی کے ساتھ شائع کیا ہے۔ ہندوستان کے تمام علماء کرام نے اسکو نہایت پسند کیا ہے۔ اور انکی رائے میں اسکی ایک جلد کا ہر مسلمان کے گھر میں ہونا اور اسمیں تلاوت کرنا نہایت ضروری اور مفید ہے اسکے مقبول اور عام پسند ہونیکی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ تھوڑے عرصہ میں پہلے اڈیشن کی کثیر التعداد جلدیں ہاتھوں ہاتھ ہدیہ ہوگئیں۔ اور بالآخر دوسرا اڈیشن چھاپنا پڑا۔ اب وہ بھی قریب الختم ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ مذکورہ بالا قرآن

اعلیحضرت حضور نظام کا خاص اپنی تلاوت کیلئے منتخب کردہ اور پسندیدہ قرآن شریف ہے!

کیونکہ پچھلے سال ماہ نومبر میں دہلی کے ورود مسعود کے موقعہ پر اعلیحضرت نے اس قرآن شریف کو نہ صرف پسند فرمایا۔ بلکہ اپنی تلاوت کے لئے بھی اسی کو مخصوص فرمالیا۔ جس کا ذکر ہندوستان کے تقریباً تمام اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ اس قرآن شریف میں حسب ذیل پانچ ترجمے ہیں جو نہایت ہی معتبر و مستند ہیں۔ پہلا ترجمہ فارسی از حضرت مولانا شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ دوسرا ترجمہ فارسی از حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تیسرا ترجمہ اردو لفظی از حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی۔ چوتھا ترجمہ اردو بامحاورہ از حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی۔ پانچواں ترجمہ اردو بامحاورہ از حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ

سب سے بڑی خوبی یہ ہے!

کہ اسکے حاشیہ پر زبان اردو کی بہترین عام فہم تفسیر احسن التفاسیر کامل درج ہے۔ یہ تفسیر حضرت علامہ شاہ احمد حسن صاحب محدث کی پچاس کی دماغ سوزی اور عرق ریزی کا نتیجہ ہے۔ آجتک ہندوستان میں ایسی جامع اور مستند تفسیر اردو زبان میں کسی جگہ نہیں چھپی۔ کچھ عرصہ سے بالکل نایاب تھی مگر اب اسمیں قرآن کریم نے اسکو زندہ جاوید بنا دیا۔ یہ دنیائے اسلام کے دینی سلسلہ میں سب سے پہلی اور سب سے بہتر اردو تفسیر ہے۔ اور صحت روایات و کامل شان نزول وغیرہ کے اعتبار سے آپ ہی اپنی نظیر ہے۔

دیگر خصوصیات

(۱) ہر مقام پر بسم اللہ شریف بخط طغرا جداگانہ شان سے لکھی گئی ہے۔ (۲) قرآن شریف کے مضامین کی فہرست دیگئی ہے جسکی مدد سے قرآن شریف کی جو آیت جس مضمون کی مطلوب ہو اسے آسانی سے نکال سکتے ہیں۔ (۳) احسن التفاسیر کی فہرست مضامین درج ہے۔ (۴) اعمال اور وظائف درج ہیں (۵) تمام سورتوں کے تعبیر خواب ہیں۔ (۶) تمام سورتوں کے تعویذ القرآن ہیں۔ (۷) مسائل بالقرآن (۸) فضائل القرآن (۹) آداب القرآن (۱۰) رموز اوقاف (۱۱) وہ مضامین تشریح کیساتھ درج کئے ہیں جنکی غلطی اعراب سے کفر لازم آتا ہے (۱۲) حضور سرور کائنات سردار دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح عمری مبارکہ درج ہے (۱۳) کاغذ مصری رنگین نہایت عمدہ لگایا گیا ہے (۱۴) عربی کی لکھائی ہندوستان کے بہترین خوشنویس سے کرائی ہے کاغذ پر خوبصورتی موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں (۱۵) چھپائی بہت خوب ہے (۱۶) نہایت صحیح ہے اس قرآن شریف کے ۱۵۰۰ صفحات اور وزن تقریباً ساڑھے تین سیر ہے

۱۵ شوال المکرم ۱۳۴۸ھ تک آخری عظیم الشان رعایت

بجائے تیس روپے کی بجائے صرف ۱۰؎ (مصری کاغذ بغیر جلد علاوہ محصولڈاک اجرت جلد چرمی منقش نقرئی ۸؎ محصولڈاک ۱۲؎ فرمائش کے ہمراہ پیشگی ضرور آنے چاہئیں۔ ۵ جلدوں کے خریدار کو محصولڈاک معاف۔ ۱۵ شوال کے بعد یہ رعایت ختم ہو جائیگی

سید محمد شفیع الدین مالک اقبال پرنٹنگ ورکس۔ حویلی اعظم خاں دہلی

مُردہ عزیزوں سے ملاقات

اور بات چیت گھر بیٹھے کر لو

یہ نو ایجاد سپرٹس ریکارڈ جس کے ذریعہ ہم اکیلے ہر ایک سوال کا جواب لے سکتے ہیں۔ ایک امریکن دماغ کی اختراع ہے۔ اس آلہ سے کسی دوسرے آدمی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ جونسی روح آپ چاہیں آلہ میں حاضر ہو کر آپ کے سوالوں کا جواب دیگی۔ معمولی لکھا پڑھا اور ہر عمر و مذہب کا آدمی کام لے سکتا ہے۔ نہ کچھ پڑھنا پڑتا ہے اور نہ ہی کسی چلہ کشی کی ضرورت ہے عالم بالا کے حالات معلوم کرنا۔ گمشدہ کا پتہ لگانا۔ چوری کا سراغ لگانا۔ دشمن سے بدلہ لینا۔ مقدمات میں فتح پانا۔ سخت سے سخت حاکم سے حسب دلخواہ کام نکالنا۔ دور دراز فاصلہ پر ایک سیکنڈ میں خبر بھیجنا۔ حسب دلخواہ نوکری یا روزگار حاصل کرنا۔ بند لفافوں کی عبارت پڑھنا۔ مقفل صندوق یا مکان کے اندر کی اشیا معلوم کرنا وغیرہ وغیرہ۔ ہزاروں کام ہو سکتے ہیں۔ اس نایاب چیز کا ہر گھر میں موجود ہونا لازمی ہے۔ **اصل قیمت** پانچ روپے لیکن تھوڑے عرصہ کیلئے معہ محصول ڈاک صرف تین روپے لئے جائیں گے۔ ہدایات ہمراہ مفت ارسال ہونگی۔ اپنا پتہ صاف انگریزی یا اردو میں لکھیں۔

کیمیکلز سنڈیکیٹ نمبر ۱ جالندھر شہر (پنجاب)

Chemicals Syndicata (1)
Jallundur city (Pujab)

عملیات تسخیر ہمزاد مکمل باتصویر

پروفیسر موصوف نے اس کتاب کو پورے بارہ سال کی محنت کے بعد تیار کیا ہے۔ تمام کے تمام عملیات خاص ہندو جوگیوں اور مسلمان فقیروں سے حاصل کئے ہوتے ہیں۔ ہر ایک عمل مکمل اور صحیح ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں کسی ایک پر عمل پیرا ہو کر ہمزاد کو قابو کر کے اس سے ہر قسم کے کام کروا سکتے ہیں مثلاً۔ ہر زمانہ حال۔ ماضی مستقبل کی غیبی خبریں حاصل کرنا۔ بے موسم پھل منگانا۔ سنگدل کو مسخر کرنا۔ کامیاب عدالت ہونا۔ دشمن سے بدلہ لینا۔ دفینہ تلاش کرنا۔ دور دراز کی خبریں منگانا۔ دوسرے کے دل کا بھید معلوم کرنا۔ حصول دولت کی تدابیر کرنا۔ وغیرہ سیکڑوں کام کروا سکتے ہیں۔ اس کتاب کے پڑھ لینے کے بعد کسی اور کتاب کی ضرورت نہ رہے گی کیونکہ ہر پہلو سے مکمل اور ہر مذہب کے جدا جدا عمل درج کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں ہمزاد کا منتر کامل اور ہمزاد کو چھوڑنے کے عمل بھی درج کئے گئے ہیں۔ قیمت عہ محصول ڈاک ۸ر (شرط) اگر کتاب ناپسند ہو تو ایک منٹ تک واپس کر دیں۔

مفت شاہی جنتری سنہ ۱۹۳۰ء جسمیں علاوہ تاریخانے و تعطیلات کے حفظ صحت کے اصول مجرب نسخے وغیرہ درج ہیں صرف ایک کارڈ ڈالنے پر مفت روانہ ہوتی ہے۔

ملنے کا پتہ مہ اے شیر اینڈ کمپنی نمبر ن - جالندھر شہر (پنجاب)

جسم انسانی کی حیرت انگیز کایا پلٹ

مدت مدید سے ماہرین علم سائنس بڑھاپے اور جوانی کا راز معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ آخرکار سالہا سال کی سر توڑ کوشش اور ہزارہا تجربات کے بعد ملک جرمنی کے علم جسم انسانی اور علم کیمیا کے بےنظیر ماہر ڈاکٹر رچرڈ ویز نے جوانی کے گم شدہ یا سست غدودوں کو بغیر اپریشن کے طاقتور بنانے والا جوہر دریافت کیا ہے وہ وریلین ہے۔ وریلین کے استعمال سے جوانوں کی غلط کاریوں کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ اور بڑھاپے کی تمام علامات دور ہو جاتی ہیں۔ رنگت میں سرخی آ جاتی ہے بینائی بڑھ جاتی ہے بال سیاہ ہونے لگتے ہیں۔ خون کا دورہ تمام جسم میں اور اعضاء رئیسہ میں باقاعدہ ہونے لگتا ہے۔ قوت ارادہ اور یادداشت تیز ہو جاتی ہے۔ اختلاج قلب اور بادی کا موٹاپا نیند کا نہ آنا وغیرہ بھی دور ہو جاتے ہیں۔ غرض وریلین کا چند ہفتے کا استعمال قوت مردمی کو بحال کر دیتا ہے۔ اور ہر کمزور اور بوڑھا آدمی اپنی کھوئی ہوئی طاقت اور جوانی کی سی قوت کو پورا کر سکتا ہے۔ **وریلین** کی ۲۰ گولیوں کی شیشی کے بکس کی قیمت للعہ اور ۱۰۰ گولیوں کی قیمت للعہ محصول ڈاک ۴ر علاوہ ہے۔ وریلین کے موجد نے عورتوں کیلئے بھی ایسا ہی جوہر دریافت کیا ہے جس کا نام **فرطلین** ہے جو ہر گم کردہ شباب عورت کے لئے بہترین چیز ہے۔ معین حمل ہے۔ سیلان الرحم اور حیض کے جملہ نقائص کو دور کرتی ہے۔ بانجھ عورتوں کے لئے خاص کر مفید ثابت ہوئی ہے **فرطلین** کی ۲۰ گولیوں کے بکس کی قیمت ۲ روپے اور ۱۰۰ گولیوں کے بکس کی قیمت ۸ روپے **نیز صرف کیپسے نووا کریم** ۔ ڈاکٹر رچرڈ ویز موصوف کا ایجاد کردہ سائنٹفک طلا ہے۔ کسی قسم کا نقصان نہیں دیتا۔ دوسرے طلاؤں کی طرح کئی دن استعمال نہیں کرنا پڑتا۔ بلکہ ادھر لگایا۔ ادھر فائدہ دیکھ لیا۔ مرض کافور ہو جاتا ہے۔ حفاظت کیلئے خوبصورت ٹیوب میں بھیجا گیا ہے۔ قیمت ۳ روپے علاوہ محصول ڈاک ۴ر **(نوٹ)** مندرجہ بالا ادویہ ہم ڈاکٹر رچرڈ ویز (برلن جرمنی) سے منگاتی ہیں لہٰذا تازہ اور اصلی ادویات بارہ راست ہم سے منگائیں اور فائدہ حاصل کریں۔ مشورہ طلب امور کیلئے جوابی خطوط بھیجئے۔ **(تشکریہ)** ہم ان حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے مندرجہ بالا ادویات ہم سے منگا کر فائدہ حاصل کیا۔ اور جسکے صلہ میں ہمیں جنوری میں بونس ملا۔ لہٰذا آئندہ چند دنوں کے لئے قیمتوں میں کمی کر دی گئی ہے۔

مینوفیکچررز ایجنٹس:- ڈاکٹر زیڈ کے۔ درانی اینڈ سنز دہلی۔

اطلاع

ہندوستانی اکاڈیمی صوبہ متحدہ الہ آباد کی مطبوعات

(۱) ازمنہ وسطیٰ میں ہندوستان کے معاشرتی اور اقتصادی حالات از علامہ عبداللہ بن یوسف علی ایم اے۔ ایل ایل۔ ایم۔ سی، آئی ای مجلد عہر　غیر مجلد عہ ر

(۲) اردو زبان اور ادب از سید محمد ضامن علی عہر

(۳) مغلوں سے پہلے عرب اور ہندوستان کے تعلقات از مولینا سید سلیمان ندوی۔ قیمت للعہ ر

(زیر طبع) (۱) مسلمانوں کے تمدن پر ہندوؤں کا اثر از مولینا محمد عین صاحب عباسی۔ (۲) قرون وسطیٰ کا ہندوستانی تمدن۔ ہزائے بہادر مہامہوپادھیا پنڈت گوری شنکر ہیرا چند اوجھا (۳) ہندی شاعری از ڈاکٹر اعظم کریوی (۴) ناتن (جرمن ڈراما) ترجمہ مولوی محمد نعیم الرحمٰن صاحب ایم اے۔ ایم آر اے۔ ایس۔

سکرٹری ہندوستانی اکاڈیمی۔ الہ آباد +

ہزاروں نابینا بینا ہوگئے

کس سے ؟ نینترسن جیون انجن سے

یہ نسخہ کامل درویش کا عطیہ ہے ۔ جو کتنی سے کتنی جالا ۔ پھولا ۔ موتیابند پڑبال ۔ گوہے ۔ رو ہے نزلہ وغیرہ کل آنکھوں کے مرضوں کو فائدہ کرتا ہے ۔ چند روز کے استعمال سے چشمہ کی عادت چھوٹ جاتی ہے آنکھوں میں کچھ بھی نہیں رہ جاتا ہے ۔ خواہ مرض کوئی کیوں نہ ہو یقینی فائدہ ہوگا بمبئی کے گلی کوچوں میں شہرت ہے وید حکیم ڈاکٹر متعجب کرتے ہیں کہ بغیر اپریشن کئے ہزاروں مریض چشم کیسے شفایاب ہوگئے ۔ قیمت فی شیشی عہ محصولڈاک وپیکنگ ۴ بیس خیلہ تین شیشی یکمشت طلب کرنے پر محصول و پیکنگ معاف نوٹ یہ اشتہار بار بار نہ چھپے گا ضرورتمند آج ہی ایک یا تین شیشی منگا کر فائدہ حاصل کریں ۔ بعد فائدہ کے ہمکو نیز اپنے احباب کو مطلع کریں +

مینجر کارخانہ نینترسن جیون انجن (خ) پانجراپول بمبئی

ایک ماہ میں انگریزی آجائیگی

انگلش ٹیچر کے مطالعہ کے بعد ایک مہینہ میں خود بخود بغیر استاد کی مدد کے انگریزی آسکتی ہے جو ضرورت کیلئے بالکل کافی ہے ۔ اخبار پڑھنا آجائیگا ۔ آپ انگریزی میں خطوط یا درخواست لکھ سکتے ہیں ۔ آپ انگریزی کتاب پڑھ سکیں گے اسمیں تمام جملے انگریزی میں بھی ہیں اور انکا تلفظ اردو میں بھی لکھدیا ہے ۔ اور معنی بھی درج ہیں ۔ اس کے بعد صدہا الفاظ مع معنی اور تلفظ کے لکھے گئے ہیں ۔ پھر انگریزی جملوں کے بنانیکے قاعدے اور نمونے درج ہیں ۔ انگریزی فونولاو کے نام روزمرہ کے استعمال کی اشیاء کے نام تار کے نمونے درج ہیں غرضکہ ہر ایک ضرورت کیلئے انگریزی زبان میں جن باتوں کا جاننا ضروری ہے وہ سب کچھ اسمیں موجود ہے قیمت عمہ علاوہ محصول ۔

مشہور بک ایجنسی کلاں محل ۔ دھلی

جھوٹے پر خدا کی لعنت

اس فریب بھری دنیا کے زمانہ میں کسی کو اپنی صداقت اور سچائی کا یقین دلانا بعض ناواقفوں کی در دغبافیوں نے دشوار سے دشوار تر بنادیا ہے تاہم اس خیال سے کہ سچائی اپنے اندر خود ایک مقناطیسی قوت رکھتی ہے ۔ آپ کے سامنے چند تحائف جن پر میرے بزرگوں اور میرا صدہا بار تجربہ رہا ہے ۔ اور جو کبھی خطا نہیں ہوتا ۔ میں خدا کو شاہد کرتے ہوئے بے کم و کاست قلیل ہدیہ پر پیش کرتا ہوں ۔ جن بھائیوں کو حقیر کی قسم پر اعتماد ہو ۔ صرف جائز غرض کیلئے طلب فرمائیں ۔

عملِ محبت نمبر ۱ ۔ صرف ایک دفعہ آیت قرآنی پڑھی جاتی ہے ۔ ہدیہ عہر ۔ **عمل حب نمبر ۲** ۔ اس میں ایک آیت شریف سات گول مرچوں پر سات ۔ سات مرتبہ پڑھی جاتی ہے اور مرچیں آگ میں ڈالی جاتی ہیں ۔ ہدیہ عہر ۔ **عمل حب نمبر ۳** یہ دو ہفتے متواتر پڑھا جاتا ہے ۔ جس میں صرف پندرہ منٹ صرف ہوتے ہیں ۔ ہدیہ عہر

عمل ترقی رزق ۔ اس کے پڑھنے میں بھی صرف پندرہ منٹ صرف ہوتے ہیں ۔ ہدیہ عہر +

عمل لغض ۔ حلفیہ اقرار نامہ آنے پر روانہ ہوتا ہے ۔

ہدیہ عہر +

دعاگو

پیرزادہ عبدالسلام سجادہ نشین

کمبل پوش ۴۴ دھلی

محبت کے دو عمل

عمل نمبر ا سفلی ہے ۔ ہر مذہب کا عامل بن سکتا ہے ۔ مسلمانوں کے لئے مناسب نہیں (۲) صرف مسلمانوں کیلئے مخصوص ہے ۔ کامل بیس سال کا تجربہ ہے کبھی بھی خطا نہیں ہوا جب تلاش تھی ۔ ہزاروں روپے برباد کئے ۔ اسلئے میں خدا کو حاضر و ناظر جانکر اور گواہ بناکر بے کم و کاست قلیل ہدیہ پر انکا اعلان کرتا ہوں ۔ تاکہ امیر غریب سب فائدہ اٹھائیں ۔ جن بھائیوں کو میری گزارش پر اعتبار ہو وہ ساتھ ہی ایک حلف اللہ کا قرار کا رسال کریں کہ اپنی ذات کے سوا کسی کو نہ بتلائینگے ۔ طلب فرمائیں ۔ **عمل نمبر ا** اس عمل کے پڑھنے میں پندرہ منٹ صرف ہوتے ہیں ۔ اسکا عامل ایک سال اس پر قابض رہتا ہے اور دوسرے سال کیلئے دوبارہ پندرہ منٹ صرف کرکے پڑھنا ہوتا ہے ۔ ہدیہ صرف پانچ روپے ۔ **عمل نمبر ۲** ایک آیت قرآنی ہے جو صرف ایک سطر ہے ۔ اکتالیس یا ہمروف اکتالیس مرتبہ پڑھی جاتی ہے اور مرچیں آگ میں جلائی جاتی ہیں ۔ سات دن میں انشاء اللہ مطلوب حاضر ہوگا ۔ ہدیہ عار ۔ **عمل نمبر ۳** برائے ترقی روزگار عجیب غریب مجرب عمل ہے ہفتہ میں صرف چہار شنبہ کو پڑھا جاتا ہے ۔ پڑھنے میں صرف آدھ گھنٹہ صرف ہوتا ہے ۔ اسکی برکت سے روزگار میں اسقدر ترقی ہوتی ہے کہ اللہ کی قدرت کا کرشمہ یاد آتا ہے ہر مذہب و ہر عمر میں مرد عورت پڑھنے کی اجازت لے سکتے ہیں ۔ ان ہر سہ عملیات کے پڑھنے میں کسی قسم کا خوف و خطر ہے نہ پرہیز نہ وقت نہ مکان سے باہر کہیں جانا پڑتا ہے ۔ جو صاحب عمل نمبر ا و ۲ ایکساتھ طلب فرمائیں ۔ ان سے ہدیہ ... رجسٹری یا وی ۔ پی لفافہ میں عمل روانہ کیا جائیگا ۔

فضل شاہ عامل دہلی

شادیوں میں دلہنوں کے جوڑے

زنانہ سوٹ جن پر سلمہ ستارے کا سچا کام بنا ہوا ہوتا ہے ۔ ہمارے ہاں تیار ہو کر پنجاب اور دور دور مقامات پر بھیجے جاتے ہیں ۔ جاپانی ریشم کے زنانہ تیار شدہ سوٹ جن پر سلمہ اور ستارے کا تیس تولے کام بنا ہوتا ہے ہر وقت موجود رہتے ہیں ۔ قیمت فی سوٹ یک صد روپے ۔

کریپ کا دوپٹہ سلمہ ستارے سے مزین ۔ حاشیے پر چاروں طرف بیل ۔ بیچ میں بوٹیاں ۔ اور چاروں کونوں پر شطرنج بنا ہوا ہے ۔ قیمت پچیس ۔ تیس و چالیس روپے ۔

کریپ کی ساڑھیاں ۔ قیمت بالترتیب للعہ ۔ ﷲ ۔ ﷶ ۔ ﷲ روپے

ملنے کا پتہ **منیجر دلکش سٹور دہلی**

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

لیعنی غدودوں کے ذریعہ نیا طریق علاج ۔ نوجوان بندروں کے غدود ضعیف و ناتواں انسانوں کے جسم میں بذریعہ اپریشن پیوست کرکے بڈھوں کو از سر نو جوان بنایا جانے لگا ۔ اس طریقہ عمل سے صرف امیر لوگ ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں ۔ عوام کے لئے انہی غدودوں سے تیار کردہ ادویات ڈاکٹر بیکر ڈوین (جرمنی) کی دیریکی لائف مردوں کیلئے لیور فرٹی لائف عورتوں کیلئے بہت ہی مجرب اور واقعی پیری ثابت ہوئی ہیں ۔ اور دنیا کے بڑے بڑے ڈاکٹروں کی تحسین حاصل کر چکی ہیں ۔ قیمت ۰ گولیوں کی شیشی للعہ ۔ ۱۰۰ گولیوں کی شیشی للعہ ۔ نیز انہی ڈاکٹر صاحب کا مشہور و موثر طلا موسومہ کیسو نوا کریم قیمت فی شیشی عہ ۔ دلیریا کی دو اسپیشل کو جن جنکو کوئین نہ سمجھا جاتا ہے قیمت فی شیشی عہ اور سوزاک کیلئے اکسیر دوا معہ پچکاری موسومہ گونو رنک قیمت پورا سیٹ ﷲ بہت ہی مجرب اور لاثانی ہیں ۔ مستورات جنکو باوجود سن بلوغ کے پہنچنے کے اولاد کی قطعی امید نہ ہو یا کبھی رحم سے مایوس ہو گئی ہیں گولڈن پرول فک ہر کے استعمال سے بامراد ہو سکتی ہیں ۔ قیمت فی شیشی ﷲ ۔ بالتصویر انگریزی کتاب موسومہ دوبارہ جوانی اور مندرجہ بالا تمام ادویات

بختاور کمپنی ۔ تیلی واڑہ ۔ شاہدرہ دہلی ۔

بُڈھے جوان بن گئے دیکھئے

آب وہوا کی ناموافقت۔ دماغ کی کمزوری۔ نزلہ یا دیگر خرابیوں سے قبل از وقت انسان کے بال سفید ہوجاتے ہیں اور اکثر نوجوان جوانی سے پہلے ہی بوڑھے ہوجاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر آدمی جوانی کی حسرت میں گھٹ گھٹ کر موت کا شکار ہوجاتے ہیں۔ ہم نے طبی اصول پر بصرف کثیر اور تجربات بسیار کے بعد تمام اسباب کا خیال رکھکر نباتاتی اجزا سے جو خضاب خوردنی مقوی جسم و دماغ تیار کیا ہے۔ وہ آپ کو صرف بیس خوراک میں بوڑھے سے جوان شرطیہ بنا دے گا۔ اور شباب قربان ہوتا ہوا نظر آئے گا۔ اور اگر آپ اپنے گئے ہوئے شباب کی تمام طاقتوں چمکتے ہوئے رنگ اور اٹھتی ہوئی امنگ کو واپس بلانا چاہتے ہیں تو اگر آپ خواہشمند ہوں کہ آپ کا دماغ صحیح ہوجائے کہ ایک مرتبہ کسی تقریر کو سن کر یا ایک کتاب کو پڑھ کر کبھی نہ بھولیں۔ اگر آپ ضعف مردانہ کے متعلق امراض میں گرفتار رہیں بھوک بالکل جاتی رہی ہو۔ نزلہ وغیرہ نے پریشان کر رکھا ہو چہرہ مرجھا گیا ہو شباب رخصت ہوگیا ہو۔ بال ایک ایک کر کے سفید ہوجاتے ہیں تو جلد سے جلد اکسیر شباب مقوی خضاب خوردنی استعمال فرمائیے۔ تجربہ کرنے والوں کا زبردست دعویٰ ہے کہ بال خواہ کسی وجہ سے وقت سے پہلے یعنی ساٹھ برس سے کم عمر میں سفید ہوگئے ہوں تو اس کے استعمال سے از سر نو سیاہ ہوجاتے ہیں پھر کبھی سفید نہیں ہوتے بینائی اتنی تیز ہوجاتی ہے کہ عینک لگانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی بے اولادوں کیلئے اس کا کھانا اکسیر ہے مقوی تو یہ اسقدر ہے کہ بڑے بڑے شاہی اور قیمتی نسخے بھی اس کے سامنے ہیچ اور فضول ہیں۔ ناممکن بلکہ قطعی ناممکن ہے کہ اسے استعمال کر کے اپنی قوت کو محسوس نہ کریں آپکے اطمینان کیلئے ہم یہ شرط بھی کرتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ دوا فائدہ نہ کرے یا اس کا اثر چند روزہ ثابت ہو تو قیمت واپس یا دوا دوبارہ مفت بھیجیں گے۔ اب اسقدر مفید اور مستند ہونے پر بھی آپ قدر نہ کریں تو تعجب ہے۔ ایک گولی روزانہ دودھ یا تازہ پانی کے ساتھ بیس دن متواتر کھائے پرہیز کچھ نہیں ہر عمر اور مزاج میں مفید ہے۔ قیمت مکمل کورس سات روپے۔ محصول آٹھ آنہ۔ دس روپے سے زیادہ یکمشت منگانے والے کو چار آنہ فی روپیہ کمیشن بھی دیا جائے گا۔ رسالہ کا حوالہ ضرور دیں۔

دنیا اسکے مفید ہونیکے متعلق کیا کہتی ہے

ایڈیٹر نیرنگ خیال کا ریویو

منیجر کارخانہ خوردنی خضاب حکمی شفاگھر لکھنؤ نے ہمارے پاس برائے ریویو بھیجا۔ ہم نے حافظ عبدالرزاق ملازم دفتر کو استعمال کرایا۔ حافظ صاحب کا بیان ہے کہ اسکے استعمال سے انہیں بہت تقویت حاصل ہوئی۔ جسم میں چستی و چالاکی پیدا ہوگئی کام کرنیکو دل چاہتا ہے۔ بھوک لگتی ہے۔ کوئی کوئی بال سیاہ بھی معلوم ہونے لگا ہے

اخبار سرفراز ایڈیٹر خواجہ حسن اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ واقعی اس کارخانہ کی جنیتر ادویہ خصوصاً اکسیر شباب خوردنی زود اثر متحیر بنانے والی ثابت ہوئی ہے اور پبلک کیلئے بہت مفید ہے۔

روزانہ اخبار ٹریبون کے ایڈیٹر بی این صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے یہ لکھتے ہوئے نہایت خوشی ہوئی کہ آپکے دواخانہ کی چند دواؤں کے تجربہ کرنیکا اتفاق ہوا اپکی تحریر کے مطابق ہیں خضاب خوردنی اکسیر شباب بہتر ہیں جن کا میں نے خود تجربہ کیا اور مفید پایا ایسی مفید دواؤں کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں جس سے پبلک کو فائدہ ہو اور خدا شکر ہے آپکا کارخانہ ہمیشہ فارغ البال رہے

ملنے کا پتہ

منیجر کارخانہ خوردنی خضاب حکمی شفاخانہ لکھنؤ۔ (یو۔پی)

نوحۂ زندگی

یہ مصور غم علامہ راشد الخیری کی مشہور کتاب ہے جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ اسلام نے بیوہ کے ساتھ کس سلوک کا حکم دیا تھا۔ اور آج کل مسلمانوں نے اس کی کیا صورت اختیار کر لی ہے نوحۂ زندگی باطل پرستوں کو حق پرستی کا سبق سکھائے گی۔ اور مسلمانوں کو سمجھائے گی کہ مسلمان کے لئے رسم و رواج نہیں۔ مذہب اور صرف مذہب ہی ایک چیز ہے۔ نوحۂ زندگی ظالموں کو رحیم۔ جابروں کو نرم بنا دیتی ہے۔ نوحۂ زندگی گو بیواؤں کا مرثیہ ہے جو جادو کا اثر رکھتا ہے۔ پیرایہ وہی قصہ کا۔ ضخامت ۸۰ صفحے کتابت اور طباعت عمدہ قیمت ۱۲ار

حسین بیتی

پڑھئے یہ واقعات کربلا کے متعلق بہترین تصنیف ہے مثنوی کی بحر میں لکھی گئی ہے۔ ہر شعر دل سے نکلا ہے۔ اور دل پر اثر کرتا ہے مصنف نے ایک ایک لفظ کے ساتھ آنسوؤں کے دریا بہا دئے ہیں۔ ناظرین بھی اہلبیت کی محبت میں موتیوں کا مینہ برسا دیں۔ دردانگیز ہونے کے باوجود کوئی بات عام شہادت ناموں کی طرح غیر مستند نہیں آئی ہے۔ لکھائی چھپائی۔ کاغذ نہایت عمدہ۔ قیمت آٹھ آنے (۸؍)

ملنے کا پتہ:۔

منیجر یوسفیہ کتب خانہ۔ بارود خانہ لاہور

پتھر سے ہیرا

ملاحظہ فرمایئے۔ جو اپنی ادبی خوبیوں کے لحاظ سے بھی معدن اردو کا ایک درخشندہ ہیرا ہے یہ سچا تبلیغی قصہ آپکو بتائیگا کہ اس دنیائے انسانی میں ایک عورت کی سچی ہمدردی اور محبت بھری گفتگو کیسے جادو کر سکتی ہے۔ یہ آپ کو اس بات کا بھی یقین دلا دے گا کہ بچوں کی صحیح تربیت کا طریقہ کیا ہے۔ قصہ اس قدر دل آویز ہے۔ کہ کتاب شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر اسے چھوڑنے کو کسی طرح دل نہیں چاہتا۔ ضخامت ایک سو بارہ صفحات۔ قیمت ۱۴ار

ملنے کا پتہ:۔

منیجر یوسفیہ کتب خانہ بارود خانہ لاہور

نیرنگ خیال پکچر البم

یعنی نیرنگ خیال کی ان تصاویر کا انتخاب جو وقتاً فوقتاً نیرنگ خیال میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ اس مجموعہ میں کل تیس تصاویر ہیں جنمیں سے دس تصاویر یکرنگی ہیں۔ تمام بڑے بڑے اور بہترین بلاک انتخاب کرلئے گئے ہیں۔ اور ہر تصویر آرٹ پیپر کے صرف ایک ہی طرف شائع کی گئی ہے یہ مجموعہ اپنی لائبریری میں رکھئے یا چوکھٹوں میں لگوا کر رکھنے کیلئے بہترین ہے اس قسم کی تصویری البم جو کلکتہ کے انگریزی سٹال شائع کرتے ہیں انکی قیمت عام ہوتی ہو مگر ہم نے اسکی قیمت ۱۴ر رکھی ہے۔ حالانکہ بعض تصاویر اتنی قیمتی اور نظر فریب ہیں کہ ایک ہی تصویر اس قیمت میں بازار سے دستیاب نہیں ہو سکتی۔ اس مجموعہ کو فوراً طلب کیجئے +

منیجر نیرنگ خیال نمبر ۵ بارود خانہ لاہور

قانون محبت عرف کالا جادو

کہاں ہیں وہ بدنصیب جو دیدار یار کی ایک جھلک دیکھنے کی خاطر اپنا سب کچھ لٹانے کو آمادہ ہیں۔ آئیں اور کالا جادو کے ذریعے کامیابی حاصل کریں کالا جادو کوئی عام بازاری کتاب نہیں ہے جس میں ناممکن العمل اور لایعنی عملیات ہوں۔ بلکہ اسمیں تسخیر کرنے اور اپنی محبت میں مبتلا کرنے کے وہ عجیب وغریب خفیہ جادو درج ہیں۔ جن کو حل کرنے کے لئے کسی جنگل یا پہاڑ پر نہیں جانا پڑتا۔ بلکہ گھر بیٹھے چند منٹوں میں ہر ایک عمل کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ اور پھر وہ عمل عمر بھر کے لئے کارآمد ہو جاتا ہے۔ کالا جادو کے مطالعہ سے آپکا دامن امید گوہر مراد سے بھر جائیگا۔ اور ایسی خوشی حاصل ہوگی۔ کہ لفظوں میں اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ ہماری کورس کے ذریعہ پتھردل کو مطیع کرنا نیز دشمن کو زیر کرکے اپنا فرمانبردار بنالینا آپکے لئے کچھ مشکل نہ ہوگا۔ نیز کالا جادو میں آپ کو وہ راز ملیں گے۔ جن کے ذریعہ آپ انسان کی نظروں سے پوشیدہ رہ کر آپ کو دیکھیں گے۔ مگر آپ کو کوئی نہ دیکھ سکے گا۔

قیمت باوجود ان سب خوبیوں کے فی جلد صرف عہ روپے ناپسند آنے پر یا غلط نکلنے پر واپسی کی شرط ہے۔

تاش کے کھیلوں کا مکمل کورس باتصویر

۵۰۰ روپیہ نقد انعام اسکو دیا جائیگا۔ جو یہ ثابت کر دے۔ کہ اردو زبان میں تاش کے کھیلوں پر ایسی جامع اور مکمل کتاب تاش میجک بک سے بڑھ کر اس سے پہلے بھی شائع ہو چکی ہے۔ یوں تو آپ نے تاش کے کھیلوں کی عام بازاری کتابیں بہت دیکھی ہونگی۔ مگر حال ہی میں ایک مستند میجیکل پروفیسر نے نہایت آسان اور بالکل سہل تاش کے کھیلوں کی ایک ایسی مکمل کتاب تیار کی ہے۔ کہ جس کے پڑھنے سے بالکل انجان سے انجان آدمی بھی تاش کے کھیلوں سے واقف ہو کر پروفیسر بن جاتا ہے۔ اس لاجواب اور بےنظیر کتاب میں تاش کے وہ کھیل درج ہیں۔ کہ جب اس کتاب کا کوئی کھیل دکھلایا جاتا ہے تو لوگ اسے مسمریزم خیال کرتے ہیں۔ یہ وہ لاثانی اور گرانقدر کتاب ہے۔ جس نے میجیکل دنیا میں ہلچل ڈالدی ہے۔ اور جس کے ایک ایک کھیل سیکھنے پر پروفیسر صاحب کو پچاس پچاس روپیہ دیکر بھی لوگ سیکھنے کے مشتاق تھے۔ لیکن پروفیسر صاحب پھر بھی کسی کو نہ بتاتے تھے۔ مگر ہم نے بہت سا روپیہ خرچ کر کے بہت عمدہ طریقہ سے فائدہ عام کیلئے یہ کتاب باتصویر نہایت اعلیٰ چھپوائی ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کھیلوں کے تمام طریقے نہایت آسان اور سہل عبارت میں باتصویر دیئے گئے ہیں۔ بس کتاب مذکور کو پڑھتے جاؤ۔ اور اپنے ہاتھ سے کھیل کرتے جاؤ۔ یہ کتاب بالکل نئی چھپی ہے۔ قیمت کتاب تاش میجک بک فی جلد صرف تین روپے۔ آج ہی فوراً طلب کرو۔ ورنہ دوسرے اڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ مانگ بہت زیادہ ہے۔

فالنامہ تاش عرف قسمت کے کارڈ باتصویر

حال ہی میں یورپ والوں نے ایک نئی سائنس ایجاد کی ہے۔ یعنی صرف تاش کے پتوں سے قسمت کا حال معلوم کرنا۔ اب نجومیوں اور جوتشیوں کے پاس جانے کی ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ ہر شخص تاش کے ذریعہ نہ صرف اپنی بلکہ دوسروں کی قسمت کا حال بھی آناً فاناً معلوم کر لیا کریگا۔ اسکے طریقے نہایت آسان اور عام فہم ہیں۔ جن کو بچہ بھی جانتا ہو تو ہر شخص کی قسمت کا حال فوراً بتلا سکتا ہے۔ کتاب فالنامہ تاش کے ذریعہ ہر شخص کے زمانہ ماضی حال و مستقبل کے حالات معلوم کئے جاسکتے ہیں۔ عورت مرد۔ بچہ بوڑھا۔ جوان ہر مذہب وملت کا آدمی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ قیمت کتاب فالنامہ تاش عرف قسمت کے کارڈ باتصویر جوکہ اس فن پر ایک جامع اور مکمل کورس ہے۔ جس کے انگریزی میں کئی اڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

قیمت فی جلد دو روپے

(شرط) ہر خریدار کے ساتھ یہ شرط کی جاتی ہے کہ اگر کوئی کتاب پسند نہ آئے یا غلط نکلے تو واپس کرکے اپنے دام منگوا سکتے ہیں۔

تمام کتب کے ملنے کا پتہ

دفتر دی آل انڈیا میجیکل ہاؤس (ایم ڈیپارٹمنٹ) ملتان شہر

تصنیفاتِ احمد حسین خانصاحب ایڈیٹر رسالہ شباب اُردو لاہور

سیرۃ احمدی یعنی حضور سرور عالم رحمۃ للعالمین کی سوانحعمری اس کتاب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح عمری کے علاوہ ازواج اور اولاد کا تذکرہ بھی ہے۔ حضور کے طبعی عادات وحالات حضور کی تعلیم اور اس کی فلاسفی نبوت اور معجزات اور انکی فلاسفی۔ تکثیر ازدواج طلاق غلامی اسلام مذہب سیف نہ تھا (نہ ہے) ان عنوانات پر تفصیلاً بحث علیحدہ علیحدہ باب قائم کرکے کی ہے جو اس کتاب کی خصوصیت ہے۔ نہایت دیدہ زیب کتابت اور طباعت البتہ کا غذ دو طرح کا لگایا گیا ہے۔ **قیمت** درجہ اول ۲ر۔ درجہ دوم عہ۔ عاشقان حضور کے قابل مطالعہ ہے جلد طلب فرمایئے تاکہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار نہ کرنا پڑے۔

نظیر بیگم یہ اپنے رنگ کا بےنظیر ناول ہے۔ جس میں ایک بیاہتا کی وفاداری اور رنڈی کی بیوفائی دکھائی گئی ہے۔ شوہر کی جدائی و بے التفاتی سے عورت مرجاتی ہے۔ آخر میں رنڈی کے مظالم سے شوہر تنگ آکر مجنون ہوجاتا ہے اور بیوی کی قبر کی تلاش میں قبرستان جاتا ہے وہاں ایک نقاب پوش عورت کو پاتا ہے جو در اصل اس کی بیوی ہے۔ مرجانے کے بعد اسے بیوی کیونکر زندہ مل گئی؟ یہ راز کتاب پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ عہ

حسرت یہ ایک اسم بامسمیٰ ناول ہے جس نے گردش زمانہ تنگی اور اقبال اور ادبار کے دلکش سین اور ایک جان نثار شوہر کی وفاداری اور مستقل مزاجی کو ایسے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے کہ حسرت کی زندہ تصویر آنکھوں کے روبرو پھر جاتی ہے۔ ایسے ناول بہت کم لکھے گئے ہیں۔ **قیمت** عہ

سوز عورت کی کیادی اور مکاری کی داستان۔ عورت کی بیوفائی۔ دوستوں کی عہد شکنی، خودغرضی اور خودکامی کے نتائج رنج اور اندوہ کا فسانہ درد وغم کی کہانی، زمانہ کی ناساعدت، دنیا کے نشیب و فراز، دوستوں پر بھروسہ کا انجام، بیوفائی اور بے مہری کی داستان، عورت کی کرتوت: ظالم کا ظلم اس کا کیفر کردار، ضبط و تحمل کی کامیابی بہت ہی دلچسپ اور دلکش انداز میں دکھائی گئی ہے اس کو پڑھ کر انسان مبہوت ہوجاتا ہے۔ **قیمت** عہ

گیتی آرا بری صحبت کا انجام۔ بدچلنی اور بدمعاشی کے نتائج، خرابات خانہ خراب کی کرتوت، ایک رئیس کی تباہی۔ یورپین تہذیب کے تباہ کن کرشمے۔ ایک مظلوم عورت کی کامیابی، بیوفا۔ بدمعاش اور بدچلن شوہر کی بدکرداریوں کا انجام شروع سے اخیر تک سوز و گداز اور درد و اندوہ سے معمور ہے۔ قیمت بارہ آنے - - - - - - - - - (۱۲ر)

آہ بہ فاضل مصنف کے بہترین ناولوں میں سے ایک اعلیٰ پایہ کا دردانگیز ہوشربا اور نتیجہ خیز افسانہ ہے۔ یہ ناول مستورات کو خاص شوق سے پڑھنا چاہیئے تاکہ معلوم ہو کہ وہ لڑکیاں جو خودسر ہوجاتی ہیں اور ناعاقبت اندیش ہیں اور والدین کے حکم سے باہر جاتی ہیں اپنی زندگی برباد کرتی ہیں۔ **قیمت** صرف بارہ آنہ - - - - ۱۲ر

شمع سحر ایک انگریزی ناول کا قابل قدر اُردو ترجمہ۔ مترجم نے کوشش کرکے قصہ کو ایشیا کے مذاق کے مطابق بنادیا ہے۔ اصل کتاب انگلستان کے ایک مشہور معروف ناولسٹ کی تصنیف ہے اس کتاب کی خوبی کی دلیل اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ پنجاب ٹکسٹ بک کمیٹی کی فہرست میں شامل ہے جس پایہ کی یہ کتاب ہے اسی پایہ کا یہ ترجمہ ہے۔ پڑھنے سے ترجمہ نہیں معلوم ہوتا بلکہ اوریجنل تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ **قیمت** صرف بارہ آنہ - - - - - (۱۲ر)

پری بانو قابل دید عجیب غریب ناول ہے۔ **قیمت** صرف بارہ آنہ - - - (۱۲ر)

آپ بیتی ایک لڑکے کا باپ فوت ہوجاتا ہے ماں دوسرا نکاح کرلیتی ہے۔ بچے کو اس موقعہ پر جو سختیاں اور تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں ان کو پڑھ کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں آخر میں خداوند تعالیٰ اپنا فضل کرتا ہے اور کامیاب لائق گریجویٹ بن جاتا ہے۔ نہایت مزیدار لکھا ہے۔ **قیمت** صرف بارہ آنہ - - - (۱۲ر)

آئینہ روزگار بچوں کو زیور پہنانا گویا بچہ کی جان ضائع کرنا ہے چور چوری کس طرح سیکھتا ہے اور مال کو کسطرح اُڑاتا ہے اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ کہیں کہیں عیاشی کے بدنتائج بھی معلوم ہوتے جائیں گے۔ یہ مصنف کا پہلا ناول ہے جس میں فسانہ اور ناول کا مزہ آتا ہے۔ واقعی آئینہ روزگار ہے۔ **قیمت** صرف - - عہ

نازنین مہ جبین ایک عورت کا آگ میں غسل کرکے دو ہزار سال تک زندہ رہنا اور پھر غسل آتشین سے ہی زندگی کا ختم ہونا نہایت رقت خیز اور حیران کرنے والا بیان ہے پڑھیں اور متعجب ہوں۔ وحشیانہ زندگی اور وحشیوں کے رسم و رواج بھی اس سے معلوم ہوجائیں گے یہ نہایت ہی دلچسپ اور قابل دید کتاب ہے ۹ر

سادھو کی کرتوت فقیری کے لباس میں عیاشی۔ قزاقی ظلم و ستم کا نظارہ قابل دید قیمت ... ۸ر

گلبدن ایک غریب کا اتفاقاً۔ لاٹری میں دولت پاکر دولتمند ہوجانا پھر دولت کے نشہ میں آکر اعزا اقربا سے نفرت کرنا اولاً اپنی لڑکی کی نسبت اپنے بھتیجے سے کرکے اس سے پھر جانا۔ نتیجہ کیلئے ناول دیکھو سراغرسانی کا بہت ہی دلچسپ ناول ہے۔ **قیمت** - ۱۲ر

مکافات عمل ایک سنسنی خیز اور پر درد فسانہ، محبت کی باتیں۔

عشق کے چوچلے۔ وصال و فراق کی داستان۔ راز و نیاز کی باتیں اور محبت کی کرشمہ سازیاں۔ **قیمت** ایک روپیہ ۔ ۔ ۔ عہ/ر

پارۂ دل ایک دلگداز فسانہ۔ گردش تقدیر کے کرشمے۔ جدائی اور نامرادی کی داستان۔ حسن و عشق کا معاملہ بہت ہی دل سوز اور جگر دوز فسانہ ہے۔ **قیمت** ایک روپیہ ۔ ۔ ۔ عہ/ر

درد ایک لاجواب ڈیٹکٹو ناول جس کے متعلق لوگوں کا خیال ہے کہ پری بانو کے بعد یہ سب سے بہتر ناول ہے۔ اس کو پڑھ کر انسان ہمہ تن درد و سوز بن جاتا ہے۔ **قیمت** ایک روپیہ چار آنہ ۔ ۔ عہ/ر

وہ عورت جس نے کرکے دکھایا ایک عجیب و غریب ناول قابل مطالعہ قیمت ۱۲/ر

واہ سراغرسانی کے ناولوں میں سب سے بہتر ناول ہے۔ انسپکٹر محمود صاحب ہندوستان کے شرلاک ہومز کے کارنامے جو جناب مسٹر ٹاملنسن صاحب بہادر ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس کے ایماء سے لکھا گیا ہے اور انہی کے نام نامی پر معنون ہے۔ **قیمت** ۔ عہ/ر

سُرخ حرف بعض کا خیال ہے کہ یہ فلسفی ناول جو سراپا سوز و گداز ہے۔ بہترین تصنیف میں سے ہے اور بالکل سچ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک دیوانہ انتقام شوہر نے عبرت خیز انتقام کس طرح لیا قابل دید۔ **قیمت** بارہ آنہ ۔ ۔ ۔ (۱۲)

ابلیس و جمیلہ شیطان کے انسانوں سے ہتھکنڈے لائق دید قابل عبرت ناول۔ **قیمت** صرف ۔ ۔ ۔ ۱۲

اسرار امرتسر ٹائیٹل اور طباعت وغیرہ دیدہ زیب واقعات نہایت دلربا۔ **قیمت** صرف ۔ ۔ ۔ ۹

کوہ شملہ یہ ناول بھی دیکھنے کے لائق ہے اسے پڑھ کر دنیا کے نشیب و فراز انسان خوب سمجھ سکتا ہے۔ **قیمت**

تصویر رسوائی یعنی سردار بیگم کی بیوفائی۔ نہایت دلچسپ ناول ہے۔ **قیمت** آٹھ آنہ ۔ ۔ ۔ ۸

تصنیفات عدیم المثال فسانہ نویس منشی پریم چند صاحب بی اے لکھنوی

منشی صاحب کے افسانے اور ناول ہمیشہ اصلاح اخلاق پر مبنی ہوتے ہیں اور ان کا مقصد شریفانہ جذبات کا برانگیختہ کرنا ہوتا ہے۔ ان میں فطرت کا دلچسپ مطالعہ نازک ترین جذبات و احساسات کا بیان ہے۔ زندگی کے معموں کو نہایت خوبی سے سلجھایا ہے۔ یہ غیر ممکن ہے کہ منشی صاحب کی تصنیف آپ پڑھیں اور ان کی جادو بیانی اور سحر نگاری کے قائل نہ ہو جائیں۔ پڑھ کر دیکھئے!

پریم پچیسی حصہ اول و دوم ادیب فطرت نگار کی سب سے پہلی اور سب سے زیادہ مقبول تصنیف جو پہلا ایڈیشن تمام ہونے کے بعد کہیں سے دستیاب نہ ہو سکتی تھی۔ اس مجموعہ میں ممتا، بڑے گھر کی بیٹی، نمک کا داروغہ، رانی سارندھا، بے غرض محسن، آہ بیکس، خون سفید، صرف ایک آواز، کرموں کا پھل، غیرت کی کٹاری، منزل مقصود، وغیرہ خاص طور پر شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ **قیمت** حصہ اول عہ/ر حصہ دوم عہ/ر

پریم بتیسی حصہ اول و دوم ہندوستان کے بے نظیر افسانہ نویس منشی پریم چند کے افسانے ہمیشہ اصلاح خلق پر مبنی ہوتے ہیں اور ان کا مقصد شریفانہ جذبات مثلاً غیرت، حیا، خوف خدا، شجاعت اور آزادی ضمیر وغیرہ کا برانگیختہ کرنا ہوتا ہے۔ پریم بتیسی کے تبیس تازہ ترین قصوں کا مجموعہ ہے۔ ان قصوں میں فطرت کا دلچسپ مطالعہ نازک ترین جذبات و احساسات کا بیان ہندوستانی مناظر قدرت کے پرلطف اسکیچ ہیں۔ زندگی کے معموں کو نہایت خوبی سے سلجھایا ہے۔ اور ان کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ وہ قصے ہیں جو ہندوستانی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیں گے غیر ممکن ہے کہ کوئی صاحب صاحب موصوف کی تصنیف پڑھے اور آپ کی جادو بیانی اور سحر نگاری کا قائل نہ ہو جائے۔ **قیمت** حصہ اول ۱۲/ر حصہ دوم عہ/ر

خاک پروانہ منشی صاحب کے تازہ افسانوں کا مجموعہ جس کی شہرت و قبول کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ چینی زبان میں بھی اس کے ترجمے ہوئے ہیں۔ **قیمت** ۔ ۔

خواب و خیال منشی پریم چند کے تازہ ترین مختلف افسانوں کا مجموعہ ہر افسانہ پختگی خیالات اور شستگی تحریر کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اور حقائق حیات کی مصوری کے ساتھ معاشرتی مسائل کے نہایت اہم پہلوؤں کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ ضخامت ۲۰۰ صفحے ٹائٹل رنگین۔ **قیمت** ایک روپیہ چار آنہ ۔ ۔ ۔

بازار حسن ادیب فطرت نگار منشی پریم چند کا پہلا ضخیم ناول جس میں ایک حسین اور ناز و نعم میں پلی ہوئی لڑکی کا جسے اس کے باپ کی گرفتاری کے بعد اس کے عزیزوں نے ایک غریب شخص سے بیاہ دیا جو کسی لحاظ سے اس کے لئے موزوں نہ تھا۔ ایک طوائف کا مکان قریب ہونے کے باعث وہ لڑکی اپنی

موازنہ اس سے کر کے ہمیشہ رشک کرتی تھی۔ یہاں تک کہ آخر ایک روز شوہر سے لڑائی ہونے کے بعد بازار حسن کی زینت بن گئی۔ ایک مخلص قوم نے اسے بہت مشکل سے اس ذلت کے غار سے نکال کر اس راستہ پر لگا دیا جو انسانی زندگی کا منزل مقصود ہے۔ ضمناً ان امور پر بھی نہایت خوبی سے روشنی ڈالی گئی ہے کہ بازار حسن کے فروغ کا سوسائٹی پر کس قدر الزام ہے۔ ہندو مسلم اختلافات کے کیسے مضر نتائج نکلتے ہیں اور بازار حسن کی اصلاح کے کیا طریق ہیں۔

قیمت حصہ اول عہ ر حصہ دوم ۱عہ ر

چوگان ہستی ہندی میں منشی صاحب کا یہی ناول "رنگ بھومی" کے نام سے اس قدر مقبول ہوا کہ تمام پریس نے باتفاق رائے اسے طبعزاد ہندی ادب کا اور منشی پریم چند صاحب کا بہترین ناول قرار دیا ہے۔ منشی پریم چند صاحب نے اس شاہکار کا خود اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ معاشرت کی صحیح مصوری اور کردار نگاری نکتہ رسی اور فلسفیانہ غور و خوض میں منشی صاحب کو یدطولیٰ حاصل ہے۔ اور اس ناول میں ان کی یہ تمام خصوصیات اپنے پورے شباب پر ہیں۔ ایک حیرتناک موثر افسانہ جو بے مثال قادر الکلامی سے بیان کیا گیا ہے۔ رسالہ زمانہ میں اتنی سی اطلاع نکل جانے پر کہ یہ ناول جلد شائع ہونیوالا ہے فرمائشوں کی بھرمار ہوگئی تھی۔ ابھی ابھی چھپ کر تیار ہوا ہے۔ مایوسی سے بچنے کیلئے فوراً طلب کیجئے۔ **قیمت** حصہ اول عہ حصہ دوم عہ

رام چرچا ہمارے دوست پریم چند صاحب نے یوں تو اردو زبان کو اپنی بے نظیر تصانیف سے مالا مال کر دیا ہے لیکن ان کی یہ کتاب خاص طور پر بچوں کے پڑھنے کے واسطے لکھی گئی ہے۔ اس کی زبان خاص طور پر سلیس و سادہ ہے۔ طرز بیان ایسا ہے کہ رامائن کے تمام واقعات ننھے ننھے بچے بھی اسے پڑھ کر ذہن نشین کر سکتے ہیں۔ "رام چرچا" میں مریادا پرشوتم سری رام چندر جی مہاراج کی لاثانی زندگی کے پورے حالات اور واقعات قلمبند کئے ہیں پیدائش۔ شادی، بن باس۔ سیتا جی کا ہر جانا۔ لنکا پر حملہ۔ اجودھیا میں واپسی، بھرت ملاپ، سیتا جی کا بن باس وغیرہ۔ تمام واقعات نہایت تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ بچوں کے علاوہ کم استعداد اصحاب اور عورتوں کے لئے بھی اس کا مطالعہ دلچسپی کا باعث ہوگا۔ چھوٹی تقطیع۔ حجم ۲۴۶ صفحات۔ سرورق رنگین و مصور۔ قیمت عہ ر

نرملا ناول۔ قابل دید تازہ تصنیف عہ | **سوز وطن**۔ حب وطن کے قصے ۱۲ ر
پریم چالیسی۔ اعلیٰ کہانیاں حصہ اول | **گوشہ عافیت** حصہ اول ناول عہ ۱۲ ر
تازہ قیمت ۱۲ ر | " " حصہ دوم عہ ر

تصنیفات بابو تیرتھ رام صاحب فیروزپوری مشہور ناول نویس

فسانہ بنگال بنگلہ زبان کی چیدہ اور پسندیدہ کہانیوں کا ترجمہ شستہ و رفتہ اردو میں کوئی کہانی ایسی نہیں کہ آپ اسے شروع کر کے نامکمل چھوڑ سکیں ۱۳۵ صفحے **قیمت** ۱۲ ر

نقلی نواب یہ بڑا دلچسپ اور قابل دید جاسوسی ناول ہے اور نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ قیمت عہ

سنبلستان بنگلہ کی پندرہ نہایت دلکش اور مقبول کہانیوں کا مجموعہ جن میں سے ہر ایک پبلک سے تحسین کا خراج حاصل کر چکی ہے۔ ۱۷۶ صفحے **قیمت** عہ ر

مصنوعی انسان (اور دوسرے افسانے) نہایت دلچسپ اور مقبول و دلکش کہانیوں کا مجموعہ قیمت ۱۲ ر

تصنیفات مہاشہ سدرشن

بنگال بتیسی پہلا حصہ یہ ۳۰۴ صفحات کی کتاب نہایت عمدہ کاغذ پر نفیس لکھائی چھپائی کیساتھ شائع ہوئی ہے۔ اس حصہ میں بنگالی زبان کے بہترین کہانیاں لکھنے والے اصحاب کی ۱۳ کہانیوں کا ترجمہ ہے۔ یہ کہانیاں اس قدر پر لطف پر سبق اور دلچسپ ہیں کہ پڑھ کر پرندہ دل رقص کرنے لگتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے اردو دان اصحاب کو معلوم ہوگا کہ فن قصہ نویسی کیا ہے بنگالیوں نے اس فن کو کس قدر عروج پر پہنچا دیا ہے۔ یہ کتاب ہر ایک عورت مرد کے دیکھنے کی چیز ہے اور اس میں کوئی فقرہ یا سطر ایسی نہیں جو چال چلن پر برا اثر ڈالنے والی ہو۔ جو اصحاب کہانیاں لکھنا سیکھنے کے خواہشمند ہوں ان کو اس کتاب کا ضرور بالضرور مطالعہ کرنا چاہیئے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ غلط راستے پر ہولیں اور لکھنے کی عادت انہیں ایسی پڑ جائے کہ پھر بدلنا ناممکن ہو جائے۔ ذیل میں ان اصحاب کے اسمائے گرامی درج کرتے ہیں جن کی کہانیاں اس حصہ میں ترجمہ کر کے داخل کی گئی ہیں تاکہ ان کی اہمیت کا احساس

ملنے کا پتہ:- مینیجر گیلانی الیکٹرک پریس و بک ڈپو ہسپتال روڈ - لاہور

لوگوں کو ہو سکے اور وہ کچھ اندازہ کتاب کی خوبیوں کا لگا سکیں۔
شاعر رابندرناتھ ٹیگور۔ بابو پربھات کمار چیٹرجی ایم اے بیرسٹر شریمتی ان پورنا دیوی بی اے۔ بابو شرت چندر چٹرجی۔ بابو شرچند گھوشال ایم اے۔ بابو کیشو چندر گپتا۔ ایم۔ اے بی ایل۔ بابو جلدھر سین بابو اپیندرناتھ گانگولی۔ بابو سریندر موہن مکرجی۔ شریمتی نروپما دیوی بابو ہیم ناتھ سرکار۔ بابو گرجا کمار گھوش۔ قیمت ۔ ۔ ۔ عہ

بنگال ستیسی دوسرا حصہ یہ اسی کتاب کا دوسرا حصہ ہے۔ اس کی لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ ہے۔ مگر کاغذ ذرا میلا ہے اس کے ۲۷۰ صفحے ہیں اور اس میں ۱۹ کہانیاں ہیں ہم تو نہیں سمجھتے مگر لوگوں کا خیال ہے کہ اس حصہ کی کہانیاں پہلے حصہ کی کہانیوں سے بدرجہا افضل و برتر ہیں۔ ان میں فصاحت ہے ان میں بے ساختہ پن ہے۔ ان میں حسن ہے اور ان سب سے بڑھکر ان میں تاثیر ہے جو نہایت ضروری عنصر ہر ایک عمدہ اور مفید کتاب کا ہے۔ بہت عمدہ کتاب ہے۔ ذیل میں کہانیوں کے عنوان اور ان کے لکھنے والوں کے اسمائے گرامی درج کئے جاتے ہیں:۔

(۱) ایک اندھی کی سرگذشت۔ شاعر سر رابندرناتھ ٹیگور۔
(۲) قیس۔ شریمتی سورن کماری دیوی بی اے۔
(۳) بدنصیب۔ رادھے موہن گھوش۔
(۴) بدصورت دلہن۔ شریمتی سیتا دیوی بی۔ اے۔
(۵) جب دنیا محبت کے رستہ میں کھڑی ہوجاتی ہے۔ شریمتی شانتا دیوی بی اے
(۶) سونے کا شیر۔ پربھات کمار بیرسٹر ایٹ لا۔
(۷) فرضی نام۔ پی۔ کے مکھوپادھیائے بی اے۔
(۸) حسن سیرت۔ بابو پرکاش چند۔
(۹) پراثر تصویر۔ بابو کیشو چندر گپت ایم اے بی ایل۔
(۱۰) لال کرتا۔ بابو ہیم ناتھ سرکار۔
(۱۱) غم نصیب۔ بابو شرت چندر چیٹرجی۔
(۱۲) انارکلی۔ بابو سمریندرناتھ گپت۔
(۱۳) لکڑی کا گھوڑا۔ بابو گرجا کمار گھوش۔
(۱۴) ملاح کی بیٹی۔ اپیندرناتھ گانگولی۔
(۱۵) میری ملازمت۔ بابو جلدھر سین۔
(۱۶) گونگی کا عشق۔ شریمتی نروپما دیوی۔
(۱۷) پاداش عمل۔ بابو شرو چندر گھوشال۔
(۱۸) نگاہ انتخاب۔ بابو پریم کمار۔
(۱۹) آزمائش۔ شاعر رابندرناتھ ٹیگور۔

کہانیوں کی یہ کتاب کہانیوں کے ہر ایک شوقین کو پڑھنی چاہئے۔
قیمت ایک روپیہ بارہ آنہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عہ

گناہ کی بیٹی یہ پونے ایک سو صفحے کا ناول ہے۔ جسے فطرت نگار سدرشن نے بنگالی زبان کے ایک نادر ناول سے ترجمہ کیا ہے۔ اس میں ایک آوارہ عورت کی بیٹی کے حالات درج کئے گئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ نیک جذبات ایسے سینوں میں بھی کروٹیں بدلتے ہیں۔ جہاں انسان کو گناہ کے سوائے کسی دوسری شے کی توقع نہیں ہوتی اور روشنی وہاں بھی اپنے جلوے دکھاتی ہے جہاں بظاہر سراسر تاریکی کی حکومت سمجھی جاتی ہے اور کہ دنیا میں نیکی بھی تکلیف پاتی ہے اگرچہ گناہ کے پیٹ سے پیدا ہو اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ نیکی کی تکمیل کس قدر مشکل اور بدی کرنا کس قدر آسان ہے اور پھر لطف یہ ہے کہ حسن و عشق کی داستان کے ساتھ معرفت کے ایسے ایسے عقدے مصنف نے حل کئے ہیں کہ انسان عش عش کر اٹھتا ہے۔ اس کتاب کا آغاز عشق مجازی سے ہوتا ہے مگر آخر میں وہی عشق۔ عشق حقیقی میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ قیمت ۔ ۔ ۔ عہ

وجے سنگھ یہ بنگال کے مشہور ڈرامائسٹ بابو ڈی۔ ایل رائے کا ناٹک ہے۔ جسے فطرت نگار نے اردو جامہ پہنایا ہے۔ لکھائی چھپائی عمدہ اور کاغذ نفیس ہے اور حجم ۲۰۸ صفحے ہے۔ اس میں سوتیلی ماں کی خصلت بد کا۔ باپ کی محبت کا۔ عورت کی جانبازی کا اور شریفانہ جذبات کا بیان ہے۔ پہلا ہی منظر اس قدر پر اثر ہے کہ پڑھکر طبیعت پر اثر ہوجاتا ہے اور اس کے بعد ہر ایک منظر ایسا دلچسپ ہے کہ جب تک کتاب ختم نہ ہوجائے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ ناٹک بازاری ناٹکوں کی طرح نہیں ہے۔ اس میں انسانی دل کی گہرائیوں اور بلندیوں کا بیان ہے۔

آپ نے اردو ناٹک بہت دیکھے ہوں گے مگر بنگالی دماغ نے ناٹک کیا بنا دیا ہے یہ دیکھنا ہو تو وجے سنگھ دیکھئے۔ بہت زمانہ گذرا اجودھیا کے رام نے لنکا پر حملہ کیا تھا مگر لنکا پر دوسرا حملہ کب اور کس نے کیا۔ اور کن حالات میں کیا اور کس طرح کیا اور اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ مسلمان تو ایک طرف رہے خود ہندو بھی نہیں جانتے۔ وجے سنگھ ان سوالوں کا جواب ہے۔ پڑھ کر دیکھئے۔ آپ دنگ رہ جائیں گے۔
قیمت اس کی ایک روپیہ ہے جو اسکی خوبیوں کے مقابلہ میں کچھ نہیں

عورت کی محبت ۲۰۴ صفحے کا ناٹک ہے۔ کاغذ لکھائی عمدہ ہے۔ اس کے مصنف بھی ڈی۔ ایل رائے ہیں۔ اور مترجم فطرت نگار سدرشن۔ یہ کہنے کو ناٹک ہے مگر سچ پوچھا جائے تو وعظ و پند کا ایک دفتر ہے۔ اور خوبی یہ کہ اکتاتا نہیں۔ طبیعت کہانی میں پھنسی رہتی ہے۔ اور دل پر شرافت

ہو جاتا ہے۔ آپنے اُردو میں آج تک جتنے ناٹک دیکھے ہیں اُن میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو اس ناٹک کا مقابلہ کر سکے۔ اس میں دکھایا گیا ہے کہ اصلی محبت کیا ہے اور سفلی جذبات کیسے ہوتے ہیں۔ ایک نقاد کی رائے ہے کہ شیکسپیر نے کنگ لیئر میں لیئر کا کیرکٹر بنانے میں جو کمال دکھایا ہے اس سے زیادہ کمال ڈی۔ ایل رائے کا ہے جنہوں نے لالہ سکندر لال جیسا محبت کا فرشتہ دنیا کی آنکھوں کے سامنے پیش کیا ہے کیا عجیب شخص ہے۔ ہر شخص سے نیکی کرتا ہے۔ ہر جگہ نیکی کرتا ہے اور پھر اپنا احسان نہیں سمجھتا۔ سوچتا ہے میں نے اپنا فرض ادا کیا۔ ایسے صاف دل کا آدمی جب اپنے ساتھ دنیا کا ظالمانہ سلوک دیکھتا ہے تو کیا کہتا ہے۔ یہ حصہ کتاب کی جان ہے۔ شیکسپیر کے لیئر میں پاگل پن میں جو کچھ کہا ہے وہ ایسا بیش قیمت خزانہ ہے جس پر انگلستان فخر کرتا ہے۔ مگر ہماری سنو تو یہ سکندر لال لیئر سے بھی بڑھ گیا۔ اس کی پاگل پن کی باتوں میں وہ دانائی بھری ہے جو دل کی آنکھیں کھول دیتی ہے۔ پڑھ کر دیکھئے کہ آپ خوش ہوں گے کہ آپنے اس کتاب کو پڑھا۔ قیمت عہ ر

بہارستان یہ دلچسپ کہانیوں کا مجموعہ ہے جس پر پنجاب گورنمنٹ نے ساڑھے سات سو روپیہ انعام دیا قیمت عہ ۱۲ر

فطرت نگار سدرشن صاحب دور حاضرہ کے بہترین قصہ نویسوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی شہرت محتاج تعریف نہیں رہی انکی کتابیں پڑھ کر آپ خوش ہوں گے آپ کو فخر ہوگا کہ مادر ہند بھی ایسے مصنف پیدا کرنے لگی ہے۔ ان کی کتابیں عورت مرد بچے سب کے پڑھنے کے لائق ہیں۔ اکثر کا ترجمہ گجراتی، سندھی اور مرہٹی زبانوں میں ہو کر مقبول ہو چکا ہے

چندن (کہانیاں) - -	عہ	چٹکیاں (مختصر کہانی) - ..	۶ر
بیگناہ مجرم (ناول) - -	عہ ر	محبت کا انتقام (ناٹک)	عہ ر
تہذیب کے تازیانے (سیاسی) -	۱۲ر	کنج عافیت (ناول)	۶ر
قوم پرست (دلکش ناول) - -	عہ ر	قوس قزح (کہانیاں)	عہ ر
من کی سوچ (اعلیٰ کہانیاں) -	۱۲ر	آنریری مجسٹریٹ (پر لطف کامیڈی)	۱۴ر
سدا بہار پھول (کہانیاں) - -	۱۲ر	زہریلا آب حیات (ناول) - -	عہ ر
گلدستہ سخن (انتخاب نظم) -	عگار	راج سنگھ ناول - - - -	عہ ر
قدرت کے کھیل (ناول) - -	عہ ر	سنگیت مہابھارت (ناٹک) - -	۸ر
خوش انجام (ناول) - - -	۱۴ر	چشم و چراغ (تازہ تصنیف کہانیاں)	عہ
صبح وطن (کہانیاں) .. .. -	عہ ر		

بچوں کیلئے دلچسپ کہانیاں آسان عبارت میں

پارس باتصویر حصہ اول (کہانیاں) ۱۴ر	امرت باتصویر (کہانیاں) ۸ر	شاہزادہ ساگر - - ۸ر	بچوں کیلئے مہابھارت (باتصویر) ۱۴ر
پارس حصہ دوم (ہ) ۹ر	دنیا کے عجائبات (باتصویر) ۸ر	پھول وتی (ناول) ۸ر	ہمارے رشی کی پیاری (باتصویر) ۶ر
پارس حصہ چہارم ہ ۱۴ر	بچوں کیلئے ہتوپدیش - - ۱۰ر	بچوں کیلئے رامائن باتصویر عہ ر	رستم و سہراب (ناول) - - - ۸ر

عرض حال

مولانا محمد عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم میرے محترم بزرگ دوست تھے۔ آپکے بیش بہا مضامین میں نے "مضامین شرر" کے نام سے سات جلدوں میں شائع کئے ہیں۔ جن دنوں مولانا مرحوم انگلستان تشریف لے گئے آپ کی غیر حاضری میں ہندوستان کے اکثر مطابع نے ان کی پہلی تصنیفات کو بلا اجازت چھاپنا شروع کر دیا۔ گو یہ بھی ایک بڑا بھاری اخلاقی اور قانونی جرم تھا مگر اس پر مزید غضب یہ کیا کہ کاغذ۔ لکھائی اور چھپائی کا کچھ خیال نہ کیا بلکہ غلط سلط چھاپ کر روپے بٹورنے شروع کر دیئے مجھے کتابوں کو اس طرح غارت ہوتے دیکھ کر سخت رنج ہوا۔ اس لئے میں نے باجازت ان کتابوں کو چھاپنا شروع کیا ہے اور قیمت بھی معمولی رکھی ہے۔ اب جبکہ آپ کو یہ کتابیں عمدہ صورت میں اور بازاری مطابع کے نرخ پر ہی ملیں گی تو ردی غلط کتابوں کے خرید سے احتراز فرمائیں •

آپکا دعاگو :- سید مبارک علی شاہ گیلانی مولوی فاضل مہر نگ لاہور

دلگداز ۱۸۹۸ء تا ۱۹۱۶ء۔ دلگداز ۱۹۱۶ء بلحاظ اعلیٰ مضامین کے قابل دید ہیں فی جلد ۲ر

ملک العزیز ورجینیا۔ اسلامی جوش۔ حسن و عشق۔ بقصہ نہیں جیتی جاگتی تصویریں ہیں عہ ر

حسن انجلینا۔ روم و روس کی لڑائی۔ کامیاب محبت کا بیان - - ۱۴ر

منصور موہنا۔ عشق و محبت کا دردناک انجام - - عہ ر

دلچسپ ہر دو حصہ۔ مولانا شرر کی سب سے پہلی تصنیف - ۱۴ر

دلکش کامل۔ کالج کے اعلیٰ تعلیم یافتوں کا نقشہ - .. - عہ ر

شہید وفا۔ حسرت بھری داستان۔ قصہ نہیں۔ تاریخ ۱۲ر

بدر النساء کی مصیبت نہایت پر لطف اور پر عبرت بہ ترمیم و اضافہ دلکش قابل دید ۶ر

میوہ تلخ۔ اخلاقی ڈراما جس کے ذریعے تعلیم نسواں کی ضرورت دکھلائی گئی ہیں - ۸ر

ڈاکو کی دلہن۔ ایک نہایت دلچسپ انگریزی ناول کا ترجمہ - - ۱۲ر

خوبیٔ قسمت۔ رینلڈ کے تیرے ڈلش ناول کا دلکش ترجمہ عہ ۔ فردوس بریں۔ جیتے جی بہشت کی سیر۔ قابل دید ۔ ۔ ۱۲ ۔
خاتم المرسلین۔ حضور سرورِ عالم کی مکمل سیرت (زیر طبع) ۔ قیمت ۔

رسالہ زمانہ کانپور کا ریویو

مضامین شرر

مولانا عبد الحلیم صاحب شرر مرحوم لکھنوی اُردو زبان کے ایک کہنہ مشاق اور مستند اہل قلم تھے۔ وہ اپنے علمی و ادبی ذوق اور کارناموں کی وجہ سے ہندوستان بھر میں مشہور ہیں اور ہر ایک علمی مجلس میں ان کا نام عزت و احترام سے لیا جاتا ہے۔ غالباً وہ سب سے پہلے شخص تھے جنہوں نے اسلامی تاریخ کے اکثر واقعات کو دلکش افسانوں کے سانچے میں ڈھالا۔ شرر مرحوم کے ناول اہل علم کے علاوہ عوام کی بھی دلچسپی اور معلومات میں اضافہ کا موجب ہوئے۔ مناظر فطرت کی تصویر کشی اور واقعات کا نقشہ اتارنے میں ان کو کمال حاصل تھا۔ ماہ ملک حسن انجلینا، ملکہ العزیز اور ورجینا وغیرہ ناولوں میں مناظر فطرت، میدان جنگ، مجالس عیش و طرب اور دوسرے واقعات اس انداز سے بیان کئے ہیں کہ پڑھنے والے کی نگاہوں کے سامنے اصل واقعہ اپنی حقیقی شکل و صورت میں آجاتا ہے۔

مولانا شرر مرحوم کی مستقل تصانیف شائع ہو کر ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکی ہیں اور تعلیم یافتہ طبقہ میں کوئی ایسا شخص مشکل ہی سے ملیگا جس نے ان کے ایک دو ناولوں کو نہ پڑھا ہو۔ مگر مولانائے مرحوم کے وہ علمی و ادبی مضامین اور تاریخی جواہر پارے جو زیادہ تر "دلگداز" اور کثیر دوسرے ملکی رسائل میں شائع ہو کر مقبول عام ہو چکے تھے۔ ایک مدت تک منضبط و مرتب صورت میں نہ لائے جا سکے بلکہ رسائل کے اوراق پریشاں ہی میں منتشر رہے ایسی صورت میں عام شائقین کو ان کے مطالعہ سے استفادہ کرنے کا موقع نہیں مل سکتا تھا۔ ضرورت تھی کہ ان تمام متفرق مضامین کو ایک جگہ جمع کیا جاتا۔ اور خوشی کا مقام ہے کہ سید مبارک علی شاہ صاحب گیلانی نے اس مفید مگر کار عظیم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا بیڑا اٹھایا۔ اور مولانا شرر کے تمام متفرق جواہر ریزے حسن ترتیب کے ساتھ ایک سلک میں منسلک کر کے اُردو زبان کی ایک بہت بڑی خدمت انجام دی۔ سید صاحب موصوف کی یہ مبارک کوشش اور بلند حوصلگی رسمی داد سے مستغنی ہے۔ ان مضامین کی ترتیب و تدوین بجائے خود ایک بہت بڑا کام تھا۔ اور پھر ان کی طباعت میں ہزارہا روپیہ کا صرفہ برداشت کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ ہر اہل علم کا فرض ہے کہ وہ سید صاحب کی اس علمی خدمت کی کما حقہٗ قدر کرے۔ جس کی بہت آسان صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس مجموعہ مضامین کو خرید کر "ہم خرما و ہم ثواب" کا لطف اٹھایئے۔ مولانا شرر کے مضامین اپنی نوعیت کے اعتبار سے متعدد جلدوں اور حصوں میں منقسم ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:-

جلد اوّل (شاعرانہ و عاشقانہ مضامین) اس جلد کے تین حصے ہیں جن کی قیمت علیحدہ علیحدہ ۱۲ ۔ ۱۲ ۔ ۱۴ ہے۔

جلد دوم۔ (تاریخی اور جغرافی مضامین) اس جلد کے بھی تین حصے ہیں۔ قیمت علی الترتیب ۱۲ ۔ ۱۰ ۔ ۱۴ ہے۔

جلد سوم۔ (سیر و سوانح) جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ اس جلد میں جس کے تین حصے ہیں۔ نامور مردوں اور عورتوں کے حالات ہیں۔ پہلے حصہ میں صرف مردوں کے سوانح حیات ہیں۔ دوسرے اور تیسرے حصہ میں عورتوں کے۔ قیمت علی الترتیب ہے ۔ عہ ۔ ۱۰ ۔ ۱۲

جلد چہارم۔ (ادب و تحقیق مسائل) یہ محققانہ علمی و ادبی مضامین کا ایک بیش بہا مجموعہ ہے۔ قیمت ۔ ۔ ۱۲

جلد پنجم۔ (اصلاح قوم و ملت) اس میں وہ مضامین ہیں جو قوم و ملت کی اصلاح کیلئے لکھے گئے ہیں اسکی قیمت صرف عہ ہے

جلد ششم (تاریخی واقعات پر خیال آرائی) جیسا نام ہے ویسے مضامین بھی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ دس آنہ۔ ۱۰

جلد ہفتم (نظم و ڈرامہ) اس جلد میں مولانا کی مستقل نظمیں۔ ڈراما اور بعض دوسرے متفرق مضامین ہیں۔ قیمت ۔ ۔ ۱۲

مذکورہ بالا سات جلدیں جو تیرہ حصوں میں منقسم ہیں تقریباً چار ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ ہر ایک جلد اور ہر حصہ پر علیحدہ علیحدہ تبصرہ کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔ پھر بھی ان کی خوبیوں کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ لہٰذا "قیاس کن زگلستان من بہار مرا" کو مد نظر رکھکر حسب بالا تفصیل ہی کافی سمجھنی چاہیئے۔

آخر میں ہم ایک بار پھر سید مبارک علی شاہ صاحب گیلانی کو ان کی اس اہم و قابل قدر علمی و ادبی خدمت پر مبارکباد دیتے ہیں اور ناظرین زمانہ سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس بے بہا خزانہ کو جلد از جلد حاصل کر کے مستفید ہوں ۔

(ریویو رسالۂ "زمانہ" کانپور)

دیگر تصانیف مولانا محمد عبد الحلیم صاحب شرر مرحوم

تاریخ سوانحعمری اور لیکچر وغیرہ

جنید بغدادیؒ۔ حضرت جنید کے حالات ۔ ۔ ۔ ۔ عمر

ابوبکر شبلیؒ۔ حضرت شبلی کے حالات ۔ ۔ ۔ ۔ عمر

حسن بن صباح ۔ بانی فرقہ باطنیہ کے حالات ۔ ۔ ۔ ۶/

خواجہ معین الدینؒ۔ خواجہ اجمیری کے حالات ۔ ۔ ۶/

ملکہ زنوبیہ ۔ سلف کی ایک عربی نژاد ملکہ ۔ ۔ ۔ ۴/

سکینہ بنت حسینؓ۔ جناب سکینہ بنت امام حسینؑ کے حالات ۶/

قرۃ العین ۔ ایران کی مشہور مجتہد زادی کے حالات ۔ ۔ ۲/

ولادت سرور عالمؐ۔ مولد شریف مصنفہ علامہ ابو الفرج ابن جوزی کا ترجمہ نثر کا نثر میں نظم کا نظم میں مجلد ۸/

سفرنامہ امام شافعیؒ۔ امام ممدوح کے سفر کے حالات ۔ ۔ ۴/

سرسید کی دینی برکتیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۲/

قانون وراثت اسلام پر مولانا کا ایک لیکچر ۔ ۔ ۔ ۴/

ہندوستان کی موسیقی ۔ ۔ ۔ ۔ ۴/

ثانی اثنینؓ۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے حالات ۔ ۔ ۔ ۶/

ذی النورینؓ۔ حضرت عثمانؓ کے حالات ۔ ۔ ۔ ۱۰/

ابو الحسنینؓ۔ حضرت علیؓ کے حالات ۔ ۔ ۔ ۸/

تاریخی ناول

عزیزہ مصر ۔ عہد بنی طولون کا تاریخی ناول ۔ ۔ ۔ عمر

فتح اندلس ۔ اسپین پر عربوں کا حملہ ۔ ۔ ۔ عمر

روضۃ الکبریٰ ۔ روم پر گاتھ لوگوں کا حملہ ۔ ۔ ۔ عمر

مفتوح فاتح ۔ ایک نہایت دلچسپ تاریخی ناول ۔ ۔ ۔ عمر

فلپانا ۔ ارض طرابلس الغرب پر صحابہ کا حملہ ۔ ۔ ۔ عمر

فلورا فلورنڈا ۔ ہسپانیہ کے عہد خلافت کے واقعات ۔ ۔ عمر

قیس ولبنیٰ ۔ مشہور عاشق عرب اور اس کی معشوقہ لبنیٰ ۔ عمر

لعبت چین ۔ عہد صحابہ کا تاریخی ناول ۔ ۔ ۔ عمر

مقدس نازنین ۔ ایک حسینہ کا پوپ بن جانا ۔ ۔ ۔ عمر

ماہ ملک ۔ عورتوں کا عروج اور فتوحات ۔ ۔ ۔ عمر

یوسف نجمہ کامل ۔ جگ بیتی نہیں آپ بیتی ۔ ۔ ۔ عمر

ایام عرب ۔ جاہلیت عرب کی مکمل تصویر ہر دو حصہ ۔ ۔ عمر

جویائے حق ۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانحعمری ناول حصہ اول عمر دوم عمر کامل للعہ

زوال بغداد ۔ شیعہ سنیوں کی نا اتفاقی کا عبرتناک نتیجہ بغداد کی تباہی عمر

شوقین ملکہ ۔ دوسری صلیبی لڑائی ۔ ۔ ۔ عمر

طاہرہ ۔ نہایت دلچسپ تازہ ناول ۔ ۔ ۔ عمر

مینا بازار ۔ مولانا کا سب سے اچھا ناول ۔ ۔ ۔ عمر

نیکی کا پھل ۔ نہایت دلچسپ آخری تصنیف ۔ ۔ ۔ عمر

الفانسو ۔ ایک عاشقانہ ناول ۔ ۔ ۔ ۱۲/

بابک خرمی ۔ سلطنت عباسیہ کے حالات ہر دو جلد ۔ ۔ عمر

مشاطہ سخن حصہ دوم حضرت صفدر مرزا پوری نے دس سال مسلسل عرقریزی اور جانفشانی کی جس کا ثمرہ یہ حصہ دوم ہے۔ قیمت دو روپے عہ ضخامت ۲۸۰ صفحہ معہ فوٹو بلاک نواب غلام حسین صاحب قمر۔

فتح الحمید یہ سب سے با قاعدہ سلیس ترجمہ قرآن مجید کا ہے جو مولوی فتح محمد خان صاحب جالندھری نے کیا ہے۔ لکھائی چھپائی عمدہ کاغذ اعلےٰ سرورق رنگین قیمت عمر

اصلاح زبان اردو کی اصلاح ۔ قیمت ۱۰/

تصانیف مصور غم علامہ راشد الخیری دہلویؒ

محبوبۂ خداوند ۔ قرون اولیٰ کے پرجوش مسلمانوں کی جانبازیوں کا عبرتناک مرقع عمر

یاسمین شام ۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت اور فتح بیت المقدس کے ولولہ انگیز کارنامے ۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے ۔ ۔ عمر

صبح زندگی اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ پیدائش سے لیکر شادی تک لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کیونکر کرنی چاہئے ۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے عمر

شام زندگی اس میں سسرال کے زمانہ کی تمام مشکلات کو ایسے موثر طریقے سے سمجھایا گیا ہے کہ سعید لڑکیاں میکہ سے نکلنے کے بعد بھی خوش رہ سکیں عمر

نوحۂ زندگی ۔ بیوہ عورت کی زندگی اور اسکے دردناک مصائب قیمت ۱۲/

بنت الوقت جدید تعلیم یافتہ عورتوں کی ناگفتہ بہ حالت کا خاکہ ۔ نئی روشنی کی تعلیم کی خرابیاں ۔ قیمت صرف ۔ ۔ ۔ ۸/

سراب مغرب مغربی تمدن کے دھوکوں کا انکشاف کورانہ تقلید فرنگ کے نقائص دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں قیمت ۸/

سات روحوں کے کارنامے موت اور مابعد الموت کی کیفیت ۔ عالم ارواح کی سیر قابل دید کتاب ۶/

الزہرا سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا کی نہایت دلکش اور پرسوز سبق آموز سوانحعمری ۔ قابل دید کتاب ۔ قیمت صرف ۔ ۱۲/

عروس کربلا کربلا کے تاریخی سچے واقعات ۔ شہادت امام علیہ السلام کی دل ہلا دینے والی داستان ۔ قیمت صرف عمر

انگوٹھی کا راز۔ ایک نہایت پر درد دلچسپ ناول ہے۔ **قیمت** ۸ر

جوہر قدامت آج سے ۵۰ برس پہلے عورتوں کی کیا حالت تھی اور اب کیا ہے نہایت مفید قصہ قیمت صرف ۔ عہ

طوفان حیات مسلمانوں کو تباہ کرنیوالی رسوم قبیحہ کی اصلاح۔ ایک پرسوز قصہ دلچسپ پیرایہ میں قیمت صرف عہ

موودہ ۔ لڑکیوں کو ترکہ سے محروم کرنیکی مخالفت ایک عبرت انگیز قصہ کے پیرایہ میں ۸ر

شب زندگی حصہ دوم۔ عجیب وغریب کتاب قیمت صرف ۔ عہ

سمرنا کا چاند اگر آپ اُردو لٹریچر کا لطف اٹھانا چاہیں تو سمرنا کا چاند ملاحظہ فرمائیں جو علامہ راشد الخیری کی بہترین تصنیف ہے۔ تربیت نسواں کیلئے قابل قدر افسانہ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۱عہ

آفتاب دمشق عہد صدیقی کا اسلام مسلمانوں کے عظیم الشان جنگی کارنامے مسلمانوں کے فتح دمشق اور بصرے وغیرہ شہروں پر قبضہ کرنے اور اسلام کی اشاعت کیلئے جو عظیم الشان قربانیاں کی ہیں ان کا ذکر ایسے دردناک پیرایہ میں کیا ہے جو مصور غم علامہ راشد الخیری کا مخصوص اعجاز ہے۔ ایک مسلمان مجاہد اور مسلمان خاتون کی موت اور ان کے مصائب دیکھئے اور سبق حاصل کیجئے۔ ایک حسینہ کا اسلام پر شیدا ہو کر مسلمان ہونا۔ قید کیا جانا اور فصیل کے کنگروں سے گرائے جانے پر بھی اسلام سے سرتابی نہ کرنا اس کتاب میں مرقوم ہے۔ جوش اسلامی، حمیت اسلامی کا نمونہ آپ کو اس کتاب کے مطالعہ سے ملے گا۔ قیمت صرف ایک روپیہ چار آنہ ۔ ۱عہ

سیرۃ الشافعی یعنی حضرت امام محمد بن ادریس شافعی علیہ الرحمتہ کی سوانح عمری اس کتاب کے حصہ اول میں امام شافعی کے حالات ابتدائی مثلاً ان کے نام ونسب ولادت تعلیم وتربیت سفر حجاز وعراق علماء کی مخالفت وعداوت۔ آپ کا شہید ہونا وغیرہ حالات زندگی روز وفات تک درج ہیں۔ قیمت دو روپیہ ۔ ۔ ۔ عار

نقش فرنگ قاضی عبد الغفار صاحب ایڈیٹر صباح وجمہور نے یورپ سے واپس آکر ان تاثرات کو قلمبند فرمایا ہے جو دیار فرنگ کی تاریخی یادگاروں، دور حاضر کے محیر العقول تمدن اور مدبرین عفو کی جنگ زرگری کے مناظر سے آپکے قلب پر وارد ہوئے تھے۔ یہ کتاب سفرنامہ نہیں بلکہ ایک دیکھے والا دیزہ دلفریب خیالات ہیں جن سے دل و دماغ دونوں لذت اندوز ہوتے ہیں۔ قیمت ایکروپیہ چار آنہ ۔ ۱عہ

عذرا امین کے باپ نے حنیف کو ایک صندوقچی دی اور وصیت کی کہ میرا خورد سال بچہ جب بالغ ہو جائے تو یہ صندوقچی کھولی جائے۔ اس صندوقچی میں سے ایک تحریر نکلی جس کے بموجب حنیف وامین افریقہ کے لق ودق جنگلوں میں ایک ایسی عورت کے ملک میں پہنچے جو ہزار سال سے زندہ چلی آتی تھی اور آگ کے شعلوں سے نہایا کرتی تھی اس کے حالات ایسے

عجیب وغریب ہیں کہ نہ آنکھوں نے دیکھے اور نہ کانوں نے سنے قیمت ۸ر

دیوان شادمان یہ فارسی دیوان سلطان شادمان خان گکھڑ کی تصنیف ہے جو حضرت صاحبقران شاہجہان کے عہد کے نامور شعراء میں سے تھے۔ بڑی مشکل سے ایک نسخہ سلطان جہاندار خان رئیس گکھڑ نے بہم پہنچا کر چھپوایا تھا۔ قدر دانان کتب قدیمہ کے کتب خانوں کیلئے موجب زینت ہے۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ عار

عجائب الاسفار یعنی سفرنامہ شیخ ابن بطوطہ جلد اول شیخ ابن بطوطہ ملک مراکو کا رہنے والا تھا ۷۲۴ھ میں دنیا کی سیر کرتا کرتا محمد شاہ تغلق کے عہد میں وہ ہندوستان میں بھی آیا اس نے وہ وہ عجیب وغریب واقعات چشم دید لکھے ہیں جو کسی تاریخ سے نہیں مل سکتے۔ یہ سفرنامہ آج سے چھ سو برس پہلے کے حالات ہند کا آئینہ ہے۔ عربی سے ترجمہ کی گئی ہے۔ قیمت ۔ ۔

بزم آخر یہ وہ کتاب ہے جس میں آخری مغلیہ بادشاہ کے زمانہ کے حالات۔ روزمرہ کے ظاہر ومخفی برتاؤ۔ رسمیں۔ خانگی معاملات۔ طرز معاشرت۔ دربار اور سواری کے قاعدے جشن اور نذروں کے قرینے۔ میلوں کے رنگ۔ تماشوں کے ڈھنگ معہ تصاویر۔ سواری ودربار اور ان سے متعلق دوسرے حالات درج کئے گئے ہیں۔ زبان نہایت ہی شستہ ہے۔ اس موضوع پر اُردو میں لاثانی کتاب۔ قیمت ۔ ۔ ۔

سواء السبیل الی معرفۃ المعرب والدخیل یہ کتاب تو ملا نذیر احمد صاحب پرنسپل اورینٹل کالج لاہور نے نہایت محنت جانفشانی سے مرتب کی ہے اس میں معرب دخیل الفاظ جو اجنبی زبانوں سے عربی میں آئے اور عربی کی کتابوں اور اخباروں میں روزمرہ یا زمانہ قدیم کی عربی تصنیفات میں پائے جاتے ہیں۔ ان کی اصلیت معلوم کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت باقی نہیں رکھا۔ علمی معلومات کا خزانہ قیمت ۔ ۔ ۔

ایام غدر ایک فرانسیسی خاتون کی پر اثر اور دردناک آپ بیتی جو غدر کے غدر میں ہندوستان میں موجود تھی۔ غدر کے حالات ۔ دہلی۔ میرٹھ اور کانپور کے خونین مناظر اور ایک خلق کی اس یورپین عورت کی دل خراش سرگذشت۔ یہ کتاب اپنی خوبیوں کی وجہ سے کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے اور اب مولوی سید ظفر حسن صاحب عاصی نے اسے نہایت پر لطف اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔ قیمت ۔ ۔

بم کا نسخہ۔ نہایت دلچسپ انگریزی ناول پانسن کا ونٹ کا ترجمہ از قاضی محمد طاہر صاحب سر ورق رنگین لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ سفید صفحات ۳۰۴ مجلد ایک روپیہ آٹھ آنہ

ملنے کا پتہ **منیجر گیلانی الیکٹرک پریس بلڈنگ ہسپتال روڈ لاہور**

IQBAL ACADEMY PAKISTAN
LIBRARY
Acc. No: 39576

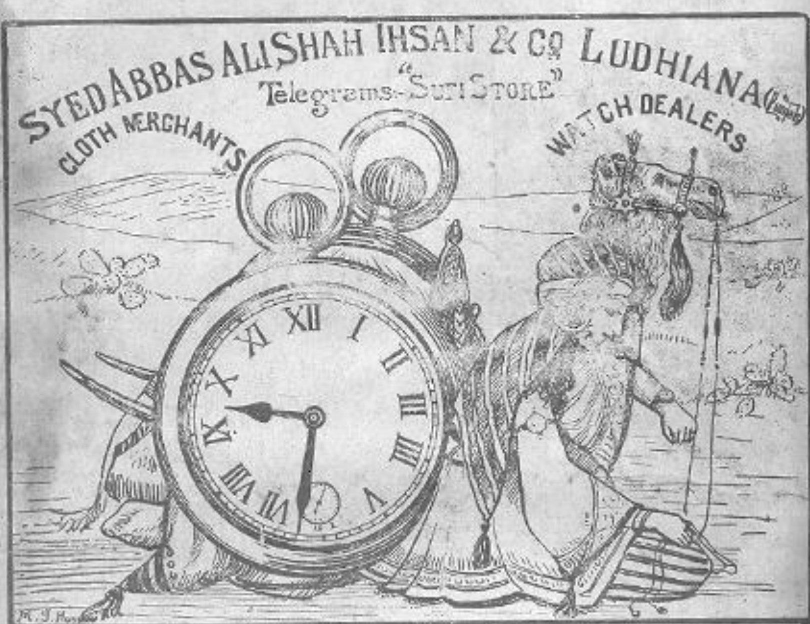

ہندوستان بھر میں سب سے زیادہ مقبول پائیدار و خوبصورت گھڑیاں

ہفت روزہ رسٹ واچ

اس گھڑی کا خاص وصف یہ ہے کہ اس کو چابی آٹھ دن بعد دیجاتی ہے کیس چاندی کا ہے۔ بیحد خوبصورت گارنٹی ۱۲ سال قیمت قسم خاص بجلی والی بائیس روپے ۲۲

نیو فیشن جنٹلمین گولڈن رسٹ واچ

یہ سنہری گھڑیاں از حد نفیس پائیدار و خوبصورت ہیں گارنٹی ۳ سال قیمت مع تسمہ [illegible] درجہ خاص امیرانہ پچیس روپے درجہ اول پندرہ روپے ۱۵

نیو فیشن جنٹلمین پاکٹ واچ

ان گھڑیوں کے پرزے خاص کارخانہ کے مضبوط بنے ہوئے ہیں گارنٹی ۱۰ سال قیمت [illegible] درجہ خاص امیرانہ [illegible] درجہ اول

زنانہ سنہری چوڑی دار رسٹ واچ

معزز گھرانوں کی مستورات کیلئے یہ گھڑی کام کی چیز اور خوبصورتی کا زیور ہے۔ گارنٹی ۱ سال قیمت [illegible] درجہ خاص امیرانہ [illegible] روپے ۔ گھڑی کی گھڑی زیور کا زیور ہے

نوٹ:۔ مرمت طلب گھڑیاں اعلیٰ مرمت کیجاتی ہیں۔ فہرست کلاں ایک کارڈ لکھکر مفت منگوائیں۔ کپڑے کے نمونے طلب کریں

ملنے کا پتہ:۔ سید عباس علیشاہ احسان اینڈ کمپنی سوداگران بستی گوٹھی لودھیانہ پنجاب

REGD. No L 1703.

ASGHAR ALI MOMAMED ALI

Manufacturing Perfumers

LUCKNOW (and Branches)

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ